المركز الثقافي الإسلامي

وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية
إدارة الدراسات الإسلامية

# صحیح اسلامی عقیدہ

پہلی، دوسری اور تیسری
سیکنڈری کلاسز کے لیے

تالیف : ماہر اساتذۂ کرام کی ایک جماعت

ترجمہ
کرم اللہ منصور بن عبدالرؤف مدنی

زیرِ نگرانی
استاذ احمد عبداللہ الکندری

ایڈیشن اوّل
۱۴۳۶ ہجری - ۲۰۱۵ میلادی

# صحیح اسلامی عقیدہ حصہ (۱)

## پہلی سیکنڈری کلاس کے لیے


تالیف : ماہر اساتذۂ کرام کی ایک جماعت

ڈاکٹر ابراھیم بن محمد ابو عباۃ (رئیس ومشرف) ڈاکٹر صالح بن سعد السحیمی (استاذ مدینہ یونیورسٹی)

ڈاکٹر علی بن ناصر الفقیھی (استاذ مدینہ یونیورسٹی) ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن الخمیس (استاذ مدینہ یونیورسٹی)

ڈاکٹر سلیمان بن صالح الغصن (استاذ مدینہ یونیورسٹی)

نظرِ ثانی: (سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی وصیت کی بناء پر)

عزت مآب ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان (ممبر کبارِ علماء کمیٹی، سعودی عرب)

ترجمہ

کرم اللہ منصور بن عبدالرؤف مدنی

نظرِ ثانی: ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد عبدالخالق محمد صادق مدنی

عبدالرؤف بن عبدالحنان مدنی

زیرِ نگرانی

استاذ احمد عبداللہ الکندری

بسم الله الرحمن الرحيم

# كلمة مشرف المركز

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء وأشرف المرسلين ، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين وبعد ،،،

يسر المركز الثقافي الإسلامي لتعليم الناطقين بغير اللغة العربية تقديم ترجمة كتاب (مقرر مادة العقيدة للمرحلة الثانوية) باللغة الأوردية والذي قام بترجمته السيد/ كرم الله منصور بن عبدالرؤف المدني ، الأستاذ بالمركز راجين من الله سبحانه وتعالى أن ينفع بها الدارسين ، وقد تم اختيار هذا الكتاب للتدريس للجاليات الأجنبية الموجودة في الكويت في المركز الثقافي الإسلامي والمراكز التابعة له ، وذلك لسهولته واحتوائه على ما يحتاج إليه كل مسلم في حياته.

و نشكر الله سبحانه وتعالى على نجاحنا في إصدار هذه النسخة المترجمة، ثم نتوجه بالشكر إلى السادة المشايخ الكرام الذين قاموا بتأليف هذا الكتاب النافع لأبناء العالم الإسلامي في باب العقيدة للمرحلة الثانوية ، وكل من ساهم في هذا العمل الجليل فجزاهم الله خيراً.

مشرف المركز الثقافي الإسلامي

أحمد عبدالله الكندري

مشرف المركز الثقافي الاسلامي مبارك الكبير/ رجال ١٣/ ٩/ ٢٠١٥م

إدارة الدراسات الإسلامية

المركز الثقافي الإسلامي
مبارك الكبير

# پیشِ لفظ

## ازقلم / استاذ احمد عبداللہ الکندری / حفظہ اللہ

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء وأشرف والمرسلین، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین وبعد:

مرکز ثقافی اسلامی کے لیے نہایت خوشی کی بات ہے کہ ہم ''مقرر مادۃ العقیدۃ للمرحلۃ الثانویۃ'' کا اردو ترجمہ بنامِ ''صحیح اسلامی عقیدہ برائے سیکنڈری کلاسز'' اللہ سے دعائے خیر کرتے ہوئے اردو جاننے والے طلبہ کے لیے پیش کررہے ہیں، ترجمہ کا فریضہ مرکز کے استاذ جناب کرم اللہ منصور بن عبدالرؤف مدنی نے سرانجام دیا ہے، عام فہم زبان میں یہ کتاب روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے عقائد پر مشتمل ہے، کتاب کی اسی افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکز ثقافی اسلامی کویت اور اس کی تمام تر شاخوں میں اردو پڑھنے والے بھائیوں کے لیے اسے داخلِ نصاب کیا گیا ہے۔

ہم اس ترجمہ کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، پھر ان تمام مایۂ ناز اساتذۂ کرام کا بھی تہِ دل سے شکرگزار ہیں جنھوں نے سیکنڈری کلاسز میں پڑھنے والے فرزندانِ عالمِ اسلام کے لیے عقیدہ کے باب میں ایسی مفید کتاب کی تالیف کی اور ایسے ہی ان تمام حضرات کا بھی جنھوں نے اس مبارک کام میں ہاتھ بٹایا، اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

مشرف مرکز ثقافی اسلامی

استاذ احمد عبداللہ الکندری

# عرضِ مترجم

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء واشرف المرسلین، وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین وبعد:

کویت کی مبارک سرزمین خیر وخوبی کا سرچشمہ ہے، یہاں سے نہ جانے علم کے کتنے پیاسوں نے اپنی طرح طرح کی پیاسیں بجھائی ہیں، جس کا احساس ہر اس شخص کو ہے جو یہاں کی دینی وتعلیمی، اصلاحی ورفاہی اور اسلامی ثقافتی سرگرمیوں سے اچھی طرح واقف ہے، کویتی حکومت کے جہاں ان گنت کارہائے نمایاں ہیں، انہی میں سے ایک ناقابلِ فراموش کارِخیر وزارت اوقاف کے تابع ''ادارۃ الدراسات الاسلامیۃ'' کی تاسیس بھی ہے، جس کے زیرِ نگرانی کویت کی مبارک سرزمین پر ایک سوبیس سے زائد دینی مراکز کتاب وسنت کی تعلیمات عام کرنے میں لگے ہیں، اللہ اُن کی خدمات کو قبول فرمائے اور اُنہیں خیر کے کاموں میں مزید بڑھ چڑھ کر حصے لینے کی توفیق دے۔ آمین۔

کویت کی اس مبارک سرزمین پر ''ادارۃ الدراسات الاسلامیۃ'' کی سرپرستی میں دعوتی وتعلیمی اور اسلامی ثقافتی فریضہ انجام دینے والا اپنی نوعیت کا منفرد ومشہور مرکز ''المرکز الثقافی الاسلامی'' ہے، جس نے بہت ہی قلیل مدت میں دیگر مراکز کے درمیان امتیازی حیثیت حاصل کرلی ہے، اس مرکز کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے عرب وعجم کی دینی وعربی تعلیم کے لیے الگ الگ شاخیں کھول رکھی ہیں، جہاں سے بوسنیا، فلپین، بلغاریہ، انڈونیسا اور ترکیا وغیرہ جیسے ممالک کے طلبہ نے اگر ایک طرف دینی وشرعی علوم حاصل کیا ہے تو دوسری طرف کویت میں مقیم حضرات نے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے، اور آئے دن ان کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، جو دراصل اس کے ذمہ داران کی خلوص وللّٰہیت، اساتذۂ کرام کی محنت ومشقت، بالخصوص مرکز کے مشرف عام ابوعمر احمد عبداللہ الکندری حفظہ اللہ کے شب وروز کی تگ ودو، اور محسنین حضرات کی مالی ومعنوی امداد کا منہ بولتا ثبوت ہے، اللہ اُن کی ان کوششوں کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اُنہیں دن دونی رات چوگنی ترقی کی منازل طے کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

''المرکز الثقافی الاسلامی'' کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے ''دار القرآن الکریم، فروانیہ اور فحاحیل'' کے اردو اور بنغال شعبے کی سرپرستی حاصل ہے، جس کا آغاز ۱۹۷۶ء میں اردو بولنے والے بھائیوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے

وزارت اوقاف کے تابع ہوا تھا، پھر بنغالی بھائیوں کی کثرت کو مدنظر رکھتے ہوئے شعبۂ بنغال کا بھی اضافہ کیا گیا تاکہ ان کے درمیان بھی بحسن وخوبی اسلامی تعلیمی وتربیت کا فریضہ انجام دیا جاسکے۔اللہ کے فضل وکرم سے اس مرکز کے ذمہ داران اور اساتذۂ کرام کی مخلصانہ کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ ماضی میں بہت سارے اسلامی بھائیوں نے دونوں شعبوں سے بھرپور استفادہ کیا اور آج بھی اپنی علمی تشنگی بجھا رہے ہیں، اللہ ان شعبوں سے ہمارے بھائیوں کو مستقبل میں بھی زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق دے۔آمین۔

آمدم برسرِ مطلب: عقیدہ کا موضوع نہایت اہم ہے، جس کی اصلاح کے بغیر دونوں جہاں میں کامیابی ناممکن ہے، نہ تو دنیا میں انسان اچھی طرح اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں اس کے انعام واکرام کا مستحق ہوسکتا ہے۔صحیح اسلامی عقیدہ کی اہمیت وضرورت، انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی پر اس کے دوررس اثرات، اعمال واخلاق کی درستگی، قوموں کے عروج وزوال کی داستان اور سماج ومعاشرہ کی تعمیر وترقی میں اس کا اہم رول ایک مسلمہ حقیقت ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے دنیا میں جتنے بھی انبیاء ورسل بھیجے، سبھوں کو یہ حکم دیا کہ سب سے پہلے لوگوں کو توحید کی دعوت دیں، ان کے عقائد کی اصلاح کریں، انہیں صرف اپنے خالق ومالک کی عبادت وبندگی کرنے کا حکم دیں، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾(۱) ترجمہ ''اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھی بھیجا، اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لئے تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

نبی اکرم ﷺ نبوت ورسالت سے سرفراز ہونے کے بعد عقیدہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ زندگی میں لوگوں کے باطل عقائد کی خصوصی طور پر اصلاح فرماتے، ان کو شرک وبت پرستی سے روکتے اور عبادت کی تمام قسموں کو صرف اور صرف اللہ تعالی کے لیے بجالانے کا حکم دیتے، آپ ﷺ فرماتے "يَاأَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لاالٰهَ الااللهُ تُفْلِحُوا''(۲)''اے لوگو! کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں کامیاب ہوجاؤ گے'' اسی طرح آپ ﷺ جب کسی صحابی کو دعوت دین کے لیے بھیجتے تو ان کو یہ نصیحت فرماتے کہ لوگوں کو سب سے پہلے لاالٰہ الااللہ کی دعوت دیں، آخر کیوں؟

---

(۱) الأنبياء : ۲۵ (۲) مسند أحمد (۱۵۴۴۸)

چونکہ آپ ﷺ کو یہ معلوم تھا کہ جب تک انسان کے عقائد کی اصلاح نہ ہوگی، انسان کے دل میں اللہ کی عظمت و کبریائی اور اس کی وحدانیت کا عقیدہ پختہ نہ ہوگا، اس وقت تک اس کے اعمال کی قبولیت ناممکن ہے۔

اللہ جزائے خیر دے مادرِ علمی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ان تمام ماہر اساتذۂ کرام کو جنہوں نے عالمِ اسلام کے فرزندان کے لیے عقیدہ کے تمام اہم مباحث پر مشتمل ایک جامع کتاب تیار کی، تاکہ طلبہ اور دیگر حضرات کم وقت میں صحیح اسلامی عقیدہ سے اچھی طرح واقف ہوسکیں، عقائد کے باب میں حق و باطل کی تمیز کرتے ہوئے اپنی دنیا و آخرت سنوار سکیں، سلفِ صالحین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دین کے نام پر سودا کرنے والوں کی جعل سازیوں سے بچ سکیں اور پہلی فرصت میں کلمۂ توحید کی بھینی بھینی خوشبو سے اپنے مشام جاں کو معطر کرسکیں۔

کتاب کی اسی افادیت کے پیشِ نظر عالمِ اسلام کے کئی ایک دینی مدارس و مراکز میں اس کو داخلِ نصاب کیا گیا ہے، المرکز الثقافی الاسلامی میں زیرِ تعلیم بیرونی طلبہ (طلبۃ البعوث) کو بھی یہی کتاب پڑھائی جاتی ہے، جس کے خاطر خواہ فائدے اور مثبت اثرات دیکھنے کو ملے ہیں۔

مرکز ثقافی اسلامی کے ذمہ داران بالخصوص ابوعمر احمد عبداللہ الکندری، ابوخالد فہد الجنفاوی حفظھما اللہ اور ابوعبداللہ زید المطیری رحمہ اللہ (جن کی وفات چند ماہ قبل ہوگئی، اللہ ان کی مغفرت فرمائے) کی دلی خواہش تھی کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ ہو تاکہ دار القرآن الکریم میں پڑھنے والے شعبۂ اردو کے طلبہ بھی اس سے مستفید ہوسکیں، ان کی نظرِ کرم ناچیز پر پڑی، اور میں نے اللہ کا نام لے کر ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ ذمہ داری قبول کرلی، شروع میں تو کافی دقت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ ترجمہ کے ساتھ تدریس کی ذمہ داری بھی نبھانی تھی اور دیگر دعوتی مصروفیات وغیرہ بھی تھیں، پھر بھی اللہ کی ذات سے خیر کی امید کیے ہوئے جانبِ منزل گامزن رہا، اور اللہ سے دعا کرتا رہا کہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچادے، اللہ تعالی نے ناچیز کی دعا قبول فرمائی اور پھر یہ کام اپنے وقت پر سرانجام پایا۔ فللہ الحمد۔

ترجمہ کا کام کتنا نازک ہوتا ہے، اس کا صحیح اندازہ تو وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنہیں اس مرحلہ سے گزرنے کا موقع ملا ہے، کہیں زبان و بیان کا معاملہ درپیش ہوتا ہے تو کہیں سلاست و روانگی کا، جبکہ دوسری طرف تعبیر میں اصل جملے کی پوری رعایت کرنی پڑتی ہے تاکہ پڑھنے والا پوری دلچسپی کے ساتھ پڑھتا چلا جائے اور اس کو ذرہ برابر بھی اکتاہٹ محسوس نہ ہو۔

میں اس ترجمہ میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں، اس کا فیصلہ تو قارئین کرام ہی کے ہاتھ میں ہے، پھر بھی اگر کسی طرح

کی کمی وکوتاہی رہ گئی ہوتو آپ سبھوں سے مودبانہ گزارش ہے کہ اس طرف نشاندہی کر کے دینی خدمات سرانجام دینے میں ہمارا ساتھ دیں گے، اللہ تعالی آپ کو اس کا اجرِ جزیل دے گا، آئندہ طباعت میں ان شاء اللہ ان کی اصلاح کرلی جائے گی۔

## ترجمہ میں مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھا گیا ہے

۱/قرآنی آیتوں کا سلیس اردو ترجمہ مادرِ علمی جامعہ امام ابن تیمیہ کے رئیس وموسس علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السلفی حفظہ اللہ کے اردو ترجمہ وتفسیر ''تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن'' سے ماخوذ ہے۔

۲/حدیث کا ترجمہ '' '' قوسین کے درمیان کیا گیا ہے۔

۳/عام فہم الفاظ میں ترجمہ کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔

۴/اصل کتاب میں شرعی نصوص اور علماء کے اقوال ذکر کرتے وقت باقی رہے سہے مصادر ومراجع کی تکمیل کردی گئی ہے۔

۵/قرآنی آیات کی ترقیم اور احادیثِ نبویہ کی تخریج میں وقوع پذیر غلطیوں کی تصحیح کردی گئی ہے۔

۶/اردو میں مستعمل عربی کی عام مصطلحات کی حسبِ ضرورت مختصر تشریح کی گئی ہے۔

۷/مصنفین کی فہارس مختصر ہونے کی صورت میں طلبہ کے عام فائدے کے لیے ترجمہ میں مذکور سرخیوں کے مطابق فہارس تیار کی گئی ہے۔

**ھدیہ تشکر وامتنان:** سب سے پہلے میں اللہ تعالی کا بے حد مشکور وممنون ہوں کہ اُس نے اپنے فضلِ خاص سے مجھے یہ مبارک کام سرانجام دینے کی توفیق دی، پھر اپنے والدین کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نیپال جیسے شرک وبت پرستی اور بدعات وخرافات سے پر ملک میں میری دینی وتعلیمی اور تربیت کے لیے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں۔فجز اھما اللہ خیرا۔

گرامی قدر استاذ ابوخالد فلاح المطیری حفظہ اللہ (رئیس لجنۃ القارۃ الھندیۃ، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی) کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد اور شیخ عبدالخالق محمد صادق مدنی حفظہما اللہ سے اس ترجمہ کا مراجعہ کروایا، ایسے ہی شیخ عبدالرؤف بن عبدالحنان مدنی حفظہ اللہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بھی شروع سے اخیر تک ایک ایک حرف پڑھا اور احادیث کی تخریج میں کافی حد تک رہنمائی فرمائی، اللہ جزائے خیر دے ان تمام علمائے کرام کو جنہوں نے اس کے مراجعہ میں اپنا قیمتی وقت لگایا اور جگہ بہ جگہ مفید مشوروں سے نوازا۔فجز اھم اللہ خیراً۔

اخیر میں کویتی حکومت، وزارتِ اوقاف کے جملہ ذمہ داران، ''ادارۃ الدراسات الاسلامیۃ'' کے مدیر عام استاذ مرضی راشد سعد العنزی، سابق مدیر عام استاذ محمد علی العمر، استاذ جابر بوزبر (مراقب دور القرآن) المرکز الثقافی الاسلامی کے مشرف عام استاذ احمد عبداللہ عبدالرحیم الکندری، استاذ ولید محمد الدیولی (موجّہ المرکز الثقافی الاسلامی) استاذ بندر عاید النصافی (مشرف المرکز الثقافی الاسلامی) استاذ محمد المزید (مشرف المرکز الثقافی الاسلامی) استاذ محمد الدعی (سابق مشرف المرکز الثقافی الاسلامی) استاذ عبدالرزاق عیسی العمیری (سابق مشرف المرکز الثقافی الاسلامی) استاذ فہد الجحفاوی (سابق وکیل المرکز الثقافی الاسلامی) استاذ زید المطیری (سابق وکیل المرکز الثقافی الاسلامی) استاذ فہد سعد الہاجری، استاذ محمد حسن حضرم السھلی، استاذ عبداللہ عطاء اللہ المطیری، استاذ احمد مھنا العازمی، استاذ خالد رجا العمیری العازمی، استاذ طارق عبدالعال، استاذ محمد عادل الزنکی، استاذ جراح عادل توفیقی، استاذ ثائر، استاذ عارف جاوید محمدی، استاذ عبداللہ تشلابی، استاذ محمد التمیمی، استاذ عبداللہ السبع، استاذ طلال الشمری، استاذ اسامہ دخیل، استاذ یاسر، استاذ محمد الحلیبی، المرکز الثقافی الاسلامی اور دار القرآن الکریم (اردو اور بنغال شعبے) کے جملہ اساتذۂ کرام کا شکرگزار ہوں، جن کے ساتھ دینی خدمات سرانجام دینے کا یہ حسیں موقع ملا، اور اپنے ان تمام محسنین کے لیے تہِ دل سے دعائے خیر کرتا ہوں جنھوں نے دعوت دین کے لیے اللہ کے فضل وکرم کے بعد دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح سے میری مدد کی، اللہ تعالی اسے قبول فرمائے، مصنفین، مترجم، مراجعین، ناشرین، معاونین، طلبہ، عام قارئین، خویش واقارب اور میرے والدین کے لیے اس کو دنیا وآخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے، اور ان تمام احباب کو جزائے خیر دے جنھوں نے میرا کسی طرح سے بھی تعاون کیا۔ فجزاھم اللہ خیراً۔

اللھم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

مترجم

ابو محمد کرم اللہ منصور بن عبدالرؤف مدنی

مدرس

''المرکز الثقافی الاسلامی'' کویت

برائے رابطہ: karamtaimi@gmail.com
Kalaiya1979@gmail.com

# اہداف ومقاصد

۱۔صحیح اسلامی عقیدہ کے بارے میں ثانوی (سیکنڈری) مراحل کے طلبہ کو عام فہم معلومات فراہم کرنا۔

۲۔اعتقادی مسائل کو سلفِ صالحین کے فہم کی روشنی میں ''کتاب وسنّت'' کے شرعی نصوص سے جوڑنا۔

۳۔صحیح اسلامی عقیدہ کی روشنی میں طلبہ کی ایسی تربیت کرنا جس میں کفر وشرک اور بدعات وخرافات کی آمیزش نہ ہو۔﴿ وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾(۱) ترجمہ''اورانہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لئے عبادت کو خالص کرکے، یکسو ہوکر''

۴۔توحید کی تینوں قسموں کے منافی امور سے طلبہ کو اس طرح آگاہ کرنا کہ ان کا عقیدہ صحیح وسالم رہے اور وہ شرک کے قعرِ عمیق میں گرنے سے بچتے رہیں جو کبھی کبھار ان کو زندگی میں لاحق ہوتے رہتے ہیں۔

۵۔طلبہ کو بنیادی منہج اور اصل اصول وقواعد سے بہرور کرنا جس کے تناظر میں صحیح عقائد وافکار تک ان کی رسائی ہوسکے۔

۶۔طلبہ کو باخبر کرنا کہ موجودہ شرک وبت پرستی کا دورِ جاہلیت کے شرک وبت پرستی کے مظاہر سے کیا تعلق ہے؟

۷۔عالمِ اسلام کے ثانوی (سیکنڈری) مراحل کے طلبہ کو عقیدہ کے باب میں یکساں منہج اپنانے کی دعوت دینا۔

---

(۱) البیّنة : ۵

## ارشادات وہدایات

ا۔عقیدۂ توحید پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہر مکلّف مرد و زن کا اول ترین فریضہ ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا تھا ''فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَاتَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةِ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ ''(۱) سب سے پہلے ان کو لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں) کی گواہی دینے کی دعوت دینا۔

۲۔استاذ جو کہ طلبہ کا نگہباں اور ان کے ثانوی باپ کی حیثیت رکھتا ہے کی ذمہ داری ہے کہ توحید کی تینوں قسموں میں خلل انداز ہونے والی تمام چیزوں سے طلبہ کو ان کے عقیدہ کی حفاظت وسلامتی مدنظر رکھتے ہوئے آگاہ کرے، اور شرکیہ معاملات میں مبتلا ہونے سے ان کو بچائے رکھے جو انہیں زندگی میں درپیش ہوا کرتے ہیں۔

۳۔استاذ ''نمونہ'' ہوتا ہے چنانچہ طلبہ حرکات وسکنات اور اقوال وافعال میں اپنے استاذ کی نقل کرتے ہیں، اس لیے استاذ کی ذمہ داری ہے کہ ہدایت کے علمبردار نبیِ رحمت ﷺ کو اپنا اسوۂ و نمونہ بنائے اور زندگی کے جملہ مراحل میں ان ہی کی اتباع وپیروی کرتا رہے۔

۴۔استاذ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے فرائض اور اپنے کندھے پر ڈالی گئی امانت کا پورا پورا خیال رکھے، کیونکہ وہ ایسی نسل کی تربیت کرتا ہے جو اللہ عز وجل اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتی ہے، اس لئے اگر وہ ان کی عمدہ تربیت کرتا ہے تو اس کو بھی ان کے برابر اجر وثواب ملے گا، اور اگر استاذ ہی نے غلط راہ اپنائی تو پھر اس کو اپنی غلطی اور اپنے پیروکاروں کے گناہوں کا بھی خمیازہ بھگتنا پڑے گا کیونکہ طلبہ اپنے اساتذہ کے نقشِ قدم پر گامزن ہوتے ہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری ۳/۲۵۵ ، صحیح مسلم ۱/۵۰-۵۱

۵۔استاذ کی ذمہ داری ہے کہ وہ عمدہ اخلاق واوصاف کا پیکر اور باوقار ہوتا کہ طالبعلموں کی طرف سے عزت واحترام کا مستحق ہو سکے اور کلاس میں ایمانی الفت ومحبت کی فضا سایہ فگن رہے۔

۶۔استاذ کی ذمہ داری ہے کہ وہ موضوع کا پابند رہے اور عناصرِ درس کو علمی وتربوی طریقہ سے تیار کرے جو طلبہ کے مستوی ومعیار کے عین مطابق ہوں اور ان کی تیاری میں علمی کتب کی طرف رجوع کرتا رہے۔

۷۔استاذ کی ذمہ داری ہے کہ طلبہ سے سوال وجواب پر کشش طور پر کرے جو ان کی ذہنی توجہ کا سبب بنے۔

۸۔استاذ کی ذمہ داری ہے کہ طالبعلموں کو عصرِ حاضر کے حالات اور موجودہ سماج ومعاشرہ کے حقائق سے باخبر رکھے اور حالاتِ حاضرہ کی روشنی میں ان کو مثالوں سے آگاہ کرتا رہے، تاکہ ان کو معلوم ہو کہ اسلامی اصول ومبادیات تابندہ ودرخشندہ ہیں اور اسلامی تعلیمات ہر زمان ومکان کے لیے سازگار ہیں۔

# تمہید

## ا۔توحیداور عقیدہ کی تعریف:

توحید کالغوی معنی: توحید لغت میں "وَحَّدَ الشَّیْءَ" سے مشتق ہے اور یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی چیز کو ایک کردے۔

شرعی اصطلاح میں: اللہ تعالی کو تمام طرح کی عبادت و بندگی میں اکیلا جاننے و ماننے کا نام توحید ہے۔

عقیدہ کا لغوی معنی: عقیدہ "عَقَدَ" سے ماخوذ ہے جس کا اطلاق مضبوطی کے ساتھ پکڑنے پر ہوتا ہے اور اسی سے "عَقَدَ الْحَبْلَ" ہے، جو اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی رسی کے ایک حصے کو دوسرے حصے کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دے۔ گویا عقیدہ کا مطلب ہوا ہر وہ دینی امر جو انسانی قلب و جگر میں راسخ ہو جائے اور اس میں شک وشبہ کی چنداں گنجائش باقی نہ رہے۔

شرعی اصطلاح میں: "اللہ پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر، انبیاء و رسل پر، یوم آخرت پر اور تقدیر پر خواہ اچھی ہو یا بری ایمان رکھنے کا نام عقیدہ ہے" مذکورہ امور ایمان کے ارکان ستہ کے نام سے جانے جاتے ہیں، ساتھ ہی ان تمام چیزوں پر بغیر کسی شک وشبہ کے ایمان رکھا جائے جو ان کے ضمن میں آتی ہیں۔

صحیح اسلامی عقیدہ کی اہمیت وضرورت: انسانی انفرادی واجتماعی زندگی میں صحیح عقیدہ کی عظیم ترین اہمیت ہے، اسی لیے نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں ۱۳ سال تک لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہے اور انہیں ہر طرح کے شرک وبدعات کی آمیزشوں سے الگ تھلگ ہو کر اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اللہ کی عبادت و بندگی کرنے کی تلقین کرتے رہے۔

اسی طرح آپ ﷺ جب کسی صحابی کو کسی قوم کے پاس دعوت دینے کے لیے بھیجتے تو سب سے پہلے ان کو توحید کی دعوت دینے اور شرک سے دور رہنے کی نصیحت فرماتے، جیسا کہ حضرتِ معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت آپ ﷺ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا "إِنَّکَ تَأْتِيْ قَوْماً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَاتَدْعُوْهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ "وَفِيْ رِوَايَةٍ" إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوْا اللّٰهَ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْكَ لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ "الحدیث(۱)۔" بلاشبہ تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جارہے ہو، اس لیے سب سے پہلے ان کو کلمۂ شہادت "لا إله إلا الله" اور ایک روایت کے مطابق "اللہ تعالی کی وحدانیت کی طرف دعوت دینا، اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو پھر انہیں یہ بتلانا کہ اللہ تعالی نے ان پر دن ورات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔"

اسلامی شعائر و وظائف کی طرف رہنمائی کرنے سے قبل آپ ﷺ کا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو توحید کی دعوت سے آغاز کرنے کا حکم دینا دراصل دین میں اس کے بلند و بالا مقام و مرتبہ اور لوگوں کو اس کی سخت ضرورت کے پیش نظر ہی تھا، جن کو مندرجہ ذیل نکات میں اجمالی طور پر بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔صحیح عقیدہ سماج و معاشرہ کی تعمیر و ترقی کی بنیاد، فلاح و بہبود کا پیشِ خیمہ اور جرائم سے دوری کا سبب ہے۔

۲۔صحیح عقیدہ انسانی فکر و عمل کی درستگی کا ذریعہ ہے۔

۳۔صحیح عقیدہ کی وجہ سے انسان کے جان و مال کی حفاظت ہوتی ہے۔

۴۔صحیح عقیدہ اعمال کی قبولیت کی بنیاد ہے۔

۵۔صحیح عقیدہ جنت میں دخول اور جہنم سے نجات کا سبب ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری ۲۵۵/۳ ، صحیح مسلم ۵۰/۱۔۵۱

## انسانیت میں اصل توحید ہے

اللہ تعالی نے جب سے لوگوں کو پیدا کیا اسی وقت سے وہ توحید اور دینِ حنیف پر تھے، پھر مرور زمانہ کے ساتھ رفتہ رفتہ شرک کا آغاز ہوا، جو پہلی مرتبہ نوح علیہ السلام کی قوم میں اس وقت پایا گیا جب انہوں نے نیک لوگوں کی شان وشوکت اور قدر ومنزلت میں غلو کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ ان کی عبادت و بندگی کرنے لگے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ﴾ (۱) ترجمہ ''پہلے سبھی لوگ ایک دین پر قائم تھے (پھر مرور زمانہ کے ساتھ ان میں اختلاف ہوگیا) تو اللہ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا، جن کا کام لوگوں کو جنت کی خوشخبریاں دینا اور عذاب نار سے ڈرانا تھا۔''

دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ﴾ (۲) ترجمہ ''اور تمام لوگوں کی صرف ایک جماعت تھی، پھر ان کے آپس میں اختلاف ہوگیا۔''

حدیثِ قدسی میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے ''خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ، وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَاأَحْلَلْتُ لَهُمْ،وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُّشْرِكُوْا بِيْ مَالَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا ''

(۳) ''میں نے اپنے تمام بندوں کو دینِ حنیف پر پیدا کیا، پھر ان کے پاس شیطان آیا اور ان کو شاہراہ مستقیم سے دور کردیا، اور جو کچھ میں نے ان کے لئے حلال کیا تھا، وہ ان پر حرام کرڈالا اور ان کو میرے ساتھ شریک بنانے کا حکم دیا جس کے لئے میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی تھی۔''

---

(۱) البقرة : ۲۱۳
(۲) یونس : ۱۹
(۳) صحیح مسلم ۶۳/۴

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے ''کَانَ بَیْنَ آدَمَ وَنُوحٍ عَشْرَةُ قُرُونٍ كُلُّهُمْ عَلَى الإِسْلَامِ''(۱) آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیاں تھیں جو کہ سارے کے سارے اسلام پر تھے''

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ☆ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴾ (۲) ترجمہ ''اور کہا کہ لوگو! تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو، اور ''ود'' کو نہ چھوڑو، اور نہ ''سواع'' کو، اور نہ ''یغوث'' اور ''نسر'' کو ☆ اور ان لوگوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا ہے، اور میرے رب! تو ظالموں کو گمراہی میں اضافہ ہی کر دے۔''

بعض سلف کا کہنا ہے کہ یہ نیکوکار لوگوں کے نام ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان تھے، چنانچہ جب وہ مر گئے تو ان کے جانشین لوگ ان کی پیروی کرنے لگے، اور ان کے بعد اللہ کی عبادت و بندگی کرنے میں ان کے نقشِ قدم پر رواں دواں رہے، پھر ابلیس ان کے پاس آیا اور کہا: اگر تم لوگ ان کی تصویریں بنا ڈالتے تو یہ انہیں کی طرح اللہ کی عبادت و بندگی کرنے میں زیادہ مہمیز کا کام کرتیں اور تمہیں پہلے لوگوں کا طرز عبادت و بندگی یاد دلاتی رہتیں، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا، پھر ان کے بعد ان کی نسل آئی جن سے ابلیس نے کہا: (جن کو وقت گزرنے کے ساتھ حقیقت کا علم نہ رہا) تم سے پہلے والے ان کی عبادت و بندگی کیا کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے ان کی عبادت و بندگی کرنی شروع کر دی۔(۳)

---

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۸۶۵ ، ابن جریر ۲۷۵/۴ ، مستدرک حاکم ۵۴۶/۲

(۲) نوح :۲۳-۲۴

(۳) دیکھئے الدرر المنثور للسیوطی ۲۶۹/۶

# مشقیں

س ۱/ ۔عقیدہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں؟

-------------------------------------------

-------------------------------------------

س ۲/ ۔صحیح اسلامی عقیدہ کی اہمیت دلیل کی روشنی میں لکھیں؟

-------------------------------------------

-------------------------------------------

س ۳/ ۔رسول اللہ ﷺ ۱۳ سال تک مکہ میں لوگوں کو توحید وعقیدہ کی اصلاح کی دعوت کیوں دیتے رہے؟

-------------------------------------------

-------------------------------------------

س ۴/ ۔صحیح جواب بتائیں:

رسول اللہ ﷺ نے (اپنی دعوت کا) آغاز عقیدہ سے کیا:

۱۔کیونکہ دینِ اسلام آسان دین ہے۔

۲۔آپ ﷺ نے کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے ایسا کیا۔

۳۔کیونکہ صحیح عقیدہ سماج ومعاشرہ کی تعمیر وترقی کی بنیاد اور فلاح و بہبود کا پیشِ خیمہ ہے۔

## اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک شرعی مصادر ومراجع

اہلِ سنت والجماعت عقائد واحکام اور شریعتِ اسلامیہ کے جملہ امور میں دو بنیادی مصادر پر اعتماد کرتے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالی کی کتاب: جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (۱) ترجمہ ''اور تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو، اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہی لوٹانا ہے۔'' مزید اللہ تعالی نے فرمایا ﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم﴾ (۲) ترجمہ ''(مسلمانو!) تمہارے رب کی جانب سے جو کچھ تم پر اتارا گیا ہے اس کی پیروی کرو۔''

(۲) رسول اللہ ﷺ کی سنت: جو کہ وحی ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى☆إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ (۳) ترجمہ ''اور وہ اپنی خواہشِ نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے ہیں☆ وہ تو وحی ہوتی ہے جو ان پر اتاری جاتی ہے۔'' اور اللہ تعالی کا فرمان ہے۔ ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (۴) ترجمہ ''پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

---

(۱) الشوری : ۱۰
(۲) الأعراف : ۳
(۳) النجم : ۳۔۴
(۴) النساء : ۵۹

**عقائد میں خبرِ واحد (۱) کی حجیت:** اہلِ سنت والجماعت کا موقف ہے کہ ہر وہ چیز جو نبی ﷺ سے صحیح ثابت ہے، خواہ وہ متواتر کے قبیل سے ہو یا خبرِ آحاد کے قبیل سے، عقائد سے اس کا تعلق ہو یا فقہی مسائل سے، اس پر یقین واعتقاد رکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے۔

خبرِ واحد حجت ہے، اور وہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، جس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (۲) ترجمہ "ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت کے کچھ لوگ نکلیں، تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں، اور جب اپنی قوم کے پاس واپس لوٹیں تو انہیں اللہ سے ڈرائیں، تاکہ وہ برے کاموں سے پرہیز کریں"

اللہ تعالی نے ایک گروہ (طائفۃ) کو دین کی صحیح سمجھ حاصل کرنے پھر اپنی قوم کو ڈرانے کا حکم دیا ہے، اور طائفہ کا اطلاق ایک آدمی پر اور جماعت پر بھی ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اس لیے اگر (خبرِ واحد سے) حجت قائم نہ ہوتی اور علم یقینی کا فائدہ حاصل نہ ہوتا تو ڈرانے کا سرے سے کوئی فائدہ ہی نہ تھا۔

---

(۱) حدیثِ مقبول کی دو قسمیں ہیں: متواتر اور آحاد

متواتر: وہ حدیث ہے جس کو رواۃ کی ایک بڑی جماعت نے اپنے ہی جیسے راویوں سے روایت کی ہو، جن کا جھوٹ پر یکجا ہونا مستحیل ہو اور حدیث کی نسبت محسوس ومعلوم چیز کی طرف کی ہو۔

آحاد: جس میں متواتر کی شرطیں نہ پائی جائیں (وہ وہ حدیث ہے جس کو عادل اور تام الضبط راوی نے اپنے ہی جیسے راوی سے متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہو جبکہ حدیث شاذ نہ ہو اور نہ ہی اس میں اثر انداز ہونے والی کوئی علت پائی جائے) واضح رہے کہ اصل کتاب میں خبر واحد کی تعریف کے ساتھ (وہ وہ حدیث ہے۔۔۔) کو ذکر کیا گیا ہے جبکہ یہ صحیح حدیث کی تعریف ہے، نیز ہر خبرِ واحد صحیح ہو، کوئی ضروری نہیں) (مترجم)

(۲) التوبۃ: ۱۲۲

نبی ﷺ گاہے بہ گاہے ایک ایک صحابی کو مختلف قبائل کی طرف اسلام کی دعوت دینے ، جھگڑا و لڑائی میں فیصلہ کرنے ، زکوۃ جمع کرنے اور دیگر کاموں کے لیے بھیجتے تھے، جیسا کہ اہل یمن کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر، حضرتِ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اسلام کا داعی و محصل (صدقہ و خیرات جمع کرنے والا) بنا کر اور اہلِ مدینہ کے لیے حضرتِ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اسلام کا داعی بنا کر دعوتِ دین کے لیے بھیجا تھا۔

اگر خبرِ واحد حجت نہ ہوتی، اس سے ابلاغ و تبلیغ کا مقصود حاصل نہ ہوتا اور نہ ہی ان صحابۂ کرام کے انفرادی اخبار پر عمل کرنا واجب ہوتا، تو پھر ان کو (مختلف ممالک و مقامات کی طرف دعوتِ دین کے لیے) بھیجنا بے سود تھا، اور نبی ﷺ ان کے اخبار و احکام کو سرے سے تسلیم ہی نہ کرتے۔

<u>صحیح عقیدہ سے انحراف کے اسباب</u>: صحیح عقیدہ سے انحراف کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

۱/ صحیح عقیدہ سے جہالت و دوری اور اس کے مبادیات و تفاصیل اور شرعی دلائل کا علم حاصل کرنے سے بے رغبتی۔

۲/ آباء و اجداد کے باطل عقائد کی اندھی تقلید۔

۳/ اللہ کے اولیاء اور نیکوکار لوگوں کی شان و شوکت اور قدر و منزلت میں غلو کرنا اور ان کو وہ مقام و مرتبہ عطا کرنا جو صرف اللہ تعالی کی شایانِ شان ہیں۔

۴/ انسان کا اپنی قدرت و طاقت، صلاحیت و لیاقت اور اللہ کی طرف سے عطا کردہ جدید علوم و معارف پر گھمنڈ کرنا، جبکہ دوسری طرف اللہ کی قدرت و عظمت اور بے پناہ علم سے یوں غفلت برتنا کہ انسان کو یہ بھی معلوم نہ رہے کہ اللہ ہی نے انسانوں کو ہر چیز عطا کی ہے۔

۵/ والدین، سماج و معاشرہ، وسائلِ تعلیم اور ذرائعِ ابلاغ کا انحراف۔

# صحیح عقیدہ کے دفاع کے لیے سلفِ صالحین کی کاوشوں کی ایک جھلک

مرورِ ایام اور امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ رسالتِ محمدیہ سے جوں جوں لوگ دور ہوتے گئے، اتنی ہی بدعات وخرافات اور جہالت وناخواندگی ان میں عام ہوتی گئی، پھر اللہ تعالی اپنی مشیت وحکمت کے پیشِ نظر امتِ محمدیہ میں ایسے علماء ومصلحین پیدا فرماتا رہا، جو دینِ محمدی میں سرایت کردہ غلط چیزوں اور باطل عقائد وافکار کی اصلاح فرماتے رہے، جن میں سرِ فہرست مندرجہ ذیل سلفِ صالحین اور ائمۂ کرام رحمہم اللہ ہیں۔

۔حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب عرب میں ارتداد کی ہوا چل پڑی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف متشابہ(۱) آیتوں کے بارے میں فضول وبے تکی باتیں کرنے والوں کے ساتھ۔

۔حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کا زبردست موقف خوارج اور ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ان کی شان میں غلو وزیادتی کی تھی۔

۔حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا پہلی فرصت میں قدریہ کی تردید کرنا۔

ان کے بعد حسن بصری، ابوحنیفہ، مالک، شافعی، دارمی، احمد بن حنبل، ابن خزیمہ، ابن بطۃ، ابن مندہ، ابن عبدالبر، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور اُن کے شاگردِ رشید ابن القیم رحمہم اللہ جیسے ممتاز ائمۂ کرام کا دور آیا جنہوں نے مبتدعین، اہل کلام اور دیگر گمراہ کن فرقوں کی زبردست تردید کی۔

---

(۱) بطورِ مثال صبیغ بن عسل جو متشابہ آیتوں کے بارے میں سوال پہ سوال کیے جا رہا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کوڑے پہ کوڑے لگوائے یہاں تک کہ اس نے توبہ کی اور پھر اس کی توبہ کے مثبت اثرات ظاہر ہونے لگے، تفصیل کے لیے دیکھیے سنن دارمی ۱/۵۵۔۵۶ اور ابن حجر کی الإصابۃ ۲/۱۹۸۔۱۹۹

پھر گذشتہ صدیوں میں جوں جوں بدعات وخرافات اور گمراہیاں بڑھتی گئیں، اللہ تعالی دینِ محمدی کی تجدید کے لیے علماءِ کرام پیدا کرتا رہا، جن میں سرِ فہرست سنت کے حامی وناصر امام محمد بن عبدالوھاب بن سلیمان تمیمی رحمہ اللہ ہیں، جن کی مبارک دعوت وتبلیغ کی بدولت اللہ تعالی نے جزیرۂ عرب کو شرک وبت پرستی اور بدعات وخرافات سے پاک کیا، اوران کی دعوت سے سارے مسلم ممالک کو فیض یاب کیا۔

ایسے ہی امام محمد صنعانی، امام شوکانی، مصر وسوڈان میں انصار السنہ اور ہندوستان میں جماعتِ اہلحدیث کا نام سرفہرست ہے۔

## مشقیں

س/۱۔عقائد کے باب میں سلفِ صالحین کا مرجع و مصدر کیا ہے؟

-------------------------------------------------------------------

-------------------------------------------------------------------

س/۲۔عقائد کے باب میں خبرِ آحاد سے استدلال کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

-------------------------------------------------------------------

-------------------------------------------------------------------

س/۳۔صحیح عقیدہ سے انحراف کے تین اسباب ذکر کریں؟

-------------------------------------------------------------------

-------------------------------------------------------------------

س/۴۔صحیح جواب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ سبب بتائیں۔

ا۔عقیدہ درست رائے اور کامل اجتہاد سے ثابت ہوتا ہے۔

۲۔عقیدہ صرف قرآنِ کریم سے ماخوذ ہے۔

۳۔عقیدہ توقیفی ہے جو صرف دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔

س/۵۔مندرجہ ذیل نصوص کی روشنی میں صحیح عقیدہ سے انحراف کے اسباب ذکر کریں:

ا/اللہ تعالی نے فرمایا﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴾ترجمہ ''اور جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ نے جو نازل فرمایا ہے اس کی اتباع کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا، تو کیا اگر چہ اُن

کے آباء کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ راہ راست پر ہوں (اُنہی کی اتباع کریں گے؟)۔----------

--------------------------------------------------

ب/اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ ترجمہ ''اور کہا کہ لوگو! تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو، اور ''ودّ'' کو نہ چھوڑو، اور نہ ''سواع'' کو، اور نہ ''یغوث'' اور ''نسر'' کو'' ----------

--------------------------------------------------

ج/رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مَامِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْيُنَصِّرَانِهِ أَوْيُمَجِّسَانِهِ'' ''ہر بچہ کی پیدائش دینِ فطرت پر ہوتی ہے پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں'' ----------

--------------------------------------------------

س/۶۔ چند ایسے سلفِ صالحین کا ذکر کریں جنہوں نے عقائد کے باب میں باطل پرستوں اور بدعتیوں کا زبردست مقابلہ کیا۔----------

--------------------------------------------------

# ایمان

ایمان کالغوی معنی: تصدیق کرنا۔(اقرار کرنا)

شریعت کی اصطلاح میں ''زبان سے اقرار کرنا، دل میں (اس کے صحیح ہونے کا) اعتقاد رکھنا اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنا ایمان کہلاتا ہے'' جو اطاعت و فرمانبرداری کرنے سے بڑھتا اور گناہ و نافرمانی کرنے سے گھٹتا ہے۔

زبان سے اقرار کرنا ایمان کہلاتا ہے: اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا﴾ (۱) ترجمہ ''(اے مسلمانو!) تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، اور اس کتاب پر جو ہماری طرف بھیجی گئی۔''

دل میں (اس کے صحیح ہونے کا) اعتقاد رکھنا ایمان کہلاتا ہے: اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ (۲) ترجمہ ''اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے''

اور اعمال ایمان میں داخل ہیں: اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ﴾ (۳) ترجمہ ''اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہارا سابق ایمان (وعمل) ضائع کردے۔''

سنت سے مذکورہ بالا تمام چیزوں پر دلیل جیسا کہ حدیثِ نبوی میں ہے ''الإِيْمَانُ بِضْعٌ وَ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً : أَعْلَاهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ'' (۴) '' ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، جن میں سب سے اعلی شاخ لا الہ الا اللہ کہنا اور سب سے ادنی شاخ

---

(۱) البقرة : ۱۳۶ (۲) الحجرات : ۱۴

(۳) البقرة : ۱۴۳ (۴) صحیح مسلم : ۶۳/۱

راہ وگزرگاہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا ہے، نیز حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔"

دوسری حدیث میں ہے: "مَنْ رَأى مِنكُمْ مُنكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ ، وَذٰلِکَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ "(۱) "تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو چاہئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے روکے، اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں اس کو برا جانے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور ترین درجہ ہے۔"

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ ایمان کا تعلق دل، زبان اور اعضاء و جوارح ہر ایک سے ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے "لَيْسَ الْإِيْمَانُ بِالتَّحَلِّیْ وَلَا التَّمَنِّیْ وَلٰكِنْ مَاوَقَرَ فِی الْقَلْبِ وَصَدَّقَتْهُ الْأَعْمَالُ "(۲) "ایمان نمائش اور آرزوؤں کا نام نہیں، بلکہ ایمان وہ چیز ہے جو دل میں بیٹھ جائے اور اعمال سے اُن کی تصدیق ہو" جس پر دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيْمَاناً ﴾(۳) ترجمہ "اور جب ان کے سامنے اس (اللہ) کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں۔"

---

(۱) صحیح مسلم : ۶۹/۱

(۲) شرح العقيدة الطحاوية ص : ۳۳۹ ط/المكتب الاسلامی

(۳) الأنفال : ۲

# ارکانِ ایمان

ایمان کے چھ ارکان اور ان کے دلائل: صحیح اسلامی عقیدہ کی بنیاد چھ ایسے اصول وقواعد پر ہے جن کو ارکانِ ایمان کے نام سے جانا جاتا ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور تقدیر پر خواہ وہ اچھی ہو یا بری ایمان لانا۔

قرآن سے دلیل: اللہ تعالی کا یہ فرمان ﴿ لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَـٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ﴾(۱) ترجمہ ”حقیقت معنوں میں نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق ومغرب کی طرف پھیرلو، بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، قرآنِ کریم پر اور تمام انبیاء پر“ اور اللہ تعالی کا یہ فرمان ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴾(۲) ترجمہ ”ہم نے ہر چیز کو ٹھیک اندازے کے مطابق پیدا کیا ہے۔“

حدیث سے دلیل: حدیثِ جبریل ہے، جس میں حضرت جبریل علیہ السلام کا آپ ﷺ سے ایمان کے بارے میں سوال کرنا اور آپ ﷺ کا ان کو یہ جواب دینا ”أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ“(۳) ”آپ اللہ پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور تقدیر پر خواہ وہ اچھی ہو یا بری ایمان لائیں“

---

(۱) البقرۃ : ۱۷۷

(۲) القمر : ۴۹

(۳) صحیح مسلم : ۱/۳۶۔۳۷

یہ وہ متفقہ اصول ہیں جو تمام انبیاء ورسل کی شریعتوں میں پائے گئے اوران کی کتابوں میں ان کا ذکر کیا گیا، چنانچہ ان پرایمان لائے اوران کے مقتضی کے مطابق عمل کیے بغیر کسی آدمی کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا ہے۔

اس لیے اگرکوئی ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرتا ہے تو وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہوجائے گا، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے﴿ وَمَن يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلالاً بَعِيداً ﴾(۱) ترجمہ ''اور جو شخص اللہ، اوراس کے فرشتوں، اوراس کی کتابوں، اوراس کے رسولوں، اور یوم آخرت کا انکار کردے گا، وہ گمراہی میں بہت دور چلا جائے گا۔''

نیز اللہ تعالی کا فرمان ہے﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلاً☆ أُوْلَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقّاً وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَاباً مُّهِيناً ﴾(۲) ترجمہ ''بے شک جو لوگ اللہ اوراس کے رسول کا انکار کرتے ہیں، اور اللہ اوراس کے رسول کے درمیان فرق کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان رکھتے ہیں، اور بعض کا انکار کرتے ہیں، اور وہ لوگ دونوں کے درمیان کوئی اور راستہ اپنانا چاہتے ہیں☆ حقیقت معنوں میں وہی لوگ کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

---

(۱) النساء : ۱۳۶

(۲) النساء : ۱۵۰-۱۵۱

# مشقیں

س ا۔ ارکانِ ایمان دلیل کی روشنی میں لکھیں۔

-------------------------------------------------------

-------------------------------------------------------

س ۲/ صحیح جواب منتخب کریں۔

۱/ ایمان قول وعمل کا نام ہے۔---------------------------

۲/ ایمان دل سے اعتقاد کا نام ہے۔--------------------------

۳/ ایمان زبانی کلام کا نام ہے۔----------------------------

۴/ ایمان اعضاء وجوارح سے عمل کرنے کا نام ہے۔-----------------

۵/ ایمان قول وعمل اور اعتقاد کا نام ہے۔----------------------

س ۳/ کیا اعمال ایمان میں داخل ہیں؟ دلیل کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

-------------------------------------------------------

-------------------------------------------------------

# پہلا رکن

## اللہ تعالی پر ایمان

اللہ تعالی پر ایمان لانے کا معنی: اللہ تعالی پر ایمان لانے کا معنی ہوتا ہے، یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالی ہر چیز کا رب، اوراس کا خالق و مالک ہے، وہ اکیلا ہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کا مستحق ہے، صفاتِ کمال سے متصف اور ہر طرح کے عیب ونقص سے پاک وصاف ہے، مزید یہ کہ اس پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ عمل بھی کرتے رہنا ضروری ہے، گویا اللہ تعالی پر ایمان لانا توحید کی تینوں قسموں کو شامل ہے۔

۱/توحیدِ ربوبیت ۲/توحیدِ الوہیت ۳/توحیدِ اسماء وصفات

۱۔ توحیدِ ربوبیت کی تعریف: اللہ تعالی کو اس کے اعمال وافعال میں اکیلا جاننے و ماننے کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اکیلا ہی تمام مخلوقات کا خالق و مالک ہے، وہی روزی دیتا ہے، سارے جہاں کے نظام کو وہی چلاتا ہے، مارنا اور زندہ کرنا سب اسی کی شایانِ شان ہیں، جیسا کہ فرمانِ الہی ہے۔﴿ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾(۱) ترجمہ ”آگاہ رہو کہ وہی سب کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی کا حکم ہر جگہ نافذ ہے، اللہ رب العالمین کی ذات بہت ہی بابرکت ہے۔“

۲۔اللہ تعالی نے لوگوں کی تخلیق توحید پر کی

پیدائشی طور پر توحیدِ ربوبیت ہر کسی کی فطرت میں پائی جاتی ہے، جیسا کہ فرمانِ الہی ہے﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفاً فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ﴾(۲)

---

(۱) الأعراف : ۵۴ (۲) الروم : ۳۰

ترجمہ ”(پس اے نبی!) آپ یکسو ہو کر دینِ اسلام پر قائم رہیے، یہ اللہ کا وہ دینِ فطرت ہے جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے، یہی سچا اور صحیح دین ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ إِلَّا عَلَى الْفِطْرَةِ ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ ۔“(۱) ”ہر بچہ دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں“ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کو مسلمان بنا دیتے ہیں کیونکہ دینِ اسلام فطرت کے عین مطابق ہے۔

<u>اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ملحدین کی تردید</u>: اللہ تعالیٰ کے وجود کا اقرار فطری چیز ہے جس کا انکار فطرت سے بھٹکے ہوئے دہریوں یا کمیونزم کے رنگ میں رنگے ہوئے ملحدوں ہی نے کیا ہے، یا اس کو ماننے سے کبر وغرور کا اظہار کیا ہے، جیسا کہ فرعون اور اس جیسے لوگوں کی حالت رہی ہے۔ ان کے شبہات کی تردید کے لیے ٹھوس دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ☆ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بَل لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴾(۲) ترجمہ ”کیا وہ بغیر خالق کے پیدا ہو گئے ہیں، یا انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو پیدا کر لیا ہے ☆ کیا آسمانوں اور زمین کو انہوں نے پیدا کیا ہے، بلکہ وہ یقین کی دولت سے محروم ہیں۔“

گویا وہ لوگ یا تو بغیر خالق کے پیدا کئے گئے جو کہ بدیہی طور پر باطل ہے کیونکہ کسی کی تخلیق یا ایجاد کے لیے خالق وموجد کا ہونا ضروری ہے۔

اگر ان کا یہ دعویٰ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو پیدا کیا ہے، تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ جس کا وجود نہ ہو وہ

---

(۱) صحیح بخاری : ۲ /۹۸

(۲) الطّور : ۳۵۔۳۶

کیسے صفتِ قدرت سے موصوف ہوسکتا ہے اور پھر کسی کی تخلیق کیسے کرسکتا ہے؟ مزید برآں کہ اس سے کسی طرح کے فعل کا صدور کیسے ممکن ہے؟ اس لیے یہ اقرار کیے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ ان کو کسی خالق نے پیدا کیا ہے، جو اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات ہے۔

## کفار ومشرکین کا توحیدِ ربوبیت کا اقرار کرنا ان کے اسلام میں داخل ہونے کے لیے کافی نہیں

مشرکین نے بھی توحیدِ ربوبیت کا اقرار کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کے تعلق سے قرآنِ مجید میں ذکر کیا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ﴾ (۱) ترجمہ ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہیں گے: اللہ۔'' اللہ تعالی نے دوسری جگہ فرمایا﴿ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴾(۲) ترجمہ ''آپ پوچھیئے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے، یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے، اور کون زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور کون تمام امور کی دیکھ بھال کرتا ہے، وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ۔ تو آپ کہیئے کہ پھر تم لوگ شرک سے کیوں نہیں بچتے ہو۔''

اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان سے جہاد کیا اور صرف ان کے توحیدِ ربوبیت کے اقرار پر اکتفاء نہ کیا، اگر وہ عقل وخرد سے کام لیتے تو توحیدِ الوہیت کا بھی اقرار کرتے اور صرف اللہ ہی کی عبادت وبندگی کرتے، جس طرح انہوں نے اقرار کیا تھا کہ وہ ان کا خالق ومالک، رازق، زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے، تو پھر غیر اللہ کی عبادت وبندگی کیوں کرتے تھے اور غیر اللہ کو اس کی جگہ معبود کیوں مانتے تھے؟

---

(۱) لقمان : ۲۵

(۲) یونس : ۳۱

معلوم یہ ہوا کہ صرف توحیدِ ربوبیت کا اقرار انسان کے اسلام میں داخل ہونے کے لیے کافی نہیں ہے، بلکہ اسلام میں دخول کے بعد جس کی وجہ سے انسان کے جان و مال کی حفاظت ہوتی ہے، وہ لا الہ الا اللہ کی شرطوں پر پورا اترنا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف اور صرف اللہ ہی کی عبادت و بندگی کی جائے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا "أُمِرْتُ أنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّى يَشْهَدُوْا أنْ لَا إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ وَ أنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ"(۱) ترجمہ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ یہ گواہی دینے لگیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء و رسل اور ان کی امتیوں کے درمیان اختلاف توحیدِ الوہیت کی وجہ سے ہوا، جو کہ ہر قسم کی عبادت و بندگی کو صرف اور صرف اللہ کے لیے خالص کرنے کا متقاضی ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری ۱۱۰/۲ ، صحیح مسلم : ۵۲/۱

# مشقیں

۱/ایمان باللہ (اللہ پرایمان لانا) کی تعریف کریں۔----------------------------------

------------------------------------------------------------------------------------

۲/توحید کی تینوں قسمیں ذکر کریں۔----------------------------------------

------------------------------------------------------------------------------------

۳/توحیدِ ربوبیت کی تعریف دلیل کی روشنی میں کریں۔--------------------------

------------------------------------------------------------------------------------

۴/انسان کی پیدائش فطرتی طور پر توحید ربوبیت پر ہوئی ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟----------

------------------------------------------------------------------------------------

۵/کیا صرف توحیدِ ربوبیت کا اقرار کافی ہے؟---------------------------------

------------------------------------------------------------------------------------

۶/اللہ تعالی کے وجود کے انکار کرنے والوں کی تردید کیسے کریں گے؟------------------

------------------------------------------------------------------------------------

## ۲۔توحیدِ الوہیت

ا۔توحیدِ الوہیت کی تعریف: اللہ تعالیٰ کو بندوں کے ان تمام اعمال وافعال میں اکیلا جاننا و ماننا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مشروع کئے ہیں، اس طور پر کہ عبادت و بندگی کے جملہ انواع و اقسام کے استحقاق میں اللہ تعالیٰ کو یکتا و منفرد تسلیم کیا جائے جیسے دعا، ڈر، امید، محبت، نماز، حج اور توبہ وغیرہ۔

۲۔جن وانس کی تخلیق کا مقصد: جن وانس کی تخلیق کا بنیادی مقصد صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت وبندگی کرنا ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (۱) ترجمہ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں''

۳۔توحیدِ الوہیت کی اہمیت: توحیدِ الوہیت دینِ اسلام کا اول وآخر، ظاہر وباطن اور نہایت ہی اہمیت کا حامل فریضہ ہے کیونکہ:

ا۔اسی کے لیے جن وانس کی تخلیق ہوئی۔

ب۔موحدین اور کفار ومشرکین کے درمیان یہی حد فاصل ہے اور اسی کے مطابق دنیا اور آخرت میں حساب وکتاب ہوگا۔ (بدلہ دیا جائے گا)

ج۔اسی کے لیے انبیاء ورسل کی بعثت ہوئی اور کتابیں نازل کی گئیں اور یہی انبیاء ورسل کی دعوت کا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ (۲) ترجمہ ''اور ہم نے ہر گروہ کے پاس ایک رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو

---

(۱) الذاریات : ۵۶
(۲) النحل : ۳۶

اور شیطان اور بتوں کی عبادت سے بچتے رہو۔"

مزید اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (۱) ترجمہ "اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھی بھیجا، اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لئے تم سب میری ہی عبادت کرو۔"

ہر رسول نے اسی توحید کی دعوت دی جو کہ "لا الہ الا اللہ" کا خلاصہ ہے، جیسا کہ اللہ نے ان کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا ہے ﴿اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾ (۲) ترجمہ "اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔"

د۔ توحید الوہیت ہی کے بارے میں انبیاء و رسل اور ان کی امتوں کے درمیان اختلافات ہوئے اور جب نبی ﷺ نے ان کو اس کی طرف دعوت دی تو انکار کرتے ہوئے کہنے لگے ﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهاً وَاحِداً إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ (۳) ترجمہ "کیا اس نے تمام معبودوں کا ایک معبود بنا دیا ہے، یقیناً یہ بات بہت زیادہ تعجب میں ڈالنے والی ہے۔"

پھر نبی ﷺ نے ان سے جہاد و قتال کیا اور ان کے صرف توحید ربوبیت کے اقرار پر اکتفاء نہ کیا۔

---

(۱) الأنبیاء : ۲۵

(۲) الأعراف : ۸۵

(۳) ص : ۵

## کلمۂ توحید ''لا الہ الا اللہ'' کا معنی اور اس کی شرطیں

ا۔لا الہ الا اللہ کا معنی: اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔

اِلہ کی تعریف: یعنی معبود وہ ہے جس کی اطاعت و بندگی دل سے اس کی تعظیم کرتے ہوئے، اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کی ذات سے امید کرتے ہوئے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ کی جائے۔

ب/کلمہ طیبہ کے ارکان :

اس کے دو ارکان ہیں ا۔ نفی ۲۔ اثبات

''لا اِلہ'' کے ذریعہ اللہ تعالی کے سوا جن جن معبودانِ باطلہ کی عبادت و بندگی کی جاتی ہے، اس میں ان سبھوں کی نفی کی گئی ہے۔

اور ''اِلا اللہ'' کے ذریعہ صرف اور صرف اللہ تعالی کے لیے الوہیت اور عبادت کا اثبات ہے۔

ج/لا الہ الا اللہ کی سات شرطیں ہیں جن کو کسی شاعر نے ایک ہی شعر میں یوں جمع کر دیا ہے:

عِلْمٌ يَقِيْنٌ وَّإِخْلَاصٌ وَّ صِدْقُکَ مَعَ مُحَبَّةٍ وَّانْقِيَادٍ وَّالْقَبُوْلِ لَهَا

علم، یقین، اخلاص، سچائی، محبت، تابعداری اور قبول (لا الہ الا اللہ کی یہ سات شرطیں ہیں)

پہلی شرط: علم: لا الہ الا اللہ کا مثبت و منفی معنی جاننا اور اس کے منافی امور سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ﴾(۱) ترجمہ ''پس اے میرے نبی! آپ جان لیجئے کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور آپ اپنے گناہوں کے لئے مغفرت طلب کرتے رہئے۔''

صحیح مسلم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے ''مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ

---

(۱) محمد: ۱۹

الْجَنَّةَ''(۱)''جو شخص یہ یقین رکھتے ہوئے فوت ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں تو وہ جنتی ہے۔''

دوسری شرط: یقین: جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾(۲) ترجمہ''اے ایمان والو! تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔''

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے''أَشْهَدُ أَلَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيْهِمَا إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ ''(۳)''جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور اس میں ذرہ برابر شک وشبہ کیے بغیر اللہ سے اس کی ملاقات ہوئی تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

تیسری شرط: اخلاص: خلوصِ دل کے ساتھ کلمہ کا اقرار کرنا نہ کہ تقلیدی طریقہ پر رائج عام عادت کو اپنانا، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ﴾(۴) ترجمہ''آگاہ رہئے کہ خالص بندگی صرف اللہ کے لئے ہے۔''اور اللہ تعالی نے فرمایا﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصاً لَّهُ الدِّيْنَ ﴾(۵) ترجمہ''پس آپ اللہ کی بندگی، اس کے لئے دین کو خالص کر کے کرتے رہئے۔''

---

(۱) صحیح مسلم : ۹۳/۱

(۲) الحجرات : ۱۵

(۳) صحیح مسلم : ۵۵/۱-۵۷

(۴) الزمر : ۳

(۵) الزمر : ۲

آپ ﷺ نے فرمایا "أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصاً مِنْ قَلْبِهِ "(۱) "سب سے زیادہ میری شفاعت کا مستحق وہ شخص ہے جس نے خلوصِ دل سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہوگا۔"

چوتھی شرط: صدق: سچائی وراستبازی جس میں کذب ودروغ گوئی کی آمیزش نہ ہو، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿الم ☆ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ☆ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ﴾(۲) ترجمہ "الم ☆ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ان کے صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے، انہیں چھوڑ دیا جائے گا، اور وہ آزمائش میں نہیں ڈالے جائیں گے ☆ اور ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمائش میں ڈالا تھا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں، پس اللہ یقیناً صادق الایمان لوگوں کو جانے گا اور انہیں بھی جانے گا جو دعویٰ ایمان میں کاذب ہیں۔"

صحیح بخاری میں مرفوعاً مروی ہے "مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صِدْقاً مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ "(۳) "جو کوئی بھی صدقِ دل سے کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے تو اللہ تعالی اس کو جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔"

پانچویں شرط: محبت: کلمہ طیبہ، اس کے تقاضوں اور اس پر عمل پیرا لوگوں سے محبت کرنا اور اس کے انکار کرنے والوں سے بغض وعناد رکھنا، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَاداً يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبّاً لِّلَّهِ﴾(۴) ترجمہ "بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کا شریک

---

(۱) صحیح بخاری : ۳۳/۱

(۲) العنکبوت : ۱۔۳

(۳) صحیح بخاری : ۴۱/۱

(۴) البقرۃ : ۱۶۵

اوروں کوٹھہرا کران سے ایسی محبت رکھتے ہیں، جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہئے اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔"

چھٹی شرط: انقیاد: کلمہ کے تقاضوں کی من وعن پیروی کرنا اور ذرہ برابر بھی ان سے اعراض وروگردانی نہ کرنا۔

ساتویں شرط: قبول: کلمہ کے مقتضیات کو دل وجان اور زبان سے قبول کرنا کیونکہ اللہ تعالی نے اس کلمہ سے روگردانی کرنے والے ایسے مغرور لوگوں کے بارے میں عذابِ الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جو کہ دل وجان سے اس کونہیں مانتے تھے ﴿وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ﴾ (۱) ترجمہ "اور تم سب اپنے رب کی طرف رجوع کرواور اسی کی اطاعت وبندگی میں لگے رہو"

نیز اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ☆ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ﴾ (۲) ترجمہ "ان سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو کبر وغرور کا اظہار کرتے تھے ☆ اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک باولے شاعر کی باتوں میں آکر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں"

دو لا الہ الا اللہ کی فضیلت: یہ سب سے عظیم ترین کلمہ ہے جس کو انسان کہتا ہے جو کہ ملتِ اسلامیہ کی بنیاد، دین کی اساس اور انبیاء ورسل کی دعوت کا خلاصہ ہے۔

یہ کلمہ صرف زبانی حد تک نہ ہو جس کو انسان اس کا معنی ومفہوم سمجھے بغیر یونہی زبانی طور پر کہتا رہے اور اس پر عمل نہ کرے، بلکہ صحیح معنوں میں اس کا پورا پورا فائدہ تو اس وقت ہوتا ہے جب اس کا معنی سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے اور اس کے منافی امور سے دور رہا جائے۔

---

(۱) الزمر : ۵۴

(۲) الصافات : ۳۵-۳۶

جوں جوں اور جس قدر انسان اس کلمہ کا گرویدہ ہوتا جائے گا اتنا ہی وہ اس کے فوائد وفضائل سے لطف اندوز ہوگا، جن میں سے چند کا ذکر مندرجہ ذیل سطور میں ہے۔

## کلمۂ توحید کے فوائد:

۱۔ جنت میں دخول: جیسا کہ حضرتِ ابوذر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے "مَامِنْ عَبْدٍ قَالَ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ "(۱) "جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا پھر اسی پر اس کی موت ہوئی تو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔"

۲۔ جہنم سے نجات و چھٹکارا: جیسا کہ حضرتِ عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "فَإِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ "(۲) "بلاشبہ اللہ تعالی نے اس کو آگ پر حرام کردیا ہے جس نے اللہ کی رضامندی کے لیے لا إلہ إلا اللہ کہا"

۳۔ جہنم سے نکالا جانا: جیسا کہ صحیح بخاری کی شفاعت والی لمبی حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل فرمائے گا "أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيْمَانٍ "(۳) "جہنم سے ہر اس شخص کو نکالو جس نے لا إلہ إلا اللہ کہا ہوگا اور اس کے دل میں دانہ کے برابر بھی ایمان رہا ہوگا۔"

۴۔ شفاعتِ نبوی کے حصول کا سبب: جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے "أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ مَنْ قَالَ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصاً مِنْ قَلْبِهِ "(۴) "میری شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جس نے

---

(۱) صحیح بخاری ۷/۴۳ ، صحیح مسلم ۱/۹۵ (۲) صحیح بخاری ۲/۵۵۔۵۶ ، صحیح مسلم ۱/۶۱۔۶۲
(۳) صحیح بخاری ۸/۲۰۱۔۲۰۲ ، صحیح مسلم ۱/۱۷۰
(۴) صحیح بخاری و صحیح مسلم (یہ حدیث صرف صحیح بخاری ۱/۲۳۵ کتاب العلم، باب رقم ۳۳، باب الحرص علی الحدیث میں ہے، دیکھئے تحفۃ الأشراف ۹/۱۳۰۰۱) (مترجم)

خلوصِ دل سے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا''

۵۔ کلمۂ توحید دنیا میں جان و مال کی حفاظت کا ذریعہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''أُمِرْتُ أنْ أُقَاتِلَ النَّاسِ حَتّى يَقُوْلُوْا لاإلٰهَ إلَّا اللّٰهُ ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْعَصَمَ مِنِّىْ مَالَهُ وَ نَفْسَهُ إلَّابِحَقِّهِ ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ "(۱) '' مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ لا إلہ إلا اللہ کا اقرار کرلیں چنانچہ جس نے اس کو کہا اس نے مجھ سے اپنے جان و مال کی حفاظت کرلی سوائے اسلام کے حق کے اور اس کا حساب اللہ تعالی پر ہے۔''

۶۔ دنیا وآخرت میں امن وامان کا حصول: جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُوْلَئِكَ لَهُمُ الأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُوْنَ ﴾(۲) ترجمہ '' جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا، انہی کے لئے امن ہے، اور وہی راہ راست پر ہیں''

---

(۱) صحیح بخاری ۲/۱۱۰ ، صحیح مسلم ۱/۵۲

(۲) الأنعام : ۸۲

# مشقیں

س ۱/ توحید الوہیت کی تعریف کریں۔-------------------------

-----------------------------------------------

س ۲/ جن وانس کی تخلیق میں کیا حکمت ہے؟-------------------

-----------------------------------------------

س ۳/ لا إلہ إلا اللہ کا معنی صحیح جواب کی روشنی میں بتائیں:

۱/ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں-------------------------

۲۔ اللہ کے سوا کوئی خالق و رازق ہے اور نہ مارنے والا اور نہ زندہ کرنے والا-----------

۳/ اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں-------------------------

۴/ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں----------------------

س ۴/ لا إلہ إلا اللہ کے ارکان لکھیں-----------------------

-----------------------------------------------

س ۵/ لا إلہ إلا اللہ کی تین شرطیں دلیل کی روشنی میں لکھیں------------

-----------------------------------------------

س ٦/ لا إلہ إلا اللہ کے فوائد میں سے امن وامان کا دنیا میں حاصل ہونا ہے، اس کی دلیل پیش کریں۔

-----------------------------------------------

-----------------------------------------------

## ۳۔ توحیدِ اسماء وصفات

**(ا) توحیدِ اسماء وصفات کا مفہوم اور اس پر دلائل**: اس بات پر یقین کامل رکھنا کہ اللہ عزوجل صفات کمال سے متصف اور ہر طرح کے عیب ونقص سے پاک وصاف ہے، اور ایسے ہی ان تمام چیزوں پر بغیر کسی طرح کی کمی وزیادتی، تحریف ☆ وتعطیل اور تشبیہ وتمثیل کے ایمان رکھنا جن سے اللہ تعالی نے اپنے آپ کو یا اس کے رسول ﷺ نے اللہ کو موصوف کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (۱) ترجمہ ''کوئی چیز اس کے مانند نہیں، اور وہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔''

مزید اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۲) ترجمہ ''اور اللہ کے بہت ہی اچھے نام ہیں، پس تم لوگ اسے انہی ناموں کے ذریعہ پکارو اور ان لوگوں سے برطرف ہو جاؤ جو اس کے ناموں کو بگاڑتے ہیں (اس کے غلط معنی بیان کرتے ہیں) اور انہیں عنقریب ان کے کئے کی سزا دی جائے گی''

---

(۱) الشوری : ۱۱ (۲) الأعراف : ۱۸۰ ☆ تحریف نص کو لفظی یا معنوی طور پر بدل ڈالنا۔ تحریف لفظی: لفظ میں کسی طرح کی تبدیلی کو کہتے ہیں جیسے پیش کی جگہ زبر پڑھنا، مثال کے طور پر ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيماً﴾ میں لفظِ جلالہ کو فتحہ کے ساتھ پڑھنا وغیرہ ۔ تحریفِ معنوی: لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے بغیر کسی دلیل کے پھیر دینا جیسے ید کا ترجمہ ہاتھ سے نہ کرنا، بلکہ اس سے مراد طاقت وقوت لینا۔ تعطیل: اللہ تعالی کے اسماء وصفات کا انکار کرنا خواہ بالکلیہ ہو جیسا کہ جہمیہ کا باطل عقیدہ ہے یا جزئی طور پر ہو جیسا کہ معتزلہ اور اشاعرہ وغیرہ باطل فرقوں کا عقیدہ ہے۔ تشبیہ: کسی چیز کو کسی دوسری چیز کے مشابہ قرار دینا۔ یعنی اللہ تعالی کے اسماء وصفات کو غیر اللہ کے اسماء وصفات کے مشابہ قرار دینا۔
تمثیل: کسی چیز کی نظیر ثابت کرنا مثال کے طور پر یہ کہنا کہ اللہ تعالی کے ہاتھ انسان کے ہاتھ کی طرح ہیں۔ (والعیاذ باللہ)
(مترجم)

**(۲) نصوصِ صفات کے متعلق واجبی امر:** :اللہ تعالی کی صفات کے بارے میں وارد شرعی نصوص کے الفاظ اوران کے معانی کو جوں کا توں ماننا جواللہ کی شایانِ شان ہوں۔

صفات کے معانی ہمیں معلوم ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے ہمیں فصیح عربی زبان میں مخاطب کر کے اس میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَآئِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۱) ترجمہ ''اور اللہ کے بہت ہی اچھے نام ہیں، پس تم لوگ اسے انہی ناموں کے ذریعہ پکارو اور ان لوگوں سے برطرف ہوجاؤ جو اس کے ناموں کو بگاڑتے ہیں (اس کے غلط معنی بیان کرتے ہیں) اور انہیں عنقریب ان کے کئے کی سزادی جائے گی''

اگر ان کا معنی ہمیں معلوم نہ ہوتا تو پھر ان میں غور وفکر کرنے کا حکم دینا بے سود تھا۔

جہاں تک اللہ کی صفات کی کیفیات اور حقائق کا معاملہ ہے تو انہیں صرف اللہ تعالی ہی جانتا ہے، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے جب ان سے اللہ کے فرمان ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾ (۲) ترجمہ'' رحمٰن (نہایت رحم کرنے والا) عرش پر مستوی ہے'' میں مذکور استواء کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے جواب دیا ''الاسْتِوَاءُ مَعْلُومٌ، وَالْكَيْفُ مَجْهُولٌ، وَالإِيْمَانُ بِهِ وَاجِبٌ، وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ'' (۳) ''اللہ تعالی عرش پر مستوی ہے، یہ معلوم ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس بابت سوال کرنا بدعت ہے'' یعنی کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

استواء کی کیفیت کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ کا جواب اللہ کی جملہ صفات کے بارے میں قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

---

(۱) الأعراف : ۱۸۰ (۲) طہ : ۵

(۳) دیکھئے: حلیۃ الأولیاء: ۶/۳۲۵-۳۲۶

## اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق سلفِ صالحین رحمہم اللہ کے اقوال☆

۱۔امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ واضح کیا ہے کہ ''أَنَّ لِلّٰهِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی أَسْمَاءً وَصِفَاتٍ جَاءَ بِهَا كِتَابُهُ وَأَخْبَرَ بِهَا نَبِيُّهُ ﷺ أُمَّتَهُ ، لَايَسَعُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَامَتْ لَدَيْهِ الْحُجَّةُ أَنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ بِهِ ، وَصَحَّ عِنْدَهُ قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَارُوِيَ عَنْهُ أَنْ يَّعْدِلَ إِلٰى خِلَافِهِ ، فَإِنْ خَالَفَ ذٰلِکَ بَعْدَ ثُبُوْتِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِ ، فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ''(۱) ''اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ان کی خبر دی ہے تو پھر کسی انسان کے لیے جس کو اس بات کا علم ہو جائے کہ قرآن میں ان کا ذکر ہے یا صحیح سند و متن کے ساتھ وہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں، ان سے سرِ مو انحراف کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس نے حجت قائم ہونے کے بعد اس کی مخالفت کی تو اس نے اللہ عزوجل کے ساتھ کفر کیا''

۲۔امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا'' صِفُوْا اللّٰهَ بِمَاوَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ ، وَانْفُوْا عَنِ اللّٰهِ مَانَفَاهُ عَنْ نَفْسِهِ '' (۲) ''اللہ کو ان چیزوں سے موصوف کرو جن سے اس نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے اور ان چیزوں سے اللہ کو پاک وصاف گردانو جن سے اس نے اپنے آپ کو پاک وصاف گردانا ہے۔''

۳۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا'' لَايُوْصَفُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِصِفَاتِ الْمَخْلُوْقِيْنَ ، وَغَضَبُهُ وَرِضَاهُ مِنْ صِفَاتِهِ بِلَاكَيْفٍ ، وَهُوَ قَوْلُ جَمَاعَةِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ، وَنَصِفُهُ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ ''(۳)''اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی صفات سے موصوف نہیں کیا جائے گا ،اس کا غصہ میں آنا اور خوش ہونا اس کی صفات میں سے ہیں جن کی کیفیت معلوم نہیں، جیسا کہ اہلِ سنت والجماعت کا موقف ہے، اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کو

---

(۱) دیکھئے : الطبقات لابن أبي یعلی : ۱/۲۸۳ (۲) مناقب الامام أحمد لابن الجوزی ص : ۲۲۱

(۳) الفقہ الأبسط: ۵۶ ☆ واضح رہے کہ اس سرخی کا اضافہ طلبہ کے فائدے کے لیے کیا گیا ہے۔(مترجم)

ویسے ہی موصوف کریں گے جیسا کہ اس نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے۔"

۴۔امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ نعیم بن حماد رحمہ اللہ نے کہا ہے: "مَنْ شَبَّهَ اللّٰهَ بِشَيْءٍ مِّنْ خَلْقِهٖ فَقَدْ كَفَرَ، وَمَنْ أَنْكَرَ مَا وَصَفَ اللّٰهُ بِهٖ نَفْسَهٗ فَقَدْ كَفَرَ، فَلَيْسَ مَا وَصَفَ اللّٰهُ بِهٖ نَفْسَهٗ وَرَسُوْلُهٗ تَشْبِيْهاً "(۱) "جس نے اللہ کو اس کی مخلوق میں سے کسی چیز سے تشبیہ دی تو اس نے کفر کیا اور جس نے کسی ایسی چیز کا انکار کیا جس سے اللہ تعالی نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے تو اس نے بھی کفر کیا کیونکہ اللہ نے اپنے آپ کو اور اس کے رسول ﷺ نے اللہ تعالی کو جن صفات سے متصف کیا ہے ان میں چنداں تشبیہ نہیں

## (۳) اللہ تعالی کی چند صفات کا ذکر:

اللہ تعالی کی صفات بلند و بالا اوصاف کی حامل اور ہر طرح کے عیوب سے پاک وصاف ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں سے مندرجہ ذیل بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:۔

اُرحیاۃ: (زندگی) اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (۲) ترجمہ "اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور تمام کائنات کی تدبیر کرنے والا ہے۔"

ب رعلم: اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (۳) ترجمہ "بے شک اللہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔"

ج رقدرت: اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (۴) ترجمہ "اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

---

(۱) اللالکائی : ۲ / ۵۳۲ (۲) البقرۃ : ۲۵۵

(۳) التوبۃ : ۱۱۵ (۴) الحشر : ۶

د/سمع و بصر۔سننا اور دیکھنا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾(۱)
ترجمہ ''کوئی چیز اس کے (اللہ کے) مانند نہیں، اور وہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔''

ھ/کلام (بات چیت کرنا) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے﴿وَكَلَّمَ اللّهُ مُوسَى تَكْلِيماً﴾(۲) ترجمہ ''اور اللہ نے موسیٰ سے بول کر بات کی۔''

و/ارادہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾(۳) ترجمہ ''وہ جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔''

ز/استواء (عرش پر مستوی ہونا) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾(۴) ترجمہ ''رحمٰن۔نہایت رحم کرنے والا۔عرش پر مستوی ہے''

ح/دو ہاتھ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے﴿مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾(۵) ترجمہ ''میں نے جسے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے، اسے سجدہ کرنے سے تمہیں کس بات نے روک دیا ہے۔''

ط/علو (بلندی) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے﴿أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاء أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الأَرْضَ﴾(۶) ترجمہ ''کیا تم اس ذات کی طرف سے مطمئن ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔''

ی/وجہ (چہرہ) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے﴿وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾(۷) ترجمہ ''اور آپ کے رب کی ذات باقی رہ جائے گی جو جلال اور عزت والا ہے۔''

---

(۱) الشوریٰ : ۱۱ (۲) النساء : ۱۶۴
(۳) البروج : ۱۶ (۴) طٰہٰ : ۵
(۵) ص : ۷۵ (۶) الملک : ۱۶
(۷) الرحمٰن : ۲۷

ک۔نزول: نبی ﷺ کا فرمان ہے ''يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِيْرِ فَيَقُوْلُ : مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ ؟ مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهُ ؟ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَلَهُ؟'' (۱) ''اللہ تعالی ہر رات آسمانِ دنیا پر نزول کرتا ہے جب رات کا آخری حصہ باقی رہ جاتا ہےاور فرماتا ہے ''کون ہے جو مجھے پکارے میں اس کی پکار سنوں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے تا کہ میں اس کو نوازوں؟ اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تا کہ میں اسے بخش دوں؟''

**(۴) اللہ تعالی کے اسماء حسنی کا بیان:** اللہ تعالی کے اسماء حسنی بے شمار ہیں، جن کو کسی متعین عدد کے دائرہ تک محدود نہیں کیا جا سکتا ہے، ان میں سے چند کے بارے میں اللہ تعالی نے ہمیں باخبر کیا ہےاور جبکہ دیگر کو اپنے تک محدود رکھا ہے، جیسا کہ حدیثِ نبوی میں ہے ''أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَلَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْأَنْزَلْتَهُ فِيْ كِتَابِكَ أَوْعَلَّمْتَهُ أَحَداً مِنْ خَلْقِكَ أَوِاسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَصَدْرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذِهَابَ هَمِّيْ وَغَمِّيْ'' (۲) ''اے اللہ! میں تم سے ہر اس نام کے ذریعہ سوال کرتا ہوں جس سے تو نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے یا جس کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس کا علم عطا کیا ہے یا اپنے پاس علمِ غیب میں اسے محفوظ رکھا ہے کہ تو قرآنِ کریم کو میرے دل کے لیے بہار، سینہ کے لیے روشنی، حزن و ملال سے دوری اور غم والم سے چھٹکارے کا سبب بنا دے۔''

اسمائے حسنی کے بارے میں جانکاری حاصل کرنے کے لیے صرف اور صرف شرعی نصوص ہی ہمارے مصادر ہیں، اس لیے کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالی کو کسی ایسے نام سے موسوم کرے جو کتاب وسنت سے

---

(۱) صحیح بخاری ۴۷/۲ ، صحیح مسلم ۵۲۱/۴

(۲) مسند احمد ۴۵۲،۳۹۱/۱ صحیح سند کے ساتھ

ثابت نہیں ہے۔

یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالی کے ہر نام سے کوئی نہ کوئی صفت مشتق ہوتی ہے بطور مثال رحمٰن سے صفتِ رحمت مشتق ہوتی ہے اور ایسے ہی عزیز سے صفتِ عزت کا اشتقاق ہوتا ہے۔

## (۵) اللہ تعالی کے چند اسماءِ حسنی کا ذکر

اللہ تعالی کے چند اسماءِ حسنی کا ذکر قرآنِ کریم میں یوں ہے ﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ، هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ،هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾(۱) ترجمہ ”وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ غائب وحاضر ہر چیز کا جاننے والا ہے، وہ نہایت مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے، وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ شہنشاہ ہے، ہر عیب سے پاک ہے، سلامتی دینے والا ہے، امن وسکون عطا کرنے والا ہے، سب کا نگہبان ہے، زبردست ہے، ہر چیز پر غالب ہے، شانِ کبریائی والا ہے، اللہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے، وہ اللہ پیدا کرنے والا ہے، ہر مخلوق کو اس کا وجود دینے والا ہے، اس کی صورت بنانے والا ہے، تمام پیارے نام اس کے لئے ہیں، آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی ہر چیز اسی کی پاکی بیان کرتی ہے، اور وہ زبردست، بڑی حکمتوں والا ہے“

---

(۱) الحشر: ۲۲-۲۴

## (٦) اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان لانے کے فوائد

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان لانے سے مسلمان کی زندگی پر عظیم اثرات مرتب ہوتے ہیں، مسلمان اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے جوں جوں آگاہ ہوتا جائے گا اس کو اتنا ہی زیادہ اپنے رب ومعبود کے بارے میں علم حاصل ہوگا، پھر اللہ کے اسماءِ حسنیٰ کے ذریعہ وہ اس کو پکارے گا، ان کے معانی ومدلولات پر غور وفکر کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور جلالتِ عظمیٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے پوری طرح یکسو ہو کر اس کی عبادت وبندگی کرے گا جس کے اثرات اس کی زندگی ومعاملات پر بھی پڑیں گے۔

مثال کے طور پر صفتِ علم سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی اس پر نگرانی کا احساس، اس عظیم ذات سے شرم وحیا اور اس ذات پاک سے انس ومحبت اور قلبی راحت واطمینان حاصل ہوتا ہے۔

ایسے ہی صفتِ قدرت سے انسان کے دل میں اللہ کا خوف وڈر، اس کے وعدہ پر اعتماد اور اس کے حکم کی تعظیم پیدا ہوتی ہے۔

صفتِ رحمت سے اپنے مولیٰ سے امید، توبہ کی قبولیت اور جنت میں دخول کے لیے حرص کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔

صفتِ سمع وبصر سے انسان کے اندر گناہوں سے دوری، اطاعت وفرمانبرداری کی طرف رجحان اور خالق ومالک سے احسان کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

صفتِ حفظ انسان کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد وبھروسہ کرنے اور پورے عزم وجزم کے ساتھ راہِ حق پر ثابت قدم رہتے ہوئے آگے بڑھنے پر آمادہ کرتی ہے۔

صفتِ غنیٰ ورزق انسان کے اندر اللہ تعالیٰ سے لو لگانے اور لوگوں کے مال ودولت سے زہد وقناعت اختیار

کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

صفتِ **جبروت**، **ملکوت**، **کبریاء** اور **عظمت** سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور شان و شوکت کا بخوبی علم ہوتا ہے، جن کے سامنے مخلوق کی عظمت و کبریائی اور شان و شوکت کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے دیگر اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ علیا کے بارے میں غور و فکر کرنا جن سے مردِ مومن کے اندر عبادت و بندگی اور اللہ کے لیے خشوع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کے آثار اس کی زندگی پر عیاں ہوتے ہیں۔

# مشقیں

س ۱/ توحید اسماء وصفات سے کیا مراد ہے؟ دلیل کی روشنی میں لکھیں۔

س ۲/ صفات کے نصوص کے تعلق سے ہم پر کیا واجب ہے؟

س ۳/ مندرجہ ذیل شرعی نصوص میں مذکور چند صفات کا ذکر کریں۔

۱/ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾

۲/ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾

۳/ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾

۴/ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

۵/ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾

۶/ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾

۷/ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾

۸/ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

۹/ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾

۱۰/ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ﴾

س ۴/ اسماء حسنی کی معرفت کے لیے کیا مصدر ہے؟ اور کیا ان کی تعداد محدود ہے؟

س ۵/ اسماء وصفات پر ایمان لانے سے انسانی زندگی پر کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

# عبادت وبندگی

## (۱) عبادت کی تعریف

اسلام میں عبادت وبندگی کا مفہوم بہت وسیع ہے جو دیگر تحریف شدہ ادیان وملل اور باطل وفاسد مذاہب کے معانی ومفاہیم سے سراسر مختلف ہے۔

اسلام میں عبادت: عبادت ایک ایسا جامع اسم ہے جو ان تمام ظاہری وباطنی اقوال وافعال کو شامل ہے جن کو اللہ تعالی پسند کرتا اور ان سے خوش ہوتا ہے۔

ظاہری عبادت کی مثال: شہادتین کا اقرار کرنا، نماز پڑھنا، زکوۃ دینا، روزہ رکھنا، حج کرنا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، پریشانِ حال کی مدد کرنا، مظلوم کی حمایت کرنا اور اللہ تعالی کی طرف دعوت دینا وغیرہ۔

باطنی اعمال کی مثال: اللہ پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور تقدیر پر خواہ اچھی ہو یا بری ایمان لانا، اللہ تعالی کی خشیت، اس سے خوف، امید، اللہ پر بھروسہ واعتماد، اس سے مدد طلبی، اللہ کے لیے کسی سے محبت وعداوت اور بغض وعناد یا قربت ونزدیکی وغیرہ۔

گویا اسلام میں عبادت ہر اس چیز کو شامل ہے جس کے ذریعہ بندہ اپنے رب کی قربت ونزدیکی حاصل کرتا ہے، ان تمام اقوال وافعال کے ذریعہ جو شریعت کے مطابق ہوں، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (۱) ترجمہ ''آپ کہئے کہ میری نماز اور میری قربانی، اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔''

---

(۱) الأنعام: ۱۶۲

## (۲) عمل کی قبولیت کی شرطیں

عمل کی قبولیت کے لیے دو بنیادی شرطیں ہیں:

۱۔ اخلاص وللّٰہیت جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ (۱) ترجمہ ''آگاہ رہئے کہ خالص بندگی صرف اللہ کے لئے ہے۔''

اور صحیح بخاری ومسلم میں ہے ''إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ'' (۲) ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''

۲۔ عمل کا سنت وشریعت کے موافق ہونا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ ''مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ'' (۳) وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: ''مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ'' (۴) ''جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ ''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے حکم کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔''

## عبادت وبندگی میں اللہ تعالیٰ کو منفرد ماننے کا وجوب

ہر شخص پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت کی تمام تر قسموں میں اکیلا جانے اور غیر اللہ کو کسی چیز میں اللہ کا ساجھی وشریک نہ مانے، نہ فرشتوں کو، نہ انبیاء ورسل کو اور نہ ہی کسی ولی وغیرہ کو، بلکہ ہر شخص پر واجب ہے کہ اپنے کامل دین کو یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی کے لیے خالص کرے، اسی لیے قرآنِ کریم کا سب سے پہلا حکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت وبندگی کا حکم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے۔

---

(۱) الزمر:۳
(۲) صحیح بخاری ۱/۲، صحیح مسلم ۲/۱۵۱۵
(۳) صحیح بخاری ۳/۱۶۷، صحیح مسلم ۳/۱۳۴۳
(۴) صحیح مسلم ۳/۱۳۴۳

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾(۱) ترجمہ ''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گذر گئے، تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

اور جیسا کہ ہر نبی نے اپنی قوم سے کہا ﴿اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ﴾ (۲) ترجمہ ''تم لوگ اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔''

گویا عبادت و بندگی صرف اللہ کی کرنا یہ انبیاء و رسل کی دعوت کی بنیاد ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِن رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ (۳) ترجمہ ''اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھی بھیجا، اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لئے تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہی سارے جن و انس کی تخلیق ہوئی ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ (۴) ترجمہ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں''

---

(۱) البقرة : ۲۱

(۲) المؤمنون : ۲۳

(۳) الأنبياء : ۲۵

(۴) الذاريات : ۵٦

## مشقیں

س ۱/ عبادت کی تعریف کریں۔-----------------------------------------

-----------------------------------------------------------------------

۲/ اسلام میں عبادت کا دائرہ کار دلیل کی روشنی میں تحریر کریں۔--------------------

-----------------------------------------------------------------------

س ۳/ عمل کی قبولیت کی شرطیں دلیل کی روشنی میں ذکر کریں۔---------------------

-----------------------------------------------------------------------

س ۴/ اللہ تعالی کی عبادت انبیاء و رسل کی دعوت کا خلاصہ ہے، اس کی دلیل لکھیں۔

-----------------------------------------------------------------------

-----------------------------------------------------------------------

# عبادت کی چند قسمیں

(ا) دعا اور استغاثہ :عبادت کی قسموں میں سے دعا بھی ہے، دعا ہر اس پکار کو کہتے ہیں جو رغبت و رہبت، محبت وانکساری اور تعظیم پر مشتمل ہو۔

دعا کی دو قسمیں ہیں: ۱/دعائے عبادت ۲/دعائے سوال

دعائے عبادت :اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کے اوامر کو بجالانا جیسے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا وغیرہ تاکہ ان پر اس سے ثواب ملے اور عذاب الٰہی سے چھٹکارا ملے، گویا کہ وہ زبانِ حال کے ذریعہ دعا کرنا ہے۔

دعائے سوال: ایسی چیز طلب کرنا جو دعا کرنے والے کو فائدہ پہنچائے جیسے کسی طرح کے فائدہ کے حصول یا پریشانی دور کرنے کے لیے دعا کرنا۔

یہ دونوں قسمیں ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں چنانچہ "دعائے عبادت" "دعائے سوال" کو لازم ہے اور آخر الذکر بھی پہلے کو ویسے ہی لازم ہے۔

استغاثہ: دادخواہی، کرب والم اور پریشانی دور کرنے کے لیے مدد طلب کرنا اور یہ دعا پریشان حال شخص ہی کرتا ہے۔

استعانت: مدد طلب کرنا، اور یہ استغاثہ سے عام ہے۔

علماءِ کرام کا اس امر پر اجماع ہے کہ جس نے غیر اللہ کو پکارا یا اس سے فریاد طلب کی کسی ایسی چیز کے بارے میں جس پر اللہ کے سوا کوئی دوسرا قادر نہیں تو وہ مشرک ہے گرچہ وہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا اقرار ہی کیوں نہ کرتا ہو، نماز، روزہ اور حج کا پابند ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اسلام نے شہادتین کے اقرار کے ساتھ یہ شرط ذکر کی ہے کہ صرف اللہ سبحانہ وتعالی کی عبادت کرے، اس لیے جس نے شہادتین کا زبانی طور پر اقرار

کیا لیکن غیر اللہ کی عبادت کرتا رہا، تو گویا اس نے درحقیقت شہادتین کی شرطیں پوری نہیں کیں کیونکہ غیر اللہ کو پکارنا توحید کے منافی امور میں سے ہے۔

چنانچہ غیر اللہ کو پکارنا یا ان سے سوال کرنا جس کی طاقت اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں رکھتا عبادت کے ضمن میں آتا ہے، خواہ شفاعت کے لیے ہو یا کسی کو فائدہ پہنچانے کے لیے یا نقصان وغیرہ دور کرنے کے لیے، اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾(۱) ترجمہ ''اور تمہارے رب نے کہہ دیا ہے، تم سب مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، بے شک جو لوگ کبر کی وجہ سے میری عبادت نہیں کرتے، وہ عنقریب ذلت ورسوائی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔''

نیز اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (۲) ترجمہ ''اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی عبادت کے لئے ہوتی ہیں، پس تم لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو'' اور صحیح حدیث میں ہے ''الدُّعَاءُ هُوَا لْعِبَادَةُ'' (۳) ''دعا سراسر عبادت ہے''

دعا عظیم ترین عبادتوں میں سے ایک ہے، اس لیے دعا میں غیر اللہ کو شریک کرنا باقی عبادات کی بہ نسبت بالاولی شرک ہے، بلکہ دعا میں شریک ٹھہرانا مشرکین کے بڑے شرکوں میں سے تھا جن کی طرف رسول اللہ ﷺ مبعوث کیے گئے، کیونکہ وہ انبیاء وصالحین اور فرشتوں کو پکارتے اور ان کی قربت حاصل کرتے تھے تا کہ وہ اللہ کے نزدیک ان کی شفاعت کریں، اسی لیے مشکلات میں صرف اللہ تعالی ہی کو پکارتے اور اپنے شریکوں کو بھول جاتے تھے۔

اللہ تعالی نے بہت ساری آیتوں میں ان کے غیر اللہ کو پکارنے پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا ہے ﴿ وَمَنْ

---

(۱) الغافر : ۶۰

(۲) الجن : ۱۸

(۳) سنن ترمذی ۱۰۱/۳ ، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع (۳۴۰۱) میں اسے صحیح کہا ہے۔

أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ ☆ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ أَعْدَاءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِيْنَ ﴾(۱) ترجمہ ''اوراس آدمی سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے بجائے ان معبودوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار نہ سن سکیں گے اور وہ ان کی فریاد و پکار سے یکسر غافل ہیں ☆ اور جب لوگ میدانِ محشر میں لائے جائیں گے تو وہ معبود ان کے دشمن ہو جائیں گے، اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔''

نیز اللہ تعالی نے فرمایا ﴿قُلْ أَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعاً وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾(۲) ترجمہ ''آپ کہئے کیا تم لوگ اللہ کے سوا کسی ایسے کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نقصان یا نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا، اور اللہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔''

نیز اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُم مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيْرٍ ﴾(۳) ترجمہ ''اے میرے نبی! آپ مشرکوں سے کہئے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا معبود بنا بیٹھے ہو انہیں تو پکارو تو سہی، وہ تو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں، اور نہ ان دونوں کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے، اور نہ ان لوگوں میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔''

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿أَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ ☆ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْراً وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴾(۴) ترجمہ ''کیا وہ اللہ کا شریک اپنے معبودوں کو بتاتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ خود اللہ کی مخلوق ہیں ☆ اور نہ وہ اپنی عبادت کرنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں''

---

(۱) الأحقاف : ۵-۶ (۲) المائدۃ : ۷۶

(۳) سبأ : ۲۲

(۴) الأعراف : ۱۹۱-۱۹۲

مذکورہ بالا آیتوں میں کفار و مشرکین کی توبیخ (ڈانٹ) ہے جو اللہ کے سوا فرشتوں، انبیاء ورسل، صالحین اور بتوں کو پکارتے تھے، کیونکہ مذکورہ مخلوقات کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جس کی وجہ سے وہ عبادت کے مستحق ہوں جیسے تخلیق، روزی رسانی، نصرت وحمایت خواہ اپنی ذات کے لیے ہو یا اپنے بعد آنے والوں کے لیے کیونکہ وہ سب مخلوق ہیں، فانی ہیں اور جس کی صفت یہ ہو وہ نہایت ہی عاجز مخلوق ہے تو پھر وہ کیسے عبادت و بندگی کے لائق ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ☆ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾(۱) ترجمہ ''اور اس کے (اللہ کے) سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں☆ اگر تم انہیں پکاروگے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے، اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو وہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے، اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کردیں گے، اور تمہیں اس کے مانند کوئی خبر نہیں دے سکتا جو ہر چیز سے باخبر ہے۔''

نیز اللہ تعالی کا فرمان ہے﴿ أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾(۲) ترجمہ ''یا وہ ذات بہتر ہے، جسے پریشان حال جب پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے، اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے، اور تمہیں زمین میں جانشیں بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی یہ کام کرتا ہے، لوگو! تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

اللہ سبحانہ وتعالی نے ذکر کیا کہ وہ اکیلا ہی پریشان لوگوں کی پکار سنتا ہے، مصائب وآلام دور فرماتا ہے اور خیر وبھلائی پہنچانے پر قادر ہے، چنانچہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ پریشانیاں دور کرنے اور نفع لانے میں غیر اللہ (خواہ وہ انبیاء ورسل، اولیاء یا دیگر اور کوئی کیوں نہ ہوں) کا دخل ہے تو وہ دراصل بت پرستوں کی طرح شرک کا شکار ہو گیا۔

---

(۱) فاطر : ۱۳-۱۴ (۲) النمل : ۶۲

اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم ﷺ کو غیر اللہ کو پکارنے سے منع کیا ہے، کیونکہ نفع یا نقصان کا مالک صرف اللہ سبحانہ وتعالی ہے، اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَلاَ تَدْعُ مِن دُونِ اللّـهِ مَا لاَ يَنفَعُكَ وَلاَ يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذاً مِّنَ الظَّالِمِينَ ☆ وَإِن يَمْسَسْكَ اللّهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلاَّ هُوَ﴾ (۱) ترجمہ ''اور اللہ کے سوا ان معبودوں کو نہ پکاریئے، جو آپ کو نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، اور اگر آپ نے ایسا کیا تو یقیناً اس وقت آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے ☆ اور اگر اللہ آپ کو کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو اس کے علاوہ کوئی اسے دور نہیں کر سکتا ہے۔''

مخلوق سے دادخواہی کب جائز ہے؟ مخلوق سے فریاد کرنا مندرجہ ذیل تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ جس سے فریاد کی جائے وہ زندہ ہو۔

۲۔ جس سے فریاد طلب کی جائے وہ اس پر قادر ہو۔

۳۔ جس سے فریاد کی جائے وہ حاضر ہو، جس پر دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِن شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ﴾ (۲) ترجمہ ''اس نے ان سے اس کے خلاف مدد مانگی، جو ان کے دشمنوں میں سے تھا۔''

---

(۱) یونس : ۱۰۶۔۱۰۷
(۲) القصص : ۱۵

## مشقیں

س۱/دعائے عبادت اور دعائے سوال میں کیا فرق ہے؟

-----------------------------------------------------------

-----------------------------------------------------------

س۲/﴿أَيُشْرِكُونَ مَا لاَ يَخْلُقُ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُونَ ☆وَلاَ يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْراً وَلاَ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ﴾ اس آیت میں ان مشرکین۔ جو اللہ کی بجائے فرشتوں، انبیاء وصالحین اور بتوں کو پکارتے تھے۔ کی توبیخ کی گئی ہے آخر کیوں؟

-----------------------------------------------------------

-----------------------------------------------------------

س۳/مخلوق سے فریاد طلب کرنا کن صورتوں میں جائز ہے؟

-----------------------------------------------------------

-----------------------------------------------------------

## (۲) خوف، خشیت اور رہبت

دینِ اسلام میں اللہ تعالی سے ڈرتے رہنے کا بلند و بالا مقام و مرتبہ ہے۔

اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اپنے برگزیدہ بندے، فرشتے، انبیاء و رسل اور نیکوکار حضرات کے بارے میں کہا ہے کہ وہ لوگ خوف و خشیت اور رہبت تمام تر چیزوں کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (۱) ترجمہ ''اپنے رب سے اپنے اوپر کی طرف سے ڈرتے ہیں، اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔''

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ﴾ (۲) ترجمہ ''اور وہ اللہ کے ڈر سے کانپتے رہتے ہیں''

نیز اسے پوری طرح اللہ کے لئے خالص کرنے کا حکم دیا، چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ﴾ (۳) ترجمہ ''پس تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو''

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ﴾ (۴) ترجمہ ''اور مجھ ہی سے ڈرو''

رہبت اور خشیت دونوں خوف کے معنی سے قریب تر ہیں۔

<u>رہبت</u>: ایسا ڈر جس کے ساتھ بھاگنا لگا ہو گویا یہ خوف عمل کے ساتھ مربوط ہوگا۔

<u>خشیت</u>: ایسا خوف جو اس ذات کی عظمت اور کمالِ قدرت کی معرفت پر مبنی ہو جس سے ڈرا جائے۔

---

(۱) النحل : ۵۰

(۲) الأنبياء : ۲۸

(۳) المائدة : ۴۴

(۴) البقرة : ۴۰

خوف کی اقسام: خوف کی چار قسمیں ہیں: ۱؍خوف سر یہ ایسا خوف ہے جس کے ساتھ عاجزی وانکساری اور محبت والفت پائی جائے، یعنی غیر اللہ سے ایسی چیز کے بارے میں خوف کھانا جس پر صرف اللہ تعالی قادر ہے خوفِ سر کہلاتا ہے، بطور مثال غیر اللہ سے کوئی یوں خوف کھائے کہ وہ اس کو بیمار کردے گا، اس کو فقیر بنادے گا یا اس کو قتل کردے گا وغیرہ۔اس طرح کا خوف غیر اللہ سے رکھنا سرے سے جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ الوہیت کے لوازم میں سے ہے، چنانچہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو اس کا ساجھی وشریک ٹھہرایا اور اس کے ساتھ اس طرح کا خوف رکھا تو وہ مشرک ہے۔اس طرح کا اعتقاد کفار ومشرکین اپنے معبودوں سے رکھا کرتے تھے، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ﴾ (۱) ترجمہ ''اور مشرکین آپ کو اللہ کے سوا جھوٹے معبودوں سے ڈراتے ہیں۔''

عصر حاضر میں قبر پرست حضرات اسی عقیدہ کے شکار ہو چکے ہیں، چنانچہ نیکوکار مردہ لوگوں سے یہاں تک کہ طاغوتوں سے بھی ڈرنے لگے ہیں جیسے اللہ سے ڈرا جاتا ہے یا اس سے بھی بڑھ کر۔

۲؍بغیر کسی شرعی عذر کے صرف لوگوں کے ڈر وخوف سے انسان کا جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینا جو کہ حرام ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (۲) ترجمہ ''بے شک وہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے، پس تم لوگ اس سے نہ ڈرو، اور اگر مومن ہو تو مجھ سے ڈرو''

۳؍ایسا ڈر جو اس وعید کی بناء پر ہو جو اللہ تعالی نے نافرمانوں کے لیے تیار کر رکھی ہے جیسا کہ فرمان الہی ہے ﴿ذَلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ﴾ (۳) ترجمہ ''یہ اچھا بدلہ ان کو ملتا ہے جو (روز قیامت)

---

(۱) الزمر : ۳۶ (۲) آل عمران : ۱۷۵ (۳) ابراھیم : ۱۴

میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں، اور میری دھمکی سے ڈرتے ہیں"

اور فرمایا ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾ (۱) ترجمہ "اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو کر حساب دینے سے ڈرتا ہے، اس کے لئے دو باغ ہیں"

اور یہ خوف ایمان کے عظیم ترین مراتب میں سے ہے۔

خوفِ عبادت کی دو قسمیں ہیں (۱) خوفِ محمود: اس خوف کو کہتے ہیں جس میں انسان اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتا ہے۔

(۲) خوفِ مذموم: ایسا خوف جس میں انسان اللہ کی رحمت سے ناامید ہوتا ہے۔

۴/خوفِ طبعی: ایسا خوف جس کے ساتھ انکساری نہ پائی جائے جیسے دشمن، جانور، دیوار گرنے یا غرق آب ہونے سے ڈرنا، تو یہ مذموم نہیں اور اسی کا ذکر اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کے تعلق سے کیا ہے۔

﴿فَخَرَجَ مِنهَا خَائِفاً يَتَرَقَّبُ﴾ (۲) ترجمہ "پس وہ وہاں سے ڈرے سہمے نکل پڑے"

۳/رجاء (امید) اور رغبت: رجاء: وہ امید جس میں خاکساری و انکساری پائی جائے عبادت ہے، جس کو غیر اللہ کے لیے کرنا جائز نہیں، اس لیے مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے فضل و کرم اور رحمت و عنایت کا خواہاں رہے اور اپنی ساری امیدیں صرف اسی کے لیے خالص کیے رکھے اور اللہ کے ساتھ حسنِ ظن رکھے اور ساری محبوب چیزیں اللہ رب العالمین ہی سے طلب کرتا رہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً﴾ (۳) ترجمہ "جو شخص اپنے

---

(۱) الرحمٰن : ۴۶
(۲) القصص : ۲۱
(۳) الکہف : ۱۱۰

رب سے ملنے کا یقین رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔" چنانچہ جس کسی نے مخلوق سے کسی ایسی چیز میں امیدیں وابستہ کیں جو صرف اللہ کے اختیارات میں سے ہے جیسے مردوں وغیرہ کو اپنی مرادیں پوری کرنے کے لیے پکارنا تو یہ شرک اکبر کے قبیل سے ہوگا، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أُوْلَـئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّهِ﴾(۱) ترجمہ "بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور اللہ کے لئے اپنا گھر بار چھوڑا، اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔"

سچی امید: سچی امید جس میں تین چیزیں پائی جائیں:

۱۔ مطلوبہ چیز سے محبت

۲۔ اس کے فوت ہونے کا اندیشہ

۳۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے حسبِ استطاعت جدوجہد

چنانچہ قابلِ تعریف امید ایسی امید کو کہیں گے جس میں انسان اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے ثواب کی امید رکھے اور ایسے ہی گناہ و معاصی کو چھوڑتے ہوئے ثواب کی امید کرے گویا یہ امید عمل کو شامل ہے۔

مذموم امید (قابل مذمت امید) اس کو کہیں گے جس میں عمل و فعل سرے سے ہی نہ ہو جو امید کی ہوئی چیز کے لیے سبب بنے بلکہ اس میں اللہ کی تدبیر یا پکڑ سے بے خوف ہونا پایا جائے۔

خوف اور امید کا یکساں پایا جانا: ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ خوف، رجاء اور رغبت و رہبت میں جمع کرے چنانچہ اللہ سے اس طرح ڈرے کہ گناہ و معاصی سے رک جائے اور رحمتِ الٰہی سے ناامیدی کا شکار نہ ہو، اور اللہ سے ایسی امید رکھے جو اس کو اطاعت پر ابھارے، اللہ کے ساتھ حسنِ ظن پر آمادہ کرے

---

(۱) البقرۃ : ۲۱۸

اوراس کو رحمتِ الٰہی سے جوڑے رکھے جبکہ دوسری طرف اللہ کے عذاب سے اس کو مامون نہ کردے، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَباً وَرَهَباً وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾(۱) ترجمہ ''بے شک وہ لوگ خیر کے کاموں کی طرف سبقت کرتے تھے، اور ہمیں امید وبیم کی حالت میں پکارتے تھے، اور ہمارے لئے خشوع وخضوع اختیار کرتے تھے۔''

اور فرمایا ﴿أُولَـئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوراً﴾(۲) ترجمہ ''جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ تو خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں، کہ کون اس کے زیادہ قریب ہوجائے، اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہیں، اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے کہ جس سے ڈرا جاتا ہے۔''

---

(۱) الأنبياء : ۹۰

(۲) الإسراء: ۵۷

# مشقیں

س ۱/ رہبت وخشیت دونوں خوف کے معنی سے قریب تر ہیں، اس کی وضاحت کریں۔

------------------------------------------------

------------------------------------------------

س ۲/ خوف کی اقسام دلیل کی روشنی میں ذکر کریں۔

------------------------------------------------

------------------------------------------------

س ۳/ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ خوف ورجاء میں جمع کرے، تو آخر ایسا کیوں؟

------------------------------------------------

------------------------------------------------

## ۴/ محبت

اللہ تعالی سے محبت کرنا دین اسلام کی اصل ہے جس کے نہ پائے جانے سے عبادت صحیح نہیں ہوتی جبکہ اس کا مکمل طور پر پایا جانا تکمیلِ ایمان کا باعث ہے اور اس میں کمی کا پایا جانا انسان کی توحید میں کمی کے مترادف ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللّٰهِ أَندَاداً يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبّاً لِّلّٰهِ﴾ (۱) ترجمہ ''اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں، اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے ہونی چاہئے، اور ایمان والے اللہ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔''

**محبت کی اقسام:** محبت کی دو قسمیں ہیں

۱/ محبتِ مشترکہ　　　　۲/ محبتِ خاصۃ

محبتِ مشترکہ تین طرح کی ہوتی ہے۔

۱۔ طبعی محبت (فطری محبت) جیسے بھوکے کا کھانے سے محبت کرنا اور پیاسے کا پانی وغیرہ سے۔

۲۔ انس والفت کی محبت: ایک ساتھ کام کرنے یا علم حاصل کرنے یا تجارت کرنے یا سفر کی وجہ سے پائی جانے والی محبت اور بھائیوں کا آپس میں محبت کرنا۔

۳۔ رحمت وشفقت کی محبت جیسے والد کا اپنے معصوم وکم سن بچہ سے محبت کرنا۔

مذکورہ بالا تینوں قسمیں تعظیم کو مستلزم نہیں ہیں، یہ مخلوق کے درمیان پائی جاتی ہیں جبکہ ان کا مخلوق کے درمیان پایا جانا اللہ کی محبت میں شریک ٹھہرانے کے قبیل سے نہیں ہے۔

---

(۱) البقرۃ : ۱۶۵

دوسری قسم: خاص محبت جو صرف اللہ کے لیے جائز ہے،اور جب بندہ اس میں غیر کو شریک کرے گا تو اس کی یہ محبت شرک کے قبیل سے ہوگی،جس کو اللہ تعالی معاف نہیں کرے گا، یہ عبادت و بندگی کی محبت ہے، جس میں انکساری وخاکساری، تعظیم واحترام، اطاعت وفرمانبرداری اور ایثار وقربانی پائی جاتی ہے،اور یہ وہی محبت ہے جس کو مشرکوں نے اللہ اور اپنے معبودوں کے درمیان یکساں ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے غیر اللہ کو اللہ کے برابر سمجھ رکھا تھا جیسا کہ مذکورہ آیت میں ہے۔

## بندے کی اپنے رب سے محبت کرنے کی علامتیں

بندے کی اپنے رب سے محبت کرنے کی چند علامتیں ہیں:

۱/اللہ تعالی جن اعمال کو پسند فرماتا ہےان کو انسانی خواہشات،عیش وآرام، مال ودولت، آل واولاد اور وطن پرستی پر مقدم رکھنا۔

۲/رسول اللہ ﷺ کے اوامر کو بجالاتے ہوئے اور منکرات ومنہیات سے بچتے ہوئے سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور آپ ﷺ کی پیروی کرتے رہنا۔

بعض سلف کا کہنا ہے کہ کچھ لوگوں نے اللہ سے محبت کا دعوی کیا تو اللہ تعالی نے آیتِ محبت نازل فرمائی۔﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾(۱) ترجمہ"آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کردے گا،اور اللہ بڑا معاف کرنے والا،رحم کرنے والا ہے۔"

۳/اللہ تعالی کے اس فرمان کے مطابق انسان میں ان اوصاف کا پایا جانا﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ مَن يَرْتَدَّ

---

(۱) آل عمران : ۳۱

مِنكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَلاَ يَخَافُونَ لَوْمَةَ لآئِمٍ ﴾(۱) ترجمہ''اے ایمان والو! تم میں سے جوکوئی اپنے دین سے پھیر جائے گا، تو اللہ تعالی عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن سے اللہ محبت کرے گا، اور وہ اللہ سے محبت کریں گے، جو مومنوں کے لئے جھکنے والے اور کافروں کے لئے سخت ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔''

## اللہ تعالی سے محبت کے اسباب

۱۔قرآنِ کریم کو اس کے معانی ومفاہیم اور اس کے مدلولات سمجھ کر پڑھنا۔

۲۔فرائض کے بعد نوافل کا اہتمام کرنا۔

۳۔ہر حالت میں زبان، دل اور عمل سے اللہ تعالی کا ذکر کرتے رہنا۔

۴۔اللہ کی پسند کو بندہ کی پسند پر ترجیح دینا۔

۵۔اللہ تعالی کے اسماء وصفات اور ان کے معانی ومفاہیم پر غور وفکر کرنا۔

۶۔اللہ تعالی کی ظاہری وباطنی نعمتوں اور بندوں پر اس کے فضل واحسان کے بارے میں غور وفکر کرنا۔

۷۔دل کا اللہ کے سامنے انکساری کرنا اور اس کا محتاج رہنا۔

۸۔رات کے آخری حصہ میں جبکہ اللہ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے خلوت (تنہائی) اختیار کرکے اس میں اللہ کی عبادت وبندگی کرنا۔

۹۔نیکو کاروں کی صحبت اختیار کرنا۔

۱۰۔ان تمام چیزوں سے دور رہنا جو انسان اور اللہ کے درمیان حائل ہوکر بندوں کے دلوں کو اللہ سے مشغول

---

(۱) المائدۃ : ۵۴

کئے رکھیں۔

(۵) توکل: مطلوب کو حاصل کرنے اور مکروہ سے دور رہنے کے لیے اسباب کو اپناتے ہوئے ان امور کو بجالانا جن کے کرنے کی شریعت میں اجازت ہے توکل کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اللہ تعالی پر توکل کرنا عبادت کی عظیم ترین قسموں میں سے ایک ہے، جس کو اللہ تعالی نے ایمان کی شرط قرار دیا ہے ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُواْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ (۱) ترجمہ ''اور اگر تم مومن ہو تو صرف اللہ پر بھروسہ رکھو'' چنانچہ جس نے اللہ پر توکل کیا اس کو وہ کافی ہو گیا، اس کا حامی و ناصر اور رزق رساں ہوا، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (۲) ترجمہ ''اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، تو وہ اس کو کافی ہوتا ہے''

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَاناً وَقَالُواْ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ (۳) ترجمہ ''جن سے لوگوں نے کہا کہ کفار تم سے جنگ کے لئے جمع ہو گئے ہیں، تم ان سے ڈر کرو، تو اس خبر نے ان کا ایمان بڑھا دیا، اور انہوں نے کہا کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

یہ حقیقت ہے کہ بندہ کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی اس کا اپنے رب پر اعتماد و بھروسہ (توکل) بڑھے گا، اور جوں جوں ایمان کمزور ہوتا جائے گا اس کا اعتماد و بھروسہ بھی کمزور ہوتا چلا جائے گا اور جس نے غیر اللہ پر اعتماد و بھروسہ (توکل) کیا تو وہ خائب و خاسر ہوا۔

---

(۱) المائدۃ : ۲۳

(۲) الطلاق : ۳

(۳) آل عمران : ۱۷۳

**غیراللہ پر توکل کے اقسام** اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ غیراللہ پر ایسے امور میں توکل کرنا جن پر صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے جیسے وہ لوگ جو اپنی امیدوں کی بر آری کے لیے مثال کے طور پر روزی، حفظ ونگہداشت، مدد طلبی اور شفاعت طلبی وغیرہ کے لیے مردوں اور طاغوتوں پر اعتماد و بھروسہ (توکل) کرتے ہیں تو یہ شرکِ اکبر ہے کیونکہ ان جیسے امور پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے۔

۲۔ عرفِ عام میں رائج ظاہری اسباب پر توکل کرنا جیسے کوئی کسی ایسی مخلوق پر توکل کرے جس کے ہاتھوں رزق یا مصیبت سے گلوخلاصی (چھٹکارا) ممکن ہے تو یہ خفیہ شرک یعنی شرکِ اصغر ہے۔

رہا معاملہ کہ کسی شخص کو کسی کام کے لیے وکیل بنانا تو یہ جائز ہے لیکن اس صورت میں بھی اسی پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ پر ہی توکل کرے اور اسی پر اعتماد کیے رہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں فرمائے جن چیزوں پر اس نے کسی کو وکیل بنایا ہے۔

**اسباب کو اپنانا توکل کے منافی نہیں ہے**

اسباب اختیار کرنے کے تعلق سے لوگ تین طرح کے ہیں (۱) کچھ تو سرے سے اس کے منکر ہیں، ان کا یہ کہنا ہے کہ اسباب اپنانا توکل کے منافی ہے جو کہ عظیم ترین جہالت اور عقل کی کمزوری ہے (۲) جبکہ دیگر کچھ لوگ اسی پر کامل ومکمل طور پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہیں جو کہ شرک ہے اور توحید کے بالکل منافی ہے (۳) تیسری قسم کچھ ایسے لوگوں کی ہے جو اسباب اپناتے ہیں لیکن اعتماد اللہ تعالیٰ پر کرتے ہیں اور ان کو یہ بھی علم ہوتا ہے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر اسباب مفید نہیں ہو سکتے، یہی نظریہ صحیح و برحق ہے، اور یہ انبیاء ورسل اور ان کے پیروکاروں کا طریقہ رہا ہے۔

# مشقیں

س ۱/ محبت دین کا اصل ہے جبکہ اس کے فقدان سے عبادت صحیح نہیں ہوتی، اس کی دلیل پیش کریں۔

--------------------------------------------

--------------------------------------------

س ۲/ محبتِ مشترکہ کی اقسام ذکر کریں۔

--------------------------------------------

--------------------------------------------

س ۳/ محبت کی وہ کونسی قسم ہے جس میں مشرکوں نے اللہ اور غیر اللہ کو برابر ٹھہرایا۔

--------------------------------------------

--------------------------------------------

س ۴/ بندے کی اپنے رب سے محبت کی علامتیں ذکر کریں۔

--------------------------------------------

--------------------------------------------

س ۵/ محبتِ الٰہی پیدا کرنے والے اسباب کون کون سے ہیں؟

--------------------------------------------

س ۶/ توکل کا کیا معنی ہے اور غیر اللہ پر توکل کی کتنی قسمیں ہیں؟

--------------------------------------------

س ۷/ کیا اسباب کو اپنانا توکل کے منافی ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔

(٦) استعاذہ (پناہ طلبی) پناہ لینے اور مضبوطی سے پکڑنے کو کہتے ہیں جس کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کسی خوفزدہ چیز سے راہ فرار اختیار کر کے کسی ایسے شخص کے پاس جائیں جو آپ کی حفاظت کر سکے۔

اللہ کی پناہ طلب کرنے والا وہ شخص ہے جو ہر اس چیز سے۔ جو اس کو تکلیف پہنچانے والی یا اس کو ہلاک کرنے والی ہو۔ راہ فرار اختیار کرتے ہوئے اپنے رب اور اپنے مالک کے سایۂ عاطفت میں پناہ لیتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاس ﴾(١) ترجمہ "اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں"

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ (٢) "اور اگر شیطان کا کوئی وسوسہ آپ کو گناہ پر ابھارے، تو اللہ کی پناہ چاہئے، وہ بے شک خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے"

انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ غیر اللہ کی پناہ کسی ایسی چیز میں لے جس پر صرف اور صرف اللہ تعالی قادر ہے جیسے مردوں سے پناہ طلبی یا مصیبت و بلا ٹالنے کے لیے غائب لوگوں کی پناہ طلب کرنا۔

(٧) استعانت (مدد طلبی) مدد طلب کرنا اس کی کئی ایک قسمیں ہیں۔

۱۔ اللہ سے مدد طلب کرنا، ایسی طلب جو بندے کی اپنے رب کے لیے مکمل انکساری، جملہ امور کی اس کی طرف سپردگی اور اس کے اکیلا ہی کافی ہونے کو شامل ہو، اور یہ صرف اللہ تعالی سے کی جاتی ہے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ (٣) ترجمہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں"

---

(١) الناس : ١ (٢) فصلت : ٣٦

(٣) الفاتحۃ : ٥

۲/مخلوق سے مدد طلب کرنا ایسے امور میں جن پر وہ قادر ہوں یہ اگر خیر کے لیے ہوں تو شرعاً مشروع ہیں، اور اگر شر کے لیے ہوں تو شرعاً حرام ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُوا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(۱) ترجمہ ''اور نیکی اور تقوی کے کاموں میں آپس میں تعاون کرو، اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو''

۳/مردوں سے کسی طرح کی مدد طلب کرنا یا زندوں سے کسی غائب چیز کے لیے مدد طلب کرنا جس پر وہ قادر نہیں ہیں یہ شرک ہے کیونکہ یہ کسی ایسے شخص ہی سے ممکن ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ایسے لوگوں کو دنیا میں خفیہ طور پر تصرف کے اختیارات حاصل ہیں۔

۴/اللہ کو محبوب اعمال کے ذریعہ مدد طلب کرنا جو کہ مشروع ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا﴿اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ﴾(۲) ترجمہ ''صبر اور نماز سے مدد لو''

(۸) ذبح: کھائے جانے والے حلال جانوروں کی روحیں مخصوص انداز میں خون بہا کر نکالنا۔اس کی کئی ایک قسمیں ہیں۔

۱/عبادت کے لیے ہو: جانور کو جس کے لیے ذبح کیا گیا ہے اس کے ذریعہ اس کی تعظیم، اس کے سامنے خاکساری وانکساری اور اس کی قربت ونزدیکی حاصل کرنا مقصود ہو، اور یہ صرف اللہ سبحانہ وتعالی کے لیے جائز ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے'' لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ''(۳) ''اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا'' چنانچہ ان کو غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا شرک اکبر ہے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے﴿قُلْ إِنَّ صَلاَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لاَ شَرِيكَ لَهُ..﴾(۴) ترجمہ '' آپ کہئے کہ میری نماز اور میری قربانی، اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے،

---

(۱) المائدۃ : ۲ (۲) البقرۃ:۱۵۳ (۳) صحیح مسلم ۳/۵۶۷ (۴) الأنعام: ۱۶۲۔۱۶۳

اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔۔۔"

۲/ یا تو گوشت سے مہمان کی مہمان نوازی کرنے یا ولیمہ کرنے کے لیے جانور کو ذبح کیا گیا ہو، یہ جائز ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے" مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ "(۱)" جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے مہمان کی تعظیم و تکریم کرے "

اور آپ ﷺ کا یہ فرمان " أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ "(۲) " ولیمہ کرو گرچہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو"

یہ بات واضح رہے کہ تعظیم و تکریم گوشت سے ہوگی نہ کہ ذبح سے۔

۳/ یا گوشت کھانے یا جمع کرنے کے لیے جانور کو ذبح کیا گیا ہو جو کہ مباح ہے۔

(۹) نذر: جس کے لیے نذر مانی جارہی ہے اس کی تعظیم کرتے ہوئے مکلّف کا اپنے اوپر کوئی ایسی چیز کو واجب کرنا جو پہلے شرعاً اس پر واجب نہ تھی۔

نذر عبادت ہے، جو غیر اللہ کے لیے جائز نہیں، اسی لیے تو اللہ تعالی نے نذر پورا کرنے والوں کی تعریف کی ہے ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً﴾ (۳) ترجمہ" اللہ کے وہ بندے اپنی نذریں پوری کرتے ہیں، اور روز قیامت سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیل جانے والا ہوگا"

نذر کی دو قسم ہے (۱) نذر طاعت: جس کو پورا کرنا واجب ہے، جیسے کوئی یہ نذر مانے کہ اگر اللہ تعالی نے اس کے مریض کو شفا دی تو ایک دن کا روزہ رکھے گا یا اتنی رکعت نماز پڑھے گا وغیرہ۔

(۲) نذر معصیت: جس کو پورا کرنا جائز نہیں جیسے قبروں، مزاروں، اولیاء اور حرام کاموں کے لیے نذر ماننا۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۶۱۱/۴، مسلم ۶۸/۱

(۲) صحیح بخاری: ۱۰۲/۷، مسلم ۱۰۴۲/۲

(۳) الانسان: ۷ (الدھر: ۷)

(۱۰) انابت: اللہ تعالی کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے اور گناہ ومعاصی سے بچتے ہوئے اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنا، یہ توبہ کے معنی سے قریب ہے اور یہ صرف اللہ تعالی کے لیے جائز ہے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ﴾ (۱) ترجمہ ''اور تم سب اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اسی کی اطاعت وبندگی میں لگے رہو''

اسی لیے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ توبہ وانابت کے ذریعہ غیر اللہ کی عبادت کرے۔

(۱۱) خشوع وخضوع : اللہ تعالی کی عظمت وکبریائی کے سامنے انکساری وخاکساری کرتے ہوئے اس کے کونی وشرعی فیصلوں کو جوں کا توں ماننا خشوع کہلاتا ہے۔

کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کرے چہ جائیکہ خشوع کے ساتھ ہو (کیونکہ غیر اللہ کی عبادت کرنا شرک ہے) اس لیے تمام طرح کی عبادت وبندگی یکسو ہوکر اللہ عزوجل کے لیے کرنا واجب ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَباً وَرَهَباً وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ (۲) ترجمہ '' تو ہم نے ان کی دعا قبول کرلی، اور انہیں یحیی (بیٹا) عطا کیا، اور ان کی بیوی کو اولاد جننے کے قابل بنادیا، بے شک وہ لوگ خیر کے کاموں کی طرف سبقت کرتے تھے، اور ہمیں امید وبیم کی حالت میں پکارتے تھے، اور ہمارے لئے خشوع وخضوع اختیار کرتے تھے۔''

خشوع: خضوع کے معنی سے قریب ہے، فرق صرف یہ ہے کہ خضوع بدن سے ہوتا ہے جبکہ خشوع دل، نگاہ اور آواز سے ہوتا ہے۔

---

(۱) الزمر : ۵۴

(۲) الأنبياء : ۹۰

# مشقیں

س ۱ر مخلوق سے پناہ طلب کرنا کس صورت میں جائز ہے؟

------------------------------------------------------------

------------------------------------------------------------

س ۲ر استعانت سے کیا مراد ہے؟ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

------------------------------------------------------------

------------------------------------------------------------

س ۳ر مندرجہ ذیل حالات میں سے ذبح کی جائز و ناجائز صورتیں بیان کریں؟

اُر کسی کی تعظیم کا قصد کرتے ہوئے جانور ذبح کرنا۔-------------------------

ب ر کھانے کی نیت سے جانور ذبح کرنا۔-------------------------

ج ر مہمان کی تعظیم کے پیش نظر جانور ذبح کرنا۔-------------------------

د ر ولیمہ یا عرس کے لیے جانور ذبح کرنا۔-------------------------

س ۴ر نذر اور انابت کی تعریف دلیل کی روشنی میں کریں۔

------------------------------------------------------------

------------------------------------------------------------

س ۵ر خشوع اور خضوع میں فرق واضح کریں۔

------------------------------------------------------------

------------------------------------------------------------

# دوسرا رکن

# فرشتوں پر ایمان

(۱) فرشتوں سے مراد: فرشتے اللہ تعالی کی غیبی مخلوقات میں سے ایک عظیم ترین مخلوق ہیں، جو اللہ کے معزز ومکرم بندے ہیں، وہ نہ تو کھاتے اور نہ پیتے ہیں، اللہ کی طرف سے انہیں مختلف صورتیں اختیار کرنے کی قدرت حاصل ہے، اللہ نے ان کونور سے پیدا کیا ہے۔ فرشتے اللہ تعالی کے اوامر ونواہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے ہوتے ہیں۔ ان پر ایمان لانے کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لاَ إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلاَئِكَةُ وَأُوْلُوا الْعِلْمِ قَآئِماً بِالْقِسْطِ﴾ (۱) ترجمہ ''اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ،اور فرشتے ،اور اہلِ علم گواہی دیتے ہیں، وہ (اپنے احکام میں) عدل پر قائم ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''خُلِقَتِ الْمَلاَئِكَةُ مِنْ نُّورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ'' (۲) ''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنوں کو دہکتی ہوئی آگ کے شعلوں سے اور آدم کو اس چیز سے جس کو تمہارے لیے بیان کر دیا گیا ہے۔'' یعنی مٹی سے۔

(۲) فرشتوں پر ایمان: جن فرشتوں کے نام کا ہمیں علم نہیں ان پر اجمالی طور پر ایمان لانا اور جن فرشتوں کے نام اور کام کا علم ہے ان پر تفصیلی طور پر ایمان لانا واجب ہے۔

فرشتوں پر ایمان لانے کے مندرجہ ذیل معانی ہیں:

۱) ان کے وجود کی تصدیق کرنا۔

۲) اس بات پر ایمان لانا کہ وہ جن وانس کی طرح اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں، اور اللہ تعالی کے حکم

---

(۱) آل عمران: ۱۸ (۲) صحیح مسلم ۴/۲۲۹۴

کے پابند اور مکلّف ہیں، اور وہی کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جس کی قدرت اللہ نے انہیں عطا کی ہے۔

۳) ان کے اعمال وصفات پر ایمان لانا۔

۴) ان سے محبت اور ان کی تعظیم وتقدیر کرنا۔

۵) ان سے انسیت رکھنا، بہ ایں طور کہ بندہ کو یہ معلوم ہو کہ عبادت وبندگی کرنے میں کوئی اور بھی ذات ہے جو ان کے ساتھ شریک ہے، اور ان کے ہاتھوں اللہ تعالی گاہے بہ گاہے اپنے بندوں کو نصرت وفتحیابی سے ہمکنار کرتا رہتا ہے۔

## (۳) چند فرشتوں کے نام

کتاب وسنت میں بعض فرشتوں کے اسماء گرامی مذکور ہیں جن میں سے
أ/ جبریل ب/ میکائیل ج/ اسرافیل د/ مالک ھ/ منکر ونکیر علیھم السلام زیادہ مشہور ومعروف ہیں۔

## (۴) فرشتوں کی چند صفات

کتاب وسنت میں فرشتوں کی چند صفات مذکور ہیں، جن میں سے مندرجہ ذیل صفات پیشِ خدمت ہیں:

۱) فرشتوں کے پر ہیں جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنَى وَثُلاثَ وَرُبَاعَ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ﴾ (۱) ترجمہ ''اپنا پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں، وہ اپنی مخلوقات کی تخلیق میں جو چاہے اضافہ کرتا ہے۔''

---

(۱) فاطر : ۱

۲) وہ انسانی شکل وشباہت اختیار کرنے پر قادر ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيًّا﴾ (۱)
ترجمہ ''پس وہ ان کے سامنے ایک بھلے چنگے انسان کی شکل میں ظاہر ہوئے''

۳) صفتِ عروج (تیزی کے ساتھ چڑھنے) سے وہ متصف ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿تَعْرُجُ الْمَلائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ﴾ (۲) ترجمہ ''فرشتے اور روح (جبریل علیہ السلام) اس کے پاس چڑھ کر جاتے ہیں''

۴) صفتِ نزول (تیزی کے ساتھ اترنے) سے وہ متصف ہیں ﴿تَنَزَّلُ الْمَلائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ﴾ (۳) ترجمہ ''اس رات میں فرشتے اور جبریل۔ روح الأمین۔ علیہ السلام اپنے رب کے حکم سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں''

ان کے علاوہ دیگر اوصاف وصفات بھی ہیں جو شرعی نصوص سے ثابت ہیں جیسے ان کا طاقتور ہونا، بولنا، جاننا، سننا، دیکھنا، وہی چیز پسند کرنا جو اللہ پسند کرتا ہے اور اللہ جس سے ناپسند کرتا ہے اس کو ناپسند کرنا، کچھ مومنوں سے ان کا شرم کرنا، ذکر کے مجالس ومحافل میں حاضر ہونا، ان مومنوں کے لیے دعاء مغفرت کرنا جو نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں، جو نماز پہلی صف میں پڑھتے ہیں اور جو فجر کی نماز کے بعد مسجد میں ذکر واذکار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے، اور ایسے ہی صبح بیدار ہونے والوں کے لیے ان کا دعاء مغفرت کرنا، جو یوں کہتے ہیں، ''اللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ'' (۴) اللہ اس کو معاف کر دے، اس پر رحم فرما''

## (۵) فرشتوں کی اقسام اور ان کے اعمال

فرشتوں کی کئی ایک قسمیں ہے ا، ور ہر قسم کا معین وظیفہ ہے، جن میں سے کچھ یوں ہیں:

☆ اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو گردش کرتے رہتے ہیں، جن کی ذمہ داری ذکر کی مجلسوں

---

(۱) مریم : ۱۷ (۲) المعارج : ۴ (۳) القدر: ۴ (۴) مسند احمد : ۳/۴۰، ۹۵

میں حاضر ہونا ہے۔

☆ اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اپنے پروں کو طالب علم کے لیے پھیلا دیتے ہیں۔

☆ وہ فرشتہ جو ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والے بچے پر مامور ہوتا ہے۔

☆ صور پھونکنے والا فرشتہ

☆ قبر کے دونوں فرشتے

☆ اللہ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو ان لوگوں کے لیے رحمت و مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں جو مسجد میں نماز کا انتظار کرتے ہیں۔

☆ بندوں کی حفاظت و نگرانی کے لیے مامور فرشتے

☆ نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے

☆ جنت و جہنم پر مامور فرشتے

☆ بادلوں کی نگرانی پر مامور فرشتے

☆ اور بندوں کی روح نکالنے والے فرشتے وغیرہ۔

## (۶) فرشتوں پر ایمان لانے کے فائدے

فرشتوں پر ایمان لانے کے عظیم فوائد و ثمرات ہیں جن میں سے کچھ یوں ہیں۔

۱/ اللہ تعالی کی عظمت و قوت اور بادشاہت کا علم کیونکہ مخلوق کی عظمت و بڑائی اس کے خالق کی عظمت کی دلیل ہے۔

۲/ اللہ تعالی کا بنی آدم کی خصوصی عنایت و اہتمام کرنا، بہ ایں طور کہ اس نے فرشتوں میں سے کچھ کو ان کی حفاظت و نگرانی اور ان کے نامۂ اعمال لکھنے کے لیے مامور کر رکھا ہے جس میں انہی کی بھلائی مقصود ہے۔

۳/ اللہ تعالی کی عبادت و بندگی کرنے پر فرشتوں کا ان سے محبت کرنا۔

# مشقیں

س۱/فرشتوں سے کیا مراد ہے؟ اوران پر ایمان لانے کا حکم کیا ہے؟

---------------------------------------------------------------

---------------------------------------------------------------

س۲/کتاب وسنت میں فرشتوں کے کچھ نام مذکور ہیں، ان میں سے تین ذکر کریں۔

---------------------------------------------------------------

---------------------------------------------------------------

س۳/مندرجہ ذیل نصوص کی روشنی میں فرشتوں کی صفات بیان کریں۔

۱/اللہ تعالی نے فرمایا﴿جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاء﴾------------------------------------

۲/اللہ تعالی نے فرمایا﴿فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيّاً﴾-------------------------------

۳/اللہ تعالی نے فرمایا﴿تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ﴾---------------------------

۴/فرشتوں کی اقسام اور ہر قسم کے اعمال کیا کیا ہیں؟

---------------------------------------------------------------

---------------------------------------------------------------

۵/فرشتوں پر ایمان لانے کے فائدے کیا ہیں؟

---------------------------------------------------------------

---------------------------------------------------------------

# تیسرا رکن

## آسمانی کتابوں پر ایمان

(ا) کتابوں سے مراد اور ان پر ایمان لانے کا مطلب: کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب اس بات پر پختہ عقیدہ رکھنا ہے کہ اللہ تعالی کی کچھ آسمانی کتابیں ہیں جن کو اس نے اپنے انبیاء ورسل پر نازل فرمایا ہے، جو اس کے حقیقی کلام اور ہدایت وروشنی کی کا سرچشمہ ہیں، اور ان کے معانی ومفاہیم صداقت وحقانیت کی عکاس ہیں، چنانچہ جن امتوں کی طرف یہ نازل ہوئی ہیں ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ ان کو مانیں اور ان کے مطابق فیصلے کریں۔

کتابوں پر ایمان لانے کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ﴾ (ا) ترجمہ ''اور آپ کہہ دیجئے کہ میں تو ان تمام کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں جو اللہ نے نازل کی ہیں'' مزید اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿قُولُواْ آمَنَّا بِاللّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالأسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ (۲) ترجمہ ''(اے مسلمانو!) تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، اور اس کتاب پر جو ہماری طرف بھیجی گئی، اور ان تعلیمات پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اتریں، اور ان تمام کتابوں اور تعلیمات پر جو موسی وعیسی اور دیگر انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے ملیں، ہم ان انبیاء کے درمیان تفریق نہیں کرتے، اور ہم اسی اللہ کے اطاعت گذار ہیں۔''

---

(ا) الشوری : ۱۵

(۲) البقرۃ :۱۳۶

(۲) کتابوں کی تعداد اور ان کے نام جن کتابوں کے نام کا ہمیں علم نہیں ان پر اجمالی طور پر ایمان لانا واجب ہے اور جن کتابوں کا نام ہمیں معلوم ہے ان پر ان کے ناموں کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے۔

اللہ تعالی کی کتابوں کی تعداد کا علم صرف اسی کو ہے، جن میں سے کچھ کے نام قرآن کریم میں مذکور ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

أ/تورات موسی علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

ب/انجیل عیسی علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

ج/زبور داود علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

د/ابراہیم اور موسی علیہما السلام کے صحیفے۔

ھ/قرآنِ کریم محمد ﷺ پر نازل ہوا۔

(۳) سابقہ کتابوں میں تحریف: قرآن مجید سے پہلے کی کتابیں جو محمد ﷺ سے پہلے کے انبیاء ورسل پر نازل ہوئیں، آج وہ اپنی اصلی شکل میں محفوظ نہیں ہیں، بلکہ ان کے تحریف شدہ نسخے پائے جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُواْ لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلاَمَ اللّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾(۱) ترجمہ" کیا تم امید رکھتے ہو کہ (یہ لوگ) تمہارے لئے ایمان لے آئیں گے، حالانکہ ان میں کا ایک گروہ کلام الہی سنتا تھا، پھر اسے سمجھ لینے کے بعد، جان بوجھ کر اسے بدل دیتا تھا۔"

اور فرمایا ﴿مِّنَ الَّذِينَ هَادُواْ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾(۲) ترجمہ" بعض یہود ، کلمات کو ان کی

---

(۱) البقرۃ : ۷۵

(۲) النساء : ۴۶

جگہوں سے ہٹا کران میں تحریف پیدا کرتے ہیں۔"

یہود ونصاری نے اللہ تعالی کی ان کتابوں میں تحریف کرڈالا اوران کے کچھ حصے کو چھپالیا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيراً مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴾(۱) ترجمہ "اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے رسول آ گئے، وہ تمہارے سامنے تمہارے کتاب کی بہت سی ان ان باتوں کو بیان کرتے ہیں جنہیں تم چھپایا کرتے تھے، اور بہت سی باتوں کو نظر انداز کر جاتے ہیں، تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کھلی کتاب آ چکی ہے۔"

سابقہ کتابوں میں تحریف کے دلائل: قرآنِ مجید سے پہلے کی کتابیں تحریف وتبدیل کا شکار ہوگئیں، جن کی نسبت مندرجہ ذیل اسباب کے تیئں اللہ کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے۔

أ رقرآن مجید سے پہلے کی ساری آسمانی کتابوں کے اصلی نسخے ضائع ہوگئے اور آج لوگوں کے ہاتھوں میں ان کے تحریف شدہ ترجمے ہیں۔

ب ران کتابوں میں کلام اللہ لوگوں کے کلام، تفسیر اور تاریخ کی شکل میں خلط ملط ہوگیا ہے۔

ج ر آج ان کتابوں کی کوئی قابلِ اعتماد تاریخی سند نہیں ہے چنانچہ تورات کے اسفار موسی علیہ السلام کی وفات کے کئی صدی بعد مدون کی گئیں اور انجیل عیسی علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے کتنے سال بعد لکھی گئی۔

د ران کتابوں کے متعدد نسخے پائے گئے جن میں اقوال وافکار، نظریات وخیالات اور حکایات وروایات کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

ھ ریہ کتابیں اللہ تعالی اور انبیاء ورسل کے بارے میں باطل عقائد پر مشتمل ہیں۔

---

(۱) المائدۃ : ۱۵

سابقہ کتابوں کے بارے میں مسلمانوں کا موقف: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جو کتابیں قرآن مجید سے پہلے نازل ہوئیں وہ دراصل اللہ کی طرف سے تھیں لیکن مرور زمانہ کے ساتھ تحریف کا شکار ہوگئیں، اس لیے آج تورات وانجیل کو رہنمائی حاصل کرنے کے لیے پڑھنا جائز نہیں، اسی لیے نبی ﷺ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تورات کا صحیفہ دیکھ کر ان پر غصہ ہوئے تھے اور فرمایا تھا "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ لَوْ کَانَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السلام حَیّاً مَا وَسِعَهُ إِلَّاأَنْ یَّتَّبِعَنِیْ" (۱) "اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسی علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی کئے بغیر چارۂ کار نہ تھا۔"

بنی اسرائیل کی اخبار تین قسم کی ہیں:

أ/ جن کی صداقت وسچائی معلوم ہے ان کی تصدیق کی جائے گی۔

ب/ جن کے جھوٹ کا علم ہے ان کی تکذیب کی جائے گی۔

ج/ جن کی تکذیب وتصدیق کے بارے میں شریعت میں کچھ نہیں، ان کو نہ تو جھٹلایا جائے گا اور نہ ہی ان کی تصدیق کی جائے گی (بلکہ اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے گی)

(۴) قرآن پر ایمان: قرآن کریم پر ایمان لانا واجب ہے، جس کو اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل فرمایا، اللہ تعالی نے حقیقت میں کلام کیا اور یہ بہت سے امتیازات وخصائل پر مبنی ہے۔

أ/ تحریف وتبدیل اور تغییر سے محفوظ ومامون، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ﴾ (۲) ترجمہ "بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

---

(۱) مسند احمد ۳/ ۳۸۷، شعیب ارناؤوط نے مجالد بن سعید کے ضعف کی بناء پر اس کو ضعیف کہا ہے، جبکہ علامہ البانی نے اس کے دیگر طرق کی بناء پر اس کو حسن کہا ہے، جس کی طرف انہوں نے مشکاۃ میں اشارہ کیا ہے (ضلال الجنۃ ص:۲۱)

(۲) الحجر:۹

ب/ احکامات الٰہیہ کے خلاصہ کے طور پر سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتے ہوئے ان پر نگران کی حیثیت رکھتا ہے۔

ج/ سابقہ کتابوں میں قرآن کے مخالف امور کے لیے قرآن ناسخ کی حیثیت رکھتا ہے، گویا یہ آخری کتاب ہے جیسے محمد ﷺ آخری نبی ورسول ہیں۔

د/ قرآن کریم اپنے الفاظ، احکام واخبار اور نظم ونسق میں ایسا معجزہ ہے جس کی نظیر انسان تا صبحِ قیامت پیش نہیں کرسکتا ہے۔

## (۵) آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کے فائدے

آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کے کئی ایک فائدے ہیں:

أ/ اللہ تعالی کا اپنے بندوں پر عنایت کرنا بایں طور کہ اس نے ہر قوم کے لیے ایک کتاب نازل فرمائی جس میں ان کے لیے ہدایت تھی۔

ب/ شریعت سازی کرنے میں اللہ تعالی کی حکمت کا علم، اس لیے کہ اس نے ہر قوم کے لیے ایسا قانون بنایا جو ان کے لیے مناسب تھا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجاً﴾(۱) ”ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک دستور اور راستہ مقرر کردیا ہے“

---

(۱) المائدۃ : ۴۸

# مشقیں

س۱/ کتابوں سے کیا مراد ہے اور ان پر ایمان لانے کا کیا حکم ہے؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۲/ قرآنِ کریم میں آسمانی کتابوں کی تعداد کتنی ہے؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۳/ مندرجہ ذیل کتابیں کن پر نازل ہوئیں؟

تورات---------------------------------------------

زبور---------------------------------------------

انجیل---------------------------------------------

قرآن مجید---------------------------------------------

س۴/ آسمانی کتابوں میں تحریف کے کیا دلائل ہیں؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۵/ آسمانی کتابوں کے بارے میں مسلمانوں کا موقف کیا ہونا چاہئے؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۶/قرآنِ کریم کی بے شمار امتیازات وخصوصیات ہیں،ان میں سے چار کا ذکر کریں۔

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

س۷/آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کے کیا فائدے ہیں؟

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

# چوتھا رکن

## رسولوں پر ایمان

(۱) رسول کی تعریف: مرد حضرات میں سے وہ شخصیت جس کو اللہ نے لوگوں میں سے منتخب کر کے اس کی طرف وحی کی اور کافروں کے درمیان اس کو مبعوث کیا تا کہ اللہ کا پیغام ان تک پہنچائے۔

جبکہ نبی وہ مذکر انسان جس کو اللہ نے چنا اور اپنے ماقبل نبی ورسول کی شریعت دے کر مبعوث کیا اور اس کی طرف خاص وحی کی، ساتھ ہی مومنوں کے درمیان اس کو بھیجا تا کہ اوامر ونواہی بیان کرے، ان علماء کے مانند جن کو اللہ تعالی نے دینی فقہ وفہم (بصیرت) سے نوازکر ان کو تبلیغ ودعوت کا حکم دیا، مگر فرق یہ ہے کہ نبی کی طرف اللہ تعالی کی وحی آتی تھی۔

(۲) انبیاء ورسل پر ایمان: انبیاء ورسل پر ایمان لانے کا مطلب ہے اس امر پر پختہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالی نے ہر امت میں رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی عبادت وبندگی کی طرف بلاتے رہے اور غیر اللہ کی عبادت وبندگی سے روکتے رہے، جو کہ سارے کے سارے راستباز، امانتدار اور اللہ سے ڈرنے والے تھے، انہوں نے اللہ کے اوامر ونواہی کو کھول کھول کر بیان کر دیا، سارے جہاں والوں پر حجت قائم کر دی، لیکن ان تمام تر خوبیوں کے باوجود وہ انسان ہی تھے، ربوبیت والوہیت کی صفات وخصوصیات ان میں چنداں نہ تھیں۔

رسولوں پر ایمان لانے کی دلیل: اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ﴾ (۱) ترجمہ ''رسول اللہ (ﷺ)

---

(۱) البقرۃ: ۲۸۵

اس چیز پر ایمان لے آئے جو ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئی، اور مومنین بھی، ہر ایک ایمان لے آیا اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے"

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (١)
ترجمہ "اور ہم نے ہر گروہ کے پاس ایک رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور شیطان اور بتوں کی عبادت سے بچتے رہو"

(٣) رسالت و نبوت کی نامزدگی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے: رسالت و نبوت یہ اللہ کی طرف سے ایک عظیم ترین فضل و کرم ہے، اس کے لیے اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے منتخب کرتا ہے، جو نہ تو محنت و مشقت کر کے حاصل کی جاسکتی ہے اور نہ ہی تجربہ و مشق کے ذریعہ ممکن ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَى مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ (٢)
ترجمہ "ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم بے شک تمہاری ہی طرح انسان ہیں، لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے"

اور فرمایا ﴿وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ﴾ (٣) ترجمہ "وہ سب ہمارے برگزیدہ اور نیک بندوں میں سے تھے"

(٤) انبیاء ورسل کی تعداد اور ان کے اسماءِ گرامی: انبیاء ورسل کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں سے کچھ کے حالات کو اللہ تعالی نے ہمیں بتلایا ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ

---

(١) النحل: ٣٦ (٢) ابراهيم: ١١
(٣) ص: ٤٧

مِنهُم مَّن قَصَصنَا عَلَيكَ وَمِنهُم مَّن لَّم نَقصُص عَلَيكَ ﴾(۱) ترجمہ ''اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ہیں، ان میں سے بعض کے واقعات ہم نے آپ کو بیان کر دیئے ہیں، اور بعض کے واقعات ہم نے آپ کو بیان نہیں کیئے ہیں''

یہی وجہ ہے کہ ہمیں جن کے نام اور قوم کا علم نہیں جن کی طرف ان کی بعثت ہوئی تھی، ان پر اجمالی طور ایمان رکھتے ہیں جبکہ جن کے نام، ان کی دعوت اور قوم کا علم ہے تو ان پر تفصیلی طور پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالی نے کچھ انبیاء ورسل کا ذکر قرآنِ کریم میں کیا ہے، جن میں سرِ فہرست مندرجہ ذیل انبیاء ورسل ہیں۔

۱۔محمد ﷺ ۲۔ابراھیم علیہ السلام ۳۔ موسی علیہ السلام ۴۔عیسی علیہ السلام ۵۔اورنوح علیہ السلام یہ اولوالعزم رسول ہیں جو کہ سارے انبیاء ورسل سے افضل اور مذکورہ بالا ترتیب کے مستحق ہیں۔

## (۵) رسولوں کی رسالت کا موضوع

انبیاء ورسل کی رسالت کے موضوع کا خلاصہ تین (چار) ☆ چیزوں میں کیا جاسکتا ہے:

أ/توحید کی دعوت دینا اور شرک سے روکتے رہنا۔

ب/اطاعت گزار بندوں کو جنت کی بشارت سنانا اور گنہگاروں کو جہنم کی آگ سے ڈرانا۔

ج/شریعتوں کی تفصیل د/کفار ومنافقین سے جہاد

## (٦) رسولوں کے تعلق سے ہم پر کیا واجب ہے؟

أ/ان کی تصدیق کرنا اور اس بات پر ایمان رکھنا کہ ان کی رسالت اللہ تعالی کی طرف سے برحق ہے، چنانچہ جس کسی نے بھی ان میں سے کسی کے پیغام کو جھٹلایا، یا ٹھکرایا یا اس کی تنقیص کی تو اس نے کفر کیا، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ (۱) ترجمہ ''نوح کی قوم نے بھی رسولوں کو جھٹلایا''

---

(۱) غافر: ۷۸ (۲) الشعراء : ۱۰۵ ☆ مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ چار ہی صحیح ہے نہ کہ تین (مترجم)

اس آیت میں تمام رسولوں کو جھٹلانے والا کافر قرار دیا گیا ہے، جبکہ جس وقت لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا اس وقت ان کے سوا کوئی رسول نہ تھا۔

ب/ان سبھوں نے امانت ورسالت بحسن وخوبی پہنچا کر حجت قائم کردی۔

ج/ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ علم وعمل کے حامل، دروغ گوئی، خیانت بازی، کتمانِ علم اور دعوت و تبلیغ میں کمی وکوتاہی سے بالکل پاک وصاف تھے۔

د/وہ سارے کے سارے مرد تھے اور اللہ تعالی نے انہیں انسانی طبیعت سے سرفراز کیا تھا، اسی لیے تو وہ تھکتے، بھوکے ہوتے، بیمار پڑتے اور فوت ہوتے تھے، جبکہ ان میں الٰہی صفات کا ذرہ برابر بھی کوئی حصہ نہ پایا جاتا تھا، نہ تو پیدا کرنے میں، نہ روزی دینے میں اور نہ علم غیب وغیرہ جاننے ہی میں۔

ھ/اللہ تعالی نے ان کو ظاہر وواضح معجزات اور نشانیوں سے نوازا تھا، جو ان کی لائی ہوئی شریعت کی صداقت کے لیے دلیل ہوتی تھیں۔

و/ان لوگوں نے سچی توحید کی طرف دعوت دی، لوگوں کے لیے اللہ کی شریعتوں کو واضح طور پر بیان کیا اور یہ بھی بتایا کہ ہر امت پر اپنے رسول کی شریعت کی پیروی کرنا لازم ہے۔

# مشقیں

س ۱ر رسول کی تعریف کریں اور رسول پر ایمان لانے کا مطلب بیان کریں۔

--------------------------------------------

--------------------------------------------

س ۲ر ''رسالت ونبوت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے'' اس عبارت کی تشریح کریں۔

--------------------------------------------

--------------------------------------------

س ۳ر رسولوں کی تعداد کتنی ہے؟ اور اولوالعزم رسول کون کون ہیں؟

--------------------------------------------

--------------------------------------------

س ۴ر رسولوں کی رسالت کا موضوع کیا ہوا کرتا تھا؟

--------------------------------------------

--------------------------------------------

س ۵ر رسولوں کے تعلق سے ہم پر کیا واجب ہے؟

--------------------------------------------

--------------------------------------------

محمد ﷺ پر ایمان: اس بات پر ایمان لانا اور گواہی دینا واجب ہے کہ محمد ﷺ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيراً وَنَذِيراً﴾ (۱) ترجمہ "بے شک ہم نے آپ کو دینِ حق دے کر، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾ (۲) ترجمہ "محمد اللہ کے رسول ہیں"

آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی رسالت سبھوں کے لیے ہے، اس گواہی کا تقاضا یہ ہے کہ "آپ کی اطاعت کی جائے جن چیزوں میں آپ نے اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے، آپ کی خبر دی ہوئی چیزوں میں آپ کی تصدیق کی جائے، آپ نے جن چیزوں سے روکا ہے ان سے دور رہا جائے اور آپ کی شریعت کے مطابق اللہ کی عبادت و بندگی کی جائے۔"

محمد ﷺ کے حقوق: مومنوں پر واجب ہے کہ محمد ﷺ کے حقوق کی پاسداری کریں جو کہ بے شمار ہیں، ان میں اہم مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) آپ ﷺ کی محبت اپنی جان، اہل اور تمام لوگوں سے بڑھ کر ہونا اور آپ کو تمام مخلوق پر ترجیح و فوقیت دینا۔ (۲) آپ ﷺ کی اطاعت و پیروی کرنا۔ (۳) آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کرنا اور آپ کے ساتھ ادب سے پیش آنا۔ (۴) آپ ﷺ کی سنت سے محبت کرنا، اسے مضبوطی سے پکڑے رہنا، اس کی طرف دعوت دینا، اور آپ کے فیصلوں سے راضی ہونا۔

(۵) آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات، اہل بیت اور آپ کی سنت پر عمل پیرا ہونے والوں اور آپ کے طریقے پر چلنے والوں سے محبت کرنا۔

---

(۱) البقرۃ : ۱۱۹ (۲) الفتح : ۲۹

محمد ﷺ کی رسالت کا عموم: آپ ﷺ کا پیغام تمام جن وانس کے لیے ہے اور گزشتہ تمام شریعتوں کے لیے ناسخ ہے، چنانچہ ہر شخص خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی وغیرہ ہی کیوں نہ ہو، اس پر واجب ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع وپیروی کرے اور آپ ﷺ کی بعثت کے بعد کسی دوسرے سے کچھ قبول نہ کرے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيراً وَنَذِيراً﴾ (۱) ترجمہ "اور ہم نے آپ کو تمام بنی نوع انسان کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے" اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً﴾ (۲) ترجمہ "آپ کہئے کہ اے لوگو! میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں"

اور آپ ﷺ کا فرمان ہے "كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً" (۳) "نبی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ میں تمام اہل جہاں کے لیے بھیجا گیا ہوں"

اور دوسری حدیث میں ہے "لَا يَسْمَعُ بِي رَجُلٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ لَا يُؤْمِنُ بِي إِلَّا دَخَلَ النَّارَ" (۴) "جو کوئی بھی میرے بارے میں سنے خواہ یہودی ہو یا نصرانی پھر مجھ پر ایمان نہ لائے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔"

اس حدیث میں امت سے مراد امتِ دعوت ہے امتِ اجابت نہیں، اور امتِ دعوت میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو آپ ﷺ کی بعثت سے تا صبح قیامت آئیں گے کیونکہ محمدی دعوت ہر کسی کو شامل ہے۔

رہا معاملہ امتِ اجابت کا تو اس میں وہ لوگ آئیں گے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت قبول کی اور آپ کے دین کی پیروی کی اس طرح مسلم دونوں معنوں میں آئیں گے جبکہ کفار و مشرکین امتِ دعوت میں شامل ہوں گے امتِ اجابت میں نہیں۔

---

(۱) سبأ:۲۸ (۲) الأعراف :۱۵۸

(۳) صحیح بخاری ۱/۸۶، صحیح مسلم ۱/۳۷۰-۳۷۱ (۴) صحیح مسلم ۱/۱۳۴

**محمد ﷺ پر نبوت کا ختم ہونا:** محمد ﷺ کی نبوت کے ساتھ نبوت ختم ہوگئی، آپ ﷺ کی بعثت کے بعد نبوت کا دعوی کرنا سراسر جھوٹ، گمراہی اور کفر ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (۱) ترجمہ "محمد تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، وہ تو اللہ کے رسول اور انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں"

آپ ﷺ نے فرمایا " فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ : أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِداً وَّطَهُوراً ، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً ، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ "(۲) "انبیاء پر چھ چیزوں کے ذریعہ مجھے فضیلت دی گئی ہے، مجھے جامع ومانع کلام عطا کیا گیا، رعب ودبدبہ کے ذریعہ میری مدد کی گئی، غنیمت میرے لیے حلال کی گئی، میرے لیے زمین کو مسجد اور پاک بنایا گیا، میری بعثت تمام مخلوق کی طرف ہوئی اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کردیا گیا" چنانچہ جس کسی نے بھی نبوت کا دعوی کا یا کسی ایسے شخص کی تصدیق کی جس نے نبوت کا دعوی کیا تو وہ کافر ہے۔

**محمد ﷺ کی فضیلت اور آپ کے چند معجزات کا بیان:** محمد ﷺ سارے انبیاء ورسل سے افضل ہیں، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے " أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "(۳) "میں بروز قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا"

**معجزات نبوی:** آپ ﷺ کے بے شمار معجزات ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) چاند کا دو ٹکڑے ہونا جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مکہ والوں نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی نشانی طلب کی، تو اللہ تعالی نے چاند کو دو ٹکڑوں میں دکھایا یہاں تک کہ دونوں

---

(۱) الأحزاب : ۴۰

(۲) صحیح مسلم : ۱/۳۷۱

(۳) صحیح بخاری ۵/۲۲۵ ، صحیح مسلم ۴/۱۷۸۲

ٹکڑوں کے درمیان حراء پہاڑ کو لوگوں نے دیکھا'' (۱)

(۲) اللہ تعالی نے فرمایا ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ﴾ (۲) ترجمہ ''قیامت قریب آ گئی، اور چاند پھٹ گیا''

(۳) اسراء ومعراج کا معجزہ

(۴) پتھر کا آپ ﷺ کو سلام کرنا۔

(٦) تنے کا رونے کی آواز نکالنا۔

(۷) آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کا نکلنا۔

(۸) انبیاء ورسل پر ایمان لانے کے فوائد: انبیاء ورسل پر ایمان لانے کے گرانقدر فوائد وثمرات ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل پیشِ خدمت ہیں:

أ/ بندوں پر اللہ تعالی کی رحمت، احسان ومنت اور عنایت ورعایت کا علم، بہ ایں طور کہ اللہ تعالی نے ان کی طرف انبیاء ورسل کو بھیجا جو انہیں صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے اور یہ بتلاتے رہے کہ اپنے رب کی عبادت وبندگی کیسے کریں کیونکہ صرف انسانی عقل کے ذریعہ یہاں تک رسائی ممکن نہیں ہے۔

ب/ اس عظیم ترین نعمت پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا۔

ج/ انبیاء ورسل سے محبت کرنا، ان کی تعظیم کرنا اور ان کی شایانِ شان مدح وثنا کرنا، کیونکہ وہ اللہ تعالی کے انبیاء ورسل ہیں جو سارے کے سارے اللہ تعالی کی عبادت بجالائے، اس کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے رہے اور ان کو اللہ کی عبادت وبندگی کرنے کی دعوت دیتے رہے۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۲۴۳/۳، صحیح مسلم: ۲۱۵۸/۴-۲۱۵۹

(۲) القمر: ۱

# مشقیں

س ۱ / "محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں" گواہی دینے کا کیا مطلب ہے؟

س ۲ / محمد ﷺ کے چند حقوق ذکر کریں۔

س ۳ / امتِ اجابت اور امتِ دعوت میں کیا فرق ہے؟

س ۴ / محمد ﷺ کے پانچ معجزات ذکر کریں۔

س ۵ / انبیاء و رسل پر ایمان لانے کے فوائد کیا کیا ہیں؟

# پانچواں رکن

## یومِ آخرت پر ایمان

(۱) یوم آخرت سے مراد: یومِ آخرت سے مراد قیامت کا دن ہے، جس میں لوگ حساب و کتاب اور جزاء وسزا کے لیے اٹھائے جائیں گے، اس کا نام آخرت اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کے بعد کوئی دن نہیں، کیونکہ جنتی اور جہنمی اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے۔

(۲) یومِ آخرت پر ایمان لانے کا معنی: یوم آخرت پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ موت کے بعد پیش آنے والی ان تمام چیزوں کی تصدیق کی جائے جن کے بارے میں اللہ تعالی نے اپنی کتاب اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث میں ذکر کیا ہے، بطور مثال فتنۂ قبر، عذابِ قبر، نعیمِ قبر، بعث بعد الممات، حشر ونشر، حوضِ کوثر، صحائف و نامۂ اعمال، میزان، پل صراط، شفاعت، جنت اور دوزخ اور ان میں داخل ہونے والوں کے لیے انعام وسزا اور وہ ساری چھوٹی و بڑی علامتیں جو قیامت کے قائم ہونے سے پہلے ظاہر ہوں گی، اللہ تعالی نے مومنوں کے بارے میں فرمایا ﴿وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴾(۱) ترجمہ "اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں" اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿اللّٰهُ لا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لاَ رَيْبَ فِيهِ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثاً ﴾(۲) ترجمہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ یقیناً تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں، اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوسکتی ہے"

---

(۱) البقرة : ۴

(۲) النساء : ۸۷

## (۳) بعث بعد الممات (مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے) کے انکار کرنے والوں کی تردید

کفار نے بعث بعد الممات اور اس کے بعد ہونے والے امور کا یہ گمان کرتے ہوئے انکار کیا ہے کہ ایسا ممکن نہیں ہے، وہ اس بات کو بعید سمجھتے ہیں کہ انسان ہڈی و مٹی ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَاباً ذَٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ﴾ (۱) ترجمہ ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے، اس کے بعد دوبارہ زندہ ہونا تو عقل سے لگتی بات نہیں ہے'' اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ (۲) ترجمہ ''ہماری دنیاوی زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے، ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں، اور زمانے کے سوا کوئی دوسرا ہمیں ہلاک نہیں کرتا ہے''

بلاشبہ ان کی حجت کمزور اور ان کے شبہات شرعی و عقلی اور واقعاتی ہر لحاظ سے باطل ہیں۔

شرعی ناحیہ سے بطلان کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ (۳) ترجمہ ''کفار یہ سمجھتے ہیں کہ وہ زندہ کر کے دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے، آپ کہہ دیجئے کہ ہاں، میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تمہارے اعمال کی ضرور تمہیں خبر دی جائے گی، اور ایسا کرنا اللہ کے لئے آسان ہے''

ساری آسمانی کتابوں میں بھی بعث بعد الممات کا ذکر ہے۔

جہاں تک شعوری طور پر اس کے بطلان کی بات ہے تو اللہ نے اپنے کچھ بندوں کو اس دنیا میں مردوں کو زندہ کر کے دکھایا ہے، بطورِ مثال موسی علیہ السلام کی قوم کو مار کر ان کو دوبارہ زندہ کرنا، ایسے ہی اس شخص کا قصہ

---

(۱) ق : ۳

(۲) الجاثیۃ : ۲۴

(۳) التغابن : ۷

جس نے ایک بستی سے گزرتے وقت اس کے باشندگان کو دوبارہ زندہ کرنا محال جانا تو اللہ تعالی نے سو سال تک اس کو مردہ کیے رکھا اور پھر اس کو دوبارہ زندہ کیا وغیرہ۔

جہاں تک عقلی طور پر بعث کے امکان کی بات ہے تو اس کا اثبات دو اعتبار سے ممکن ہے۔

أ: مخلوق کو عدم سے وجود میں لانے والی ذات ان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَهُوَ الَّذِیْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (۱) ترجمہ ''اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ زندہ کرے گا، اور یہ اس کے لئے زیادہ آسان ہے''

ب: زمین مردہ ہوتی ہے، اس پر کوئی سرسبز و شاداب درخت نہیں ہوتا، پھر اس پر بارش نازل ہوتی ہے، تو پھر زمین ہر طرح سے سرسبز و شاداب ہونا شروع ہو جاتی ہے، اس لیے جو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرنے پر قادر ہے تو وہ مردوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ إِنَّ الَّذِیْ أَحْيَاهَا لَمُحْيِیْ الْمَوْتَى إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (۲) ترجمہ ''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آپ زمین کو مردہ قحط زدہ دیکھتے ہیں، پھر جب ہم اس پر بارش برسا دیتے ہیں تو اس میں زندگی آجاتی ہے اور ابھر جاتی ہے، بے شک جس اللہ نے اسے زندگی دی ہے وہی مردوں کو (دوبارہ) زندہ کرے گا، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

---

(۱) الروم : ۲۷

(۲) فصلت :۳۹

# مشقیں

س ۱ ر یوم آخرت سے کیا مراد ہے؟ اور اس پر ایمان لانے کا تقاضا کیا ہے؟

---------------------------------------

---------------------------------------

س ۲ ر بعث بعد الممات کے انکار کرنے والوں کی کیا دلیل ہے؟ اور آپ ان کی تردید کیسے کریں گے؟

---------------------------------------

---------------------------------------

س ۳ ر بعث بعد الممات کے انکار کرنے والوں کی تردید مندرجہ ذیل آیات کی روشنی میں کریں؟

أ ر اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَیْهِ﴾

---------------------------------------

---------------------------------------

ب ر اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَمِنْ آیَاتِهِ أَنَّکَ تَرَی الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ إِنَّ الَّذِیْ أَحْیَاهَا لَمُحْیِیْ الْمَوْتَی إِنَّهُ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

---------------------------------------

---------------------------------------

## (۴) یوم آخرت پر ایمان لانے کے تقاضے

یوم آخرت پر ایمان لانا کئی ایک چیزوں کے اقرار کو شامل ہے، جن میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں:

(ا) قیامت کی نشانیاں: اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں، جہاں تک اس کی تاریخ ووقت کا معاملہ ہے تو یہ صرف اللہ تعالی ہی جانتا ہے نہ تو کوئی مقرب ترین فرشتہ جانتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی ورسول، اللہ تعالی نے فرمایا﴿ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ﴾(ا) ترجمہ ''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی، آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو صرف میرے رب کو ہے، اسے اس کے وقت مقرر پر اللہ کے علاوہ کوئی ظاہر نہ کرے گا''

ہمارے رسول اللہ ﷺ نے کچھ علامتیں بتلائی ہیں جو قیامت کے آنے سے پہلے رونما ہوں گی اور یہ دو قسم کی ہیں:

(ا) قیامت کی چھوٹی نشانیاں (۲) قیامت کی بڑی نشانیاں

اُ۔ قیامت کی چھوٹی نشانیاں: قیامت کی چھوٹی نشانیاں بہت زیادہ ہیں، جن میں سے بہت سی واقع ہو چکی ہیں، ان میں سے کچھ اس حدیث میں مذکور ہیں، جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ''لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ يَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ ، وَحَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِنْ ثَلَاثِيْنَ كُلٌّ يَزْعَمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ، وَحَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ ،وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ ، وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ ، وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ ، وَحَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ ، حَتّٰى يَهِمَّ رَبُّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتّٰى يَعْرِضَهُ فَيَقُوْلَ

---

(ا) الأعراف : ۱۸۷

الَّذِیْ عَرَضَهُ عَلَیْهِ لَاحَاجَةَ لِیْ بِهِ ، وَحَتّٰی یَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِی الْبُنْیَانِ وَحَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبرِ الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ مَکَانَهُ ..."الحدیث (۱) ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دو عظیم گروہ آپس میں قتل وقتال نہ کرنے لگیں، ان کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوگی، جن کا دعوی ایک ہی ہوگا اور یہاں تک کہ ۳۰ جھوٹے دجال نبوت ورسالت کا دعوی نہ کرلیں، علم اٹھالیا نہ جائے، زلزلے زیادہ نہ ہونے لگیں، وقت مختصر نہ ہوجائے، فتنے رونما ہونے نہ لگیں، اور قتل وقتال زیادہ نہ ہونے لگے اور مال کی بہتات نہ ہوجائے، یہاں تک کہ مال والا یہ سوچنے نہ لگے کہ کون اس کا صدقہ قبول کرے گا، چنانچہ جب کسی کو دیا جائے گا تو یہ کہے گا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں، لوگ عمارتوں کے بنانے میں فخر نہ کرنے لگیں اور آدمی قبر کے پاس سے گزرے تو یہ کہنے نہ لگے کہ کاش کہ میں اس کی جگہ ہوتا۔۔۔'' حدیث۔

دوسری حدیث میں ہے'' إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ ، وَیَظْهرَ الْجَهْلُ ، وَیَفْشُوالزِّنٰی ، وَیُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَیَکْثُرَ النِّسَاءُ ، وَیَقِلَّ الرِّجَالُ حَتّٰی لِیَکُوْنَ لِلْخَمْسِیْنَ امْرَأةً قَیِّمٌ وَاحِدٌ'' (۲) ''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا، جہالت کا دوردورہ ہوگا، زنا عام ہوجائے گا، شراب نوشی کی جائے گی، عورتیں زیادہ ہوں گی، اور مرد کم ہوجائیں گے یہاں تک کہ پچاس عورتوں پر ایک ہی نگران ہوگا''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْیَهُوْدَ فَیَقْتُلَهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ ، حَتّٰی یَخْتَبِیءَ الْیَهُوْدِیُ مِنْ وَّرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ ، فَیَقُوْلُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ یَامُسْلِمُ!یَاعَبْدَاللّٰهِ! هٰذَا یَهُوْدِیٌّ خَلفِیْ فَتَعَالْ فَاقْتُلْهُ ، إِلَّا الْغَرْقَد فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْیَهُوْدِ''(۳)

---

(۱) صحیح بخاری ۱۰۱/۸

(۲) صحیح بخاری ۱۵۸/۶، صحیح مسلم ۲۰۵۶/۴

(۳) صحیح بخاری ۲۳۲/۳، صحیح مسلم ۲۲۳۹/۴

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مسلمان یہود سے جہاد وقتال نہ کرنے لگیں چنانچہ مسلمان ان کو قتل کریں گے یہاں تک کہ یہودی شجر وحجر کے پیچھے روپوش ہوگا (چھپے گا) تو حجر وشجر پکاریں گے اے مسلم! اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے آؤ اور اس کو قتل کرو سوائے غرقد کے کیونکہ وہ یہود کا درخت ہے۔''

ب/ قیامت کی بڑی نشانیاں: ان علامات کا ذکر اس حدیث میں ہے، جسے حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے ''اطَّلَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ: مَاتَذَاكَرُوْنَ؟ قَالُوْا: نَذْكُرُ السَّاعَةَ، قَالَ: "إِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْا قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ: فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّابَةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُوْلَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ﷺ، وَيَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ، وَثَلَاثَةَ خُسُوْفٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلٰى مَحْشَرِهِمْ'' (۱) ''نبی ﷺ ہمارے پاس آئے جبکہ ہم آپس میں مذاکرہ کررہے تھے تو آپ ﷺ نے پوچھا کس چیز کے بارے میں مذاکرہ کررہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم قیامت کا ذکر کررہے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں دیکھ لو، چنانچہ آپ نے دھواں، دابۃ الأرض، مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، عیسی بن مریم کا نزول، یاجوج وماجوج کا خروج اور تین خسوف کا ذکر کیا ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں اور آخری نشانی یہ بتلائی کہ یمن سے آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف دوڑائے گی''

بڑی نشانیاں یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہوں گی، ان کے درمیان کسی طرح کا فاصلہ نہ ہوگا اور جب واقع ہونے لگیں گی، تو یہ اپنے وقوع میں ہار کے موتیوں کے مشابہ ہوں گی کہ لڑی کے ٹوٹنے پر جس طرح وہ

---

(۱) صحیح مسلم ۴/۲۲۲۵_۲۲۲۶

پے در پے گرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''الأَمَارَاتُ خَرَزَاتٌ مَنْظُومَاتٌ فِی سِلْکٍ ، فَإِنْ یُقْطَعُ السِّلْکُ یَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضاً'' (۱) '' نشانیاں لڑی میں پیروئے ہوئے دانے کے مانند ہوں گی، چنانچہ جب ان میں سے کسی ایک کو کاٹ دیا جائے تو سارے کے سارے جھڑنے لگتے ہیں۔''

---

(۱) مستدرک حاکم ۴/۵۴۶، امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر ہے، لیکن انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا ہے، امام ذھبی نے تلخیص میں کہا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر ہے۔

# مشقیں

س ۱ر قیامت کی چند چھوٹی نشانیاں ذکر کریں۔

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

س ۲ر قیامت کی چند بڑی نشانیاں ذکر کریں۔

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

س ۳ر بڑی نشانیاں یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہوں گی، ان کے درمیان کسی طرح کا فاصلہ نہ ہوگا، اس کی دلیل پیش کریں۔

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

(۲) فتنۂ قبر: فتنۂ قبر سے مراد منکر ونکیر علیہما السلام کا مرنے کے بعد انسانوں سے ان کے رب، دین اور نبی کے بارے میں سوال کرنا ہے خواہ انسان کو دفن کیا جائے یا نہ کیا جائے، چنانچہ اللہ تعالی مومنین کو ثابت قدم رکھے گا، اس لیے مومن جواب دے گا: میرا رب اللہ، میرا دین اسلام اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں جبکہ اللہ تعالی ظالموں کو گمراہ کرے گا چنانچہ کافر کہے گا: ہاہ ہاہ مجھے معلوم نہیں، منافق اور شک کرنے والا کہے گا، مجھے معلوم نہیں، میں نے لوگوں کو جو کہتے ہوئے سنا ویسے ہی کہا۔ جیسا کہ اس کا ذکر متواتر احادیث میں آیا ہے، ان میں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''إِنَّ الْعَبْدَ إِذَاوُضِعَ فِيْ قَبرِهِ وَتَوَلّٰى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ ، أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُوْلَانِ : مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ .لِمُحَمَّدٍ ﷺ. فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ : أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ ، فَيُقَالُ لَهُ : انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَداً مِنَ الْجَنَّةِ ، قَالَ : فَيَرَاهُمَا جَمِيْعاً .يَعْنِي الْمَقْعَدَيْنِ. ، وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَاالرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ : لَاأَدْرِيْ ، كُنْتُ أَقُوْلُ مَايَقُوْلُ النَّاسُ ، فَيُقَالُ : لَادَرَيْتَ وَلَاتَلَيْتَ ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهُ مَنْ يَّلِيْهِ غَيْرَا لثَّقَلَيْنِ ''(۱) ''بندہ جب اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس کے پاس سے لوٹنے لگتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بیٹھا دیتے ہیں اور پھر پوچھتے ہیں، محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ مومن کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، چنانچہ اس سے کہا جائے گا جہنم میں اپنے ٹھکانہ کی طرف دیکھو اللہ تعالی نے اس کے بدلہ جنت میں تمہیں جگہ دی، چنانچہ وہ دونوں جگہوں کو دیکھے گا، رہا معاملہ کافر و منافق کا تو ان سے بھی یہی سوال کیا جائے گا کہ محمد کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ تو کہے گا: مجھے معلوم نہیں، میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، چنانچہ کہا جائے گا نہ تو تجھے معلوم ہے اور نہ تو جانتا ہی ہے، پھر اس کو لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جاتا ہے چنانچہ وہ چیخنے چلانے لگتا ہے، جس کو جن وانس کے سوا اس کے قرب وجوار کی ساری مخلوق سنتی ہے''

---

(۱) صحیح بخاری ۱۰۲/۲ ،صحیح مسلم ۲۲۰۰/۴_۲۲۰۱

(۳) قبر میں عذاب وانعام ا۔: ہر مرنے والا قبر میں عذاب یا انعام واکرام سے دوچار ہوتا ہے خواہ اس کو دفن کیا جائے یا نہ کیا جائے، چنانچہ اگر درندے اس کو کھالیں یا اس کو جلا دیا جائے یہاں تک کہ وہ راکھ ہو جائے جس کو ہوا میں اڑا دیا جائے یا پھانسی دے دیا جائے یا سمندر میں غرق آب ہو جائے تو وہ بھی قبر کے عذاب وانعام سے دوچار ہو کر رہتا ہے۔

۲۔قبر کا عذاب وانعام روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔

۳۔عذاب قبر کفار ومشرکین اور گنہگار ومنافقین کے لئے ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلآئِكَةُ بَاسِطُواْ أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُواْ أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾(۱) ترجمہ ''اور اگر آپ دیکھیں جب ظالم لوگ موت کی سختیاں جھیل رہے ہوتے ہیں، اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا ہوئے کہتے ہیں کہ نکالو اپنی روحوں کو (تو تعجب کریں) آج تمہیں ذلت ورسوائی کا عذاب اس لئے دیا جائے گا کہ تم اللہ کے بارے میں ناحق باتیں کہتے تھے اور تکبر کی وجہ سے اس کی آیتوں سے اعراض کرتے تھے''

اللہ تعالی نے آلِ فرعون کے بارے میں فرمایا ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوّاً وَعَشِيّاً وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾(۲) ترجمہ ''وہ لوگ صبح وشام نارِ جہنم کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اور جس دن قیامت آجائے گی، اللہ کہے گا فرعونیوں کو سب سے سخت عذاب میں داخل کرو''

حدیث سے بھی عذابِ قبر کا ثبوت ملتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے '' فَلَوْلاَ أَلَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِیْ أَسْمَعُ مِنْهُ ، ثُمَّ أَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ : تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ ، قَالُوْا: نَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ ، فَقَالَ : تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، قَالُوْا: نَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ''(۳) ''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مردوں کو قبروں میں دفن کرنا چھوڑ دو گے، تو

---

(۱) الأنعام : ۹۳ (۲) غافر : ۴۶ (۳) صحیح مسلم ۲۲۰۰/۴

میں اللہ سے دعا کرتا کہ تم کو عذاب قبر سنا دے جو میں سنا کرتا ہوں، پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگا کرو، تو انہوں نے کہا، ہم جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، پھر آپ نے فرمایا قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو، تو انہوں نے کہا، ہم قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں''

آپ ﷺ دعا کیا کرتے تھے ''اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّال'' (۱) ''اللہ! میں جہنم کے عذاب سے تمہاری پناہ مانگتا ہوں، قبر کے عذاب سے تمہاری پناہ مانگتا ہوں، موت وحیات کے فتنوں سے تمہاری پناہ مانگتا ہوں اور مسیح دجال کے فتنوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں''

## مومنوں کے لئے عذاب قبر کے اسباب

عذاب قبر کے اسباب میں سے جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے:

۱ر چغلخوری کرنا

۲ر پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا

۳ر غیبت کرنا

۴ر زنا کرنا

۵ر سود کھانا

---

(۱) صحیح مسلم ۱/۴۱۲

## قبر کے عذاب سے نجات کے اسباب

عذاب قبر سے نجات اس کے اسباب سے اجتناب کرنے سے ہوگی، ایسے ہی اللہ تعالی کی زیادہ عبادت وبندگی کرنے، ہمیشہ اپنا محاسبہ کرتے رہنے، اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے تیار رہنے اور سورۂ ملک کو پڑھنے اور اس کو حفظ کرنے سے ملے گی، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ "یہ عذاب قبر سے روکنے والی ہے" (۱)

رہا نعیم قبر کا معاملہ تو یہ راستباز مومنوں کو حاصل ہوگا، جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے مومنوں کے بارے میں کہا ہے کہ جب اپنی قبر میں منکر ونکیر کا جواب دے دیں گے "يُنَادِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ صَدَقَ عَبْدِيْ فَأَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ ، وَأَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ ، وَافْتَحُوْا لَهُ بَاباً إِلَى الْجَنَّةِ ، فَيَأْتِيْهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيْبِهَا ، وَيُفْسَحُ لَهُ فِيْ قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ" (۲) "آسمان سے پکارنے والا پکارے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا، اس لیے اس کے لیے جنت کا فرش بچھا دو اور جنت کا لباس اس کو پہنا دو اور جنت کا دروازہ کھول دو، چنانچہ اس کو جنت کی تازہ ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے اور تا حد نگاہ اس کی قبر اس کے لیے وسیع کر دی جاتی ہے۔"

---

(۱) مستدرک حاکم ۲/۴۹۸، علامہ البانی نے صحیح الجامع (۳۶۴۳) میں اسے صحیح کہا ہے۔

(۲) مسند احمد ۴/۲۸۷، سنن ابوداود ۴/۲۴۰، علامہ البانی نے صحیح الجامع (۱۶۷۶) میں اسے صحیح کہا ہے۔

# مشقیں

س ۱/فتنۂ قبر سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا دلیل ہے؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س ۲/نعیمِ قبر اور عذابِ قبر کیا صرف روح پر ہوتا ہے یا روح اور بدن دونوں پر؟ اس کی دلیل پیش کریں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س ۳/عذابِ قبر کے اسباب بیان کریں جن کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س ۴/عذابِ قبر سے نجات کے اسباب کیا ہیں؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س ۵/راستباز مومنین کے لیے نعیمِ قبر کی دلیل پیش کریں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

## (۴) بعث وحشر

(۱) **بعث**: (دوبارہ اٹھایا جانا): دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد مردوں کا اپنی قبروں سے نکلنا، وہ ویسے ہی نکلیں گے جیسا کہ سبزیاں اگتی ہیں چنانچہ روحیں جسموں میں لوٹیں گی جیسا کہ دنیا میں تھیں پھر وہ اپنی قبروں سے تیزی کے ساتھ نکلیں گے، تو کفار کہیں گے ﴿يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا﴾ (۱) ترجمہ "کہیں گے، اے ہماری بربادی! ہمیں ہماری قبروں سے کس نے اٹھایا ہے"

اور مومنین کہیں گے ﴿هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ﴾ (۲) ترجمہ "رحمٰن نے تو اسی کا وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا"

(۲) **حشر**: لوگوں کا حساب و کتاب، جزاء وسزا اور فیصلہ کے لیے میدان محشر میں اکٹھا ہونا ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا "يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ؟ قَالَ ﷺ: يَا عَائِشَةُ الْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ" (۳) "قیامت کے روز لوگ ننگے سر، ننگے بدن اور بے ختنہ اکٹھا کئے جائیں گے، میں نے کہا اللہ کے رسول: پھر لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ معاملہ اس سے زیادہ سنگین ہوگا کہ ایک دوسرے کو دیکھیں"

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اس روز سورج بندوں سے قریب ہوجائے گا یہاں تک کہ ایک یا دو میل تک آجائے گا، چنانچہ لوگ اپنے اپنے اعمال کی بہ نسبت پسینہ میں شرابور ہوں گے، کسی کو پسینہ اس کے دونوں گھٹنوں تک اور کسی کو اس کی کمر تک اور کوئی منہ تک پسینہ میں ڈوبا ہوگا" (۴)

---

(۱) یس: ۵۲ (۲) یس: ۵۲ (۳) صحیح بخاری ۱۹۵/۷، صحیح مسلم ۲۱۹۴/۴ (۴) صحیح مسلم ۲۱۹۶/۴

اس دن مخلوق کی نگاہیں پتھرا جائیں گی، کوئی کسی کے بارے میں سوال نہ کرے گا بلکہ نفسی نفسی کا عالم ہونے کی وجہ سے آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے والد، اپنی بیوی، اور اپنے بچوں سے بھاگتا پھرے گا۔

اس دن ہر دودھ پلانے والی اپنے بچہ کو بھولا بیٹھے گی، حاملہ عورتوں کا حمل ساقط ہو جائے گا، اور لوگ کافی پریشان ہوں گے گویا کہ وہ مدہوش ہوں حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے، بلکہ اللہ تعالی کا عذاب ہی سخت ہوگا، اس دن بچے بوڑھے ہو جائیں گے، زمین وآسمان کو سمیٹ دیا جائے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ''يَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِيَطْوِى السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ : أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوْكُ الْأَرْضِ (۱) وَفِى رِوَايَةٍ :'' أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ''(۲) ''اللہ تعالی بروز قیامت زمین کو سمیٹ لے گا اور اپنے دایاں ہاتھ میں آسمان کو لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، دنیا کے بادشاہ کہاں ہیں؟ اور ایک روایت میں ہے'' کبر وغرور کرنے والے اور ظالم وجابر کہاں ہیں؟''

اس دن پہاڑوں کو اڑا دیا جائے گا، سمندر پھاڑ دیا جائے گا، سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، چاند ماند پڑ جائے گا اور ستارے جھڑنے لگیں گے، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ''مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيَقْرَأْ : ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَت﴾ و﴿إِذَا السَّمَاء انفطَرَتْ﴾ و﴿إِذَا السَّمَاء انشَقَّت﴾'' (۳) ''جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ قیامت کے دن کا نظارہ کرے تو پڑھے ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَت﴾ ''جب آفتاب لپیٹ دیا جائے گا'' اور ﴿إِذَا السَّمَاء انفطَرَتْ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا'' اور ﴿إِذَا السَّمَاء انشَقَّت﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا''

یہ دن اس لائق ہے کہ اللہ تعالی اس کو عظیم، بھاری اور مشکل دن قرار دے۔

---

(۱) صحیح بخاری ۱۹۴/۷، صحیح مسلم ۲۱۴۸/۴
(۲) صحیح مسلم ۲۱۴۸/۴
(۳) سنن ترمذی ۱۲۶/۴، علامہ البانی نے صحیح الترمذی (۲۶۵۳) میں اسے صحیح کہا ہے۔

## محشر میں لوگوں کے احوال

محشر میں لوگ کئی قسم کے ہوں گے۔

کفار ومشرکین حسرت وندامت اور ذلت و رسوائی کے شکار، ان کے اعمال برباد، آپس میں باہمدیگر گریباں، ایک دوسرے سے لاتعلقی کا اظہار کریں گے اور ان میں کا ہر ایک کہتا پھرے گا ﴿يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا﴾ (۱) ترجمہ "اور کافر کہے گا، کاش مٹی ہو جاتا"

مومنوں کے گنہگار اپنے گناہوں کے برابر مشقت و پریشانی میں ہوں گے چنانچہ زکوۃ نہ دینے والا اپنے مال کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا، کبر وغرور کرنے والے چیونٹیوں کے مانند اٹھائے جائیں گے، جن کو لوگ اپنے پیروں تلے کچلیں گے، ایسے ہی کچھ ایسے لوگ ہوں گے جن سے اللہ بات نہ کرے گا، نہ ان کو پاک کرے گا، اور نہ ان کی طرف دیکھے گا جیسے علم کے چھپانے والے، احسان جتلانے والے، ٹخنوں تلے کپڑے لٹکانے والے، جھوٹی قسم کھا کر خرید وفروخت کرنے والے، بوڑھا، زانی، جھوٹا بادشاہ، مغرور ومتکبر فقیر، اپنے والدین کا نافرمان، مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی خاتون، دیوث۔ ایسا شخص جو اپنے اہل وعیال کو بدکاری کرتے دیکھے اور ان کو منع نہ کرے۔ جیسا کہ بہت ساری حدیثوں میں اس کا ذکر آیا ہے، غدر وخیانت کرنے والا قیامت کے دن شرمندہ ہوگا اور قیامت کے دن منافق کی آگ کی دوزبانیں ہوں گی (۲) جیسا کہ اس کے بارے میں صحیح احادیث میں ہے۔

رہا معاملہ نیکوکار لوگوں کا تو ان کو فزع اکبر غمگین نہ کرے گی، فرشتے ان کو بشارت سنائیں گے، اللہ تعالی ان کو اپنے عرش کے سایہ تلے جگہ دے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی اپنے عرش کے سایہ تلے

---

(۱) النباء: ۴۰ (۲) جیسا کہ سنن ابوداود میں ۴/۲۶۸ ہے، جسے علامہ البانی نے صحیح سنن ابوداود (۴۰۹۴) میں صحیح کہا ہے۔

سات قسم کے آدمیوں کو جگہ دے گا، اور وہ لوگ جو اپنے بھائیوں کے لیے آسانیاں پیدا کرتے ہیں اور ان کی نصرت وحمایت کرتے ہیں، اللہ تعالی ان سے بروزِ قیامت پریشانیاں دور کرے گا، ان کے لیے آسانیاں فرمائے گا، اور ان کی نصرت وحمایت کرے گا اور جو دنیا میں اللہ سے خوف کھائے گا، اللہ تعالی ان کو بروز قیامت امن وامان میں رکھے گا۔

# مشقیں

س۱/ بعث سے کیا مراد ہے؟ اس کی دلیل ذکر کریں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۲/ حشر سے کیا مراد ہے؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۳/ محشر میں لوگوں کی کیا حالتیں ہوں گی؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

(۵) جزاء وسزا اور حساب و کتاب: اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ کو اللہ تعالی کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور اس پر اس کے خیر وشر ہر دو طرح کے اعمال پیش کیے جائیں گے اور پھر اس کے تناظر میں اس کا حساب و کتاب ہوگا اور اس کو جزاء وسزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔

چنانچہ مومن اپنا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں لے گا، اور کافر کفِ افسوس ملتے ہوئے اپنا نامہ اعمال کو پشت کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں لے گا، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿مَن جَاء بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلاَ يُجْزَى إِلاَّ مِثْلَهَا وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ ﴾(۱) ترجمہ ''جو شخص نیکی کرے گا تو اسے اس کا دس گنا ملے گا، اور جو برائی کرے گا تو اسے اسی کے برابر سزا دی جائے گی، اور ان پر ظلم نہیں ہوگا''

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ☆ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَاباً يَسِيراً ☆ وَيَنقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ مَسْرُوراً ☆ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاء ظَهْرِهِ ☆ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُوراً ☆ وَيَصْلَى سَعِيراً ﴾(۲) ترجمہ ''پس جس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ☆ تو اس کا حساب آسان ہوگا ☆ اور وہ اپنے اہل کے پاس خوشی خوشی لوٹ جائے گا ☆ اور جس کا نامۂ اعمال اس کے پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا ☆ تو وہ موت کو بلانے لگے گا ☆ اور وہ جہنم میں داخل ہو جائے گا'' اور ہر انسان سے دنیا میں اس کے کیے ہوئے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ☆ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَآئِبِينَ ﴾(۳) ترجمہ ''ہم یقیناً ان لوگوں سے پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے، اور یقیناً رسولوں سے بھی پوچھیں گے ☆ پھر ہم انہیں علم کی بنیاد پر سب کچھ بتائیں گے اور ہم بھی غائب نہیں تھے''

---

(۱) الأنعام : ۱۶۰ (۲) الانشقاق: ۷۔۱۲

(۳) الأعراف : ۶۔۷

صحیح حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لاتَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حتّٰی یُسْأَلَ : عَنْ عُمْرِهِ فِیْمَا أَفْنَاهُ ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِیْمَا أَبْلَاهُ ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَیْنَ اکْتَسَبَهُ وَفِیْمَا أَنْفَقَهُ ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِیْمَا أَبْلَاهُ ''

(۱) ''بروزِ قیامت بندے کا قدم ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ ہوگا یہاں تک کہ اس سے پوچھ نہ لیا جائے کہ اس نے اپنی عمر کہاں گزاری، اپنے علم کے مطابق کتنا عمل کیا، اپنے مال کو کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا اور اپنے بدن کو کس چیز میں لگایا''

ایسے ہی ہر انسان سے ان تمام نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جن سے وہ سرفراز کیا گیا ہے اور عہدو پیمان، کان، نگاہ، اور قلب وجگر ہر ایک کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اللہ کے حقوق میں سے سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا اور آدمیوں کے حقوق کے بارے میں سب سے پہلے خون (۲) کے بارے میں پوچھا جائے گا، جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

حساب کے وقت انسانی اعضاء اس کے اعمال کے بارے میں گواہی دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿الْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (۳) ترجمہ ''ہم آج ان کے منہ پر مہر لگادیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے، اور ان کے پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے''

(۶) حوضِ کوثر : میدان محشر میں حوضِ کوثر بھی ہوگا، جس کے بارے میں متواتر احادیث ہیں، ان میں سے حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''إِنَّ قَدْرَ حَوْضِي كَمَا بَيْنَ أَيْلَةَ وَصَنْعَاءَ مِنَ الْيَمَنِ ، وَإِنَّ فِيهِ مِنَ الْأَبَارِيقِ كَعَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ'' (۴) ''میرا حوض یمن

---

(۱) سنن ترمذی ۲/۲۹۰ ، اسے علامہ البانی نے صحیح الجامع (۷۳۰۰) میں صحیح کہا ہے۔
(۲) صحیح مسلم ۳/۱۳۰۴ (۳) یس : ۶۵ (۴) صحیح بخاری ۷/۲۰۷، صحیح مسلم ۴/۱۸۰۰

کے علاقے صنعاء اور ایلہ کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوگا اور اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کے برابر ہوں گے۔" دوسری حدیث میں ہے" أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ "(۱)" میں حوض پر تمہارا انتظار کروں گا" فرط: جو شخص پانی کے لیے پہلے سے موجود ہوتا ہے۔

حوض کوثر کے بارے میں وارد احایث کا خلاصہ یوں ہے

وہ عظیم ترین حوض ہوگا، بابرکت پہنچنے کی جگہ ہوگی، جنت کی نہر کوثر سے حوضِ کوثر کے پانی کو زیادہ کیا جاتا ہے، دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا، مسک سے زیادہ خوشبودار، نہایت ہی وسیع و عریض بلکہ اس کا ہر گوشہ ایک مہینہ کی مسافت کا ہوگا، اور جو اس کو ایک مرتبہ پیئے گا وہ دوبارہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

(۷) میزان: وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ بندوں کے خیر و شر ہر دو طرح کے اعمال وزن کیے جائیں گے، مومنوں کے میزان بھاری ہوں گے چنانچہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور کافروں کے میزان ہلکے پڑ جائیں گے چنانچہ وہ جہنم رسید ہوں گے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ☆ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ☆ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ☆ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ☆وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ☆ نَارٌ حَامِيَةٌ﴾(۲) ترجمہ " پس جس کی نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے ☆، وہ پسندیدہ زندگانی میں ہوگا☆ اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے ☆اس کا ٹھکانا "ہاویہ" ہوگا☆ اور آپ کو کیا معلوم، وہ کیا ہے☆وہ دہکتی ہوئی آگ ہے" اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئاً وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾(۳) ترجمہ "اور قیامت کے دن ہم عدل و انصاف کی ترازوئیں قائم کریں گے، پس کسی آدمی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا، اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی عمل ہوگا تو اسے

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الرقاق، باب فی الحوض ۷/۲۰۰۶، صحیح مسلم کتاب الفضائل ۴/۱۷۹۲ رقم ۲۲۸۹

(۲) القارعۃ : ۶۔۱۱

(۳) الأنبياء : ۴۷

ہم سامنے لائیں گے، اور ہم حساب لینے کے لئے کافی ہیں"

میزان کے دو پلڑے ہوں گے، جس میں اعمال، نامۂ اعمال اور عامل کو وزن کیا جائے گا۔

کچھ مخصوص اعمال کے بارے میں احایث ہیں جو میزان کو بھاری کر دیں گے اور انہیں میں سے ایک حسنِ خلق ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مَا مِنْ شَيْءٍ يُوضَعُ فِي الْمِيزَانِ أَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ ، وَإِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهِ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلاةِ "(۱) "میزان میں سب سے بھاری بھرکم عمدہ اخلاق ہوگا اور عمدہ اخلاق سے موصوف شخص اس کی وجہ سے صوم وصلاۃ کے پابند شخص کے مرتبہ کو پہنچ جائے گا۔"

دوسری حدیث میں ہے "كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ ، حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ "(۲) "دو کلمے زبان پر آسان، میزان میں بھاری بھرکم اور رحمٰن کو زیادہ پسندیدہ ہیں اور وہ ہیں "سبحان اللہ وبحمدہ (اللہ تعالی ہر طرح کے عیب سے پاک ہے اور تمام تعریف اسی کے لئے ہے) سبحان اللہ العظیم" (عظمت والا اللہ ہر عیب سے پاک وصاف ہے)

(۸) پل صراط: جہنم کی پشت پر پھیلا ہوا پل جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا، جیسا کہ حدیث میں ہے "وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ ، فَأَكُونُ أَنَا وَأُمَّتِي أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُهَا ، وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ ، وَدَعْوَى الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ "(۳) "پل صراط جہنم کی پشت پر بچھا دیا جائے گا، جس کو میں اور میری امت سب سے پہلے پار کریں گے، اس دن صرف رسول ہی بات کریں گے،

---

(۱) سنن ترمذی ۱۹۴/۲، علامہ البانی نے صحیح الجامع (۵۶۰۲) میں اسے صحیح کہا ہے۔
(۲) صحیح بخاری : ۲۱۹/۸
(۳) صحیح بخاری ۲۰۵/۷، صحیح مسلم ۱۶۴-۱۶۵

ان کی بھی پکار ہوگی اللہ ہمیں نجات دے، ہمیں بچالے" جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے "فَیَمُرُّ الْمُؤْمِنُ کَطَرْفِ الْعَیْنِ ، وَکَالْبَرْقِ ، وَکَالرِّیْحِ ، وَکَالطَّیْرِ ، وَکَأجَاوِیْدِ الْخَیْلِ وَالرُّکَّابِ ، فَنَاجٍ مُسْلِمٍ وَمَخْدُوْشٍ مُرْسَلٍ ، وَمَکْدُوْسٍ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ "(۱) "مومن پلک جھپکنے کی طرح، کوئی برق رفتار بجلی کی طرح، کوئی ہوا کی طرح، کوئی پرندے کی طرح اور کوئی گھوڑ سوار کی طرح گزرے گا، چنانچہ کوئی پوری طرح محفوظ رہے گا، کسی کو خراش آنے کے بعد نجات ملی ہوگی اور کوئی جہنم میں گرتا چلا جائے گا۔"

جبکہ مومن کو اپنے عمل کے مطابق نور وروشنی عطا کی جائے گی۔

جہنم پر پیشگی سے مراد مومنوں کے حق میں پل صراط سے گزرنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کے اس فرمان میں ہے ﴿وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْماً مَّقْضِيّاً﴾ (۲) ترجمہ "اور تم میں سے ہر شخص اس پر سے ضرور گذرے گا یہ آپ کے رب کا حتمی فیصلہ ہے"

جہاں تک کفار ومشرکین کی پیشگی کا معاملہ ہے تو وہ ان کا اس میں داخل ہونا ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وِرْداً﴾ (۳) ترجمہ "اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانک کر لے جائیں گے"

---

(۱) صحیح مسلم ۱/۱۶۹

(۲) مریم : ۷۱

(۳) مریم: ۸۶

# مشقیں

س ۱/ جزاء اور حساب سے کیا مراد ہے؟

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

س ۲/ اللہ کے حقوق اور انسانوں کے حقوق کے بارے میں سب سے پہلے کس کس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا؟

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

س ۳/ حوض سے کیا مراد ہے؟ اس کی چند صفات ذکر کریں۔

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

س ۴/ میزان سے کیا مراد ہے؟ اور وہ کونسے اعمال ہیں جو بروزِ قیامت میزان میں بھاری ہوں گے؟

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

س ۵/ پل صراط کی تعریف کریں اور اس کی دلیل پیش کریں۔

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

(۹) جنت وجہنم: جنت وجہنم برحق ہیں جن میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اور یہ دونوں مخلوق کے دائمی ٹھکانا ہیں، چنانچہ جنت نعمتوں کا گھر ہے، جس کو اللہ تعالی نے مومنوں کے لیے تیار کیا ہے۔ اور جہنم عذاب کا گھر ہے جس کو اللہ تعالی نے کافروں کے لیے تیار کیا ہے۔ اللہ تعالی نے مومنوں کے حق میں فرمایا ﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْن آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ﴾ (۱) ترجمہ "اور خوشخبری دے دیجیے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا، کہ ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی"

اور کافروں کے حق میں فرمایا ﴿وَاتَّقُواْ النَّارَ الَّتِيْ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْن﴾ (۲) ترجمہ "اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے"

صحیح حدیث میں ہے "اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ" (۳) "جنت میں جھانکا تو اکثر وبیشتر جنتیوں کو فقیر پایا جبکہ جہنم میں جھانکا تو اس میں زیادہ تر خواتین کو پایا"

جنت وجہنم دائمی طور پر موجود ہیں، اللہ تعالی کے باقی رکھنے کی وجہ سے باقی ہیں، چنانچہ ان کو کبھی فنا نہیں اور نہ جو ان میں ہوں گے وہ کبھی ختم ہوں گے، اللہ تعالی نے جنتیوں کے بارے میں کہا ﴿خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (۴) ترجمہ "ان میں وہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے یہی عظیم کامیابی ہے"

اور جہنم اور جہنمیوں کے بارے میں فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِيْنَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْراً ☆ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً لَّا يَجِدُوْنَ وَلِيّاً وَلَا نَصِيْراً﴾ (۵) ترجمہ "بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت بھیج دی ہے، اور ان کے لئے

---

(۱) البقرة : ۲۵ (۲) آل عمران: ۱۳۱ (۳) صحیح بخاری رقم: ۳۲۴۱، ۵۱۹۸

(۴) التوبة : ۱۰۰ (۵) الأحزاب: ۶۴-۶۵

جہنم کی بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے ☆اس میں ہمیشہ رہیں گے، اپنا کوئی دوست اور مددگار نہ پائیں گے"

آپ ﷺ نے فرمایا" إذَا صَارَ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَى الْجَنَّةِ ، وَأَهْلُ النَّارِ إِلَى النَّارِ جِیْءَ بِالْمَوْتِ حَتّٰی یُجْعَلَ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ، ثُمَّ یُذْبَحُ ثُمَّ یُنَادِی مُنَادٍ : یَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لاَمَوْتَ ، وَیَا أَهْلَ النَّارِ لاَمَوْتَ ، فَیَزْدَادُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحاً إِلٰی فَرَحِهِمْ ، وَیَزْدَادُ أَهْلُ النَّارِ حُزْناً إِلٰی حُزْنِهِمْ "(۱)" جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور جہنمی جہنم میں، تو موت کو لایا جائے گا جس کو جنت وجہنم کے درمیان رکھا جائے گا، اور اس کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا، اے جنت والو! اب کسی کو موت نہیں آئے گی، اور اے جہنم والو! اب کسی کو موت نہیں آئے گی، چنانچہ اس سے جنتیوں کی خوشی ومسرت میں اضافہ ہو جائے گا اور جہنمیوں کے حزن وغم میں اضافہ ہو جائے گا۔"

جنت میں ایسی ایسی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھی ہے جن کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل میں ان کے بارے میں کچھ تصور ہی قائم ہو سکتا ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِیَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْیُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا یَعْمَلُونَ﴾ (۲) ترجمہ" پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے نیک اعمال کے بدلے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کونسی نعمتیں چھپا کر رکھی گئیں ہیں"

جنت کی صفات اور ان میں موجود نوازشات کے بارے میں بے شمار آیات واحادیث وارد ہیں، ہم اللہ سے اس کے فضل وکرم کے لیے دعا گو ہیں۔

جنت میں سب سے افضل ترین نعمت رب العالمین کا دیدار ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿وُجُوهٌ یَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ☆إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (۳) ترجمہ" کچھ چہرے اس دن شاداب ہوں گے ☆اپنے رب کو دیکھ

---

(۱) صحیح بخاری ۲۰۰/۷ ، صحیح مسلم ۲۱۸۹/۴ (۲) السجدة : ۱۷

(۳) القیامة : ۲۲-۲۳

رہے ہوں گے“

جہنم میں سخت عذاب اور شدید ترین سزائیں ہیں، جن کی حقیقت کو اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے، اس میں موجود مختلف قسم کے عذاب کا ذکر بہت ساری آیات واحادیث میں آیا ہے، ہم اللہ تعالی سے اس سے عافیت وسلامتی کے طلبگار رہیں، اللہ تعالی نے ہمیں اس سے ڈرایا ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾(۱) ترجمہ ”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے“

## یوم آخرت پر ایمان لانے کے فائدے

(۱) آخرت میں ثواب کے حصول کے لئے اطاعت وفرمانبرداری کرنے پر آمادگی اور اس کی آرزو وخواہش۔

(۲) آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہوئے گناہ ومعاصی اوران پر رضامندی سے دوری۔

(۳) دنیاوی جو چیزیں ہاتھ سے نکل جاتی ہیں مومنین کو انہیں آخرت میں پانے اوران کے اجرِ عظیم سے مستفید ہونے کی بشارت سنا کر ان کو تسلی دینا۔

---

(۱) التحریم : ٦

# مشقیں

س۱/ جنت وجہنم کیا فی الحال موجود ہیں اور کیا یہ دائمی ہیں یا ختم ہونے والی ہیں؟ دلیل کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۲/ یوم آخرت پر ایمان لانے کے کیا فائدے ہیں؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

# چھٹا رکن

## تقدیر پر ایمان

### (۱) تقدیر سے مراد اور اس پر ایمان لانے کا مطلب

تقدیر سے مراد اللہ تعالیٰ کا کائنات کے بارے میں اپنے ازلی علم اور اپنی مشیت و حکمت کے مطابق تمام تر چیزوں کو لکھنا ہے۔

تقدیر پر ایمان لانے کا معنیٰ: یہ پختہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ گزشتہ و آئندہ وقوع پذیر ہونے والی ساری چیزوں کو ازل سے ہی جانتا ہے اور ان کو اس نے لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا ہے، وہ ہر چیز کا خالق ہے، ان کا رب و مالک ہے، اس نے خیر و شر اور تلخ و شیریں ہر دو طرح کی تقدیریں لکھیں ہیں، اس نے گمراہی و ہدایت اور سعادتمندی و بدبختی کو پیدا کیا ہے اور اسی طرح موت و زندگی اور روزی سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴾(۱) ترجمہ ''ہم نے ہر چیز کو ٹھیک اندازے کے مطابق پیدا کیا ہے'' اور جیسا کہ مشہور و معروف حدیث جبریل میں ارکانِ ایمان کے بارے میں ہے ''أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ '' (۲) ''تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یومِ آخرت اور تقدیر پر ایمان لاؤ خواہ تقدیر اچھی ہو یا بری''

(۲) تقدیر کے مراتب: تقدیر کے چاروں مراتب پر ایمان لانا واجب ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) علم: ہم اللہ تعالیٰ کے دائمی و ازلی اور اجمالی و تفصیلی علم پر ایمانِ کامل رکھتے ہیں جو کہ ہر چیز کو محیط ہے ،

---

(۱) القمر : ۴۹

(۲) صحیح مسلم : ۳۶/۱۔۳۷

اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً ﴾(۱)
ترجمہ ''تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یہ کہ بے شک اللہ اپنے علم کے ذریعہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔''

(۲) کتابت: ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں ساری چیزوں کو لکھ رکھا ہے جس میں کسی طرح کی کمی نہیں، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے﴿مَّا فَرَّطْنَا فِي الكِتَابِ مِن شَيْءٍ ﴾(۲) ترجمہ ''ہم نے کوئی چیز ریکارڈ میں لانے سے چھوڑ نہیں دیا ہے''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلاَ فِي السَّمَاءِ وَلاَ أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴾(۳) ترجمہ ''اور آپ کے رب سے زمین وآسمان میں ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اور نہ اس سے کوئی چھوٹی اور نہ بڑی چیز ہے جو لوحِ محفوظ میں درج نہ ہو''

(۳) مشیت: ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ساری چیزوں کے بارے میں ایمان رکھتے ہیں، چنانچہ جس کو اس نے چاہا وہ لامحالہ ہونے کو ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ﴾(۴) ترجمہ ''اور آپ کا رب جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے (اپنی رسالت کے لئے) چن لیتا ہے''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ﴾(۵) ترجمہ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک جماعت بنا دیتا''

---

(۱) الطلاق : ۱۲ (۲) الأنعام : ۳۸
(۳) یونس : ۶۱
(۴) القصص : ۶۸
(۵) ھود : ۱۱۸

(۴) تخلیق: ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی ہر چیز کا خالق ہے اور ساری چیزیں اپنی ذات، صفات اور حرکات ہر اعتبار سے اس کی پیدا کردہ ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ (۱) ترجمہ "اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور وہی ہر چیز کا محافظ ونگران ہے۔"

(۳) بندے کی مشیت اور اس کے اختیارات: ہر بندہ کی مشیت اور اس کا اپنا اختیار ہوتا ہے، جیسا کہ اس پر شریعت اور حقائق دلالت کرتے ہیں:

شریعت کی روشنی میں دلیل: اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ﴾ (۲) ترجمہ "تم میں سے ان لوگون کے لئے جو راہ ہدایت پر چلنا چاہیں"

جہاں تک حقائق کی بات ہے تو ہر انسان جانتا ہے کہ اس کو مشیت اور اختیار وقدرت حاصل ہے، جن کے ذریعہ کوئی کام کرتا ہے یا چھوڑتا ہے، اس لیے انسان سے ارادی طور پر جو کچھ عمل میں آتا ہے جیسے چلنا اور کھانا اور جو کچھ اس سے غیر ارادی طور پر عمل میں آتا ہے جیسے بخار سے کانپنا اور دل کا دھڑکنا، دونوں میں فرق کیا جائے گا، البتہ بندوں کی مشیت وقدرت اللہ کی مشیت وقدرت کے تابع ہوتی ہے، چنانچہ اللہ کی مشیت کے بغیر بندہ کچھ نہیں کرسکتا ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (۳) ترجمہ "اور تم کچھ چاہ نہیں سکتے جب تک کہ اللہ نہ چاہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔"

(۴) تقدیر کا حیلہ کر کے گناہ پر حجت پکڑنے والوں کی تردید: تقدیر کا حیلہ کر کے واجبات کو چھوڑنے یا محرمات کا ارتکاب کرنے پر حجت پکڑنا صحیح نہیں ہے، اپنے گناہ ومعاصی اور عیوب ونقائص پر تقدیر سے حجت پکڑنے والوں کی تردید مندرجہ ذیل امور کے ذریعہ ہوتی ہے۔

---

(۱) الزمر: ۶۲ (۲) التکویر: ۲۸

(۳) التکویر: ۲۹

(۱) تقدیر سے حجت پکڑنے والے پر اگر کوئی ظلم وزیادتی کرے، یعنی اس کو مارے یا اس کا مال وغیرہ لے لے اور پھر زیادتی کرنے والا شخص تقدیر کے ذریعہ اس پر حجت پکڑے تو وہ شخص اس کی حجت کو ہرگز قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کو معذور مانے گا، آخر دوسروں کی اس پر ظلم وزیادتی کے وقت تقدیر کے ذریعہ اس پر حجت پکڑنے کو کیوں قابلِ قبول نہیں مانتا؟ لیکن جب اللہ کے حقوق میں کوتاہی کرتا ہے تو پھر اس پر حجت قائم کرنے کے لیے تقدیر کا سہارا لیتا ہے۔

(۲) اگر تقدیر سے حجت پکڑنا صحیح ہوتا تو رسولوں کی بعثت سے حجت قائم نہ ہوتی اور تمام شریعتوں کو معطل کرنا لازم آتا، پھر ابلیس، فرعون اور تمام کے تمام کفار معذور ہوتے کیونکہ ان کی مخالفت وسرکشی اور گناہ ومعاصی اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق ہوئی تھی۔

(۳) ہم گناہ ومعاصی پر تقدیر کے ذریعہ حجت پکڑنے والے کو اپنے خصوصی امور کے حصول کے لیے تقدیر سے حجت پکڑتے اور اسی پر اعتماد وبھروسہ کرتے ہوئے نہیں دیکھتے ہیں، بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ دنیوی امور میں سے اپنے لئے موافق چیز کے حصول کا وہ خواہاں اور اس کے لیے کوشاں ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کو پالیتا ہے، جبکہ غیر مناسب چیزوں کے لئے تقدیر سے حجت پکڑتے ہوئے اس کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتا، چنانچہ ہم اس کو نہیں دیکھتے ہیں کہ تقدیر سے حجت پکڑتے ہوئے اسباب کو اپنانے سے یونہی بیٹھا رہے، آخر دنیوی امور میں سے مفید چیزوں کو چھوڑ کر نقصان دہ چیزوں کو کیوں نہیں اپناتا ہے اور پھر تقدیر سے حجت پکڑتا ہے؟ جبکہ دنیوی سودمند چیزوں کے حصول کے لیے آرزومند ہوتا ہے، کیا دونوں امر ایک طرح کے نہیں ہیں؟

(۴) اللہ تعالی نے اعمال کا حکم دیا ہے اور تقدیر پر بھروسہ کرنے سے منع کیا ہے اور بندے کو بقدر استطاعت ہی مکلّف بنایا ہے، بلکہ اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے درانحالیکہ وہ اس پر ایمان لانے پر متمکن اور اس کی قدرت

رکھتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے" اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ "(۱) "عمل کرتے جاؤ کیونکہ ہر ایک کے لیے وہ کام آسان کردیا گیا ہے جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے"

(۵) اسباب کو اپنانا: یہ جاننا واجب ہے کہ اسباب کو اپنانا تقدیر پر ایمان لانے اور بھروسہ کرنے کے منافی نہیں ہے، بلکہ تقدیر پر ایمان لانے کے قبیل سے ہے، چنانچہ جس نے تقدیر کا بہانہ بناتے ہوئے جان بوجھ کر اسباب کو اپنانے سے گریز کیا، تو اس کے ایمان میں اتنا خلل ہوگا جتنا کہ اس نے اسباب کے اپنانے میں کوتاہی کی ہے۔

(۶) تقدیر کے بارے میں بے جا غور وخوض کرنا منع ہے: تقدیر کے مسائل کے بارے میں گہرائی وگیرائی تک جانے سے اسلام نے منع کیا ہے، ایسے ہی اس کے دور رس انسانی وسعت سے بالاتر اسرار ورموز کی تلاش وجستجو سے منع کیا ہے، کیونکہ اس کے بارے میں غور وخوض کرنے سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا ہے، بلکہ یہ انسان کو شک وشبہ، حیرت وپریشانی اور گمراہی میں ڈال دیتا ہے اور عناد والحاد کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ ایک دن نکلے، دیکھا صحابۂ کرام تقدیر کے بارے میں باتیں کررہے تھے تو ایسا ظاہر ہونے لگا کہ غصہ کی وجہ سے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر انار کے سرخ دانے پڑے ہوں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا "مَالَكُمْ تَضْرِبُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ ؟ بِهٰذَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ "(۲) "تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی کتاب کے بعض حصے کو بعض سے ٹکراتے ہو؟ اسی وجہ سے تو تم سے پہلی امتیں ہلاک ہوگئیں"

---

(۱) صحیح بخاری ۹۹/۲ ، صحیح مسلم ۲۰۳۹/۴

(۲) مسند احمد : ۱۷۸/۲

## (۷) تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد:

تقدیر پر ایمان لانے کے عظیم ترین فوائد وثمرات ہیں، جن میں سے مندرجہ ذیل پیش خدمت ہیں:

۱ ۔ پختہ عزم ویقین کے ساتھ عمل پر ابھارنا، مسلسل جدوجہد کرنا اور آگے بڑھتے رہنا یہ ایمان رکھتے ہوئے کہ جو اس کو ملا وہ خطا ہونے والا نہ تھا اور جو نہ ملا اس کو ملنے والا نہ تھا۔

۲ ۔ اسباب اپناتے ہوئے اللہ پر اعتماد کرنا اور اسی کی ذات سے مدد طلب کرنا نہ کہ بذات سبب پر اعتماد کرنا کیونکہ ہر چیز اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق ہی رونما ہوتی ہے۔

۳ ۔ بغض وحسد، کینہ وکپٹ اور کبر وغرور کا خاتمہ کیونکہ تقدیر پر ایمان لانے سے یہ علم ہوتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور وہی دینے والا ہے اور وہی روکنے والا ہے، اور ایسے ہی عزت وذلت سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔

۴ ۔ اللہ تعالی کی لکھی ہوئی تقدیر کے تئیں عفو ودرگذر، صبر وشکیبائی، اور راحت واطمینان کا جذبہ راسخ ہونا تاکہ کسی عمدہ چیز کے چھوٹنے اور مکروہ کا سامنا کرتے وقت قلق والم کا شکار نہ ہو، کیونکہ یہ تقدیر الٰہی کے عین مطابق ہوا ہے، جس نے صابروں کے لیے عظیم وعدہ کر رکھا ہے، جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ''عَجباً لِأمرِ الْمُؤمِنِ إنَّ أمرَهُ كُلَّهُ لَهُ خيرٌ وَلَيسَ ذلِكَ لِأحدٍ إلَّا لِلْمُؤمِنِ، إنْ أصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خيراً لَهُ، وَإنْ أصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبرَ فَكَانَ خيراً لَه'' (۱) ترجمہ ''مومن کا معاملہ تعجب خیز ہے کیونکہ اس کے ہر کام میں خیر ہی خیر ہے اور یہ صرف مومن کے لیے ہے، اگر اس کو خوش آیند چیز لاحق ہوتی ہے تو شکر بجالاتا ہے تو اس میں اس کے لیے خیر ہوتی ہے اور اگر نقصان دہ چیز اس کو پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور اس میں بھی اس کی بھلائی ہے''

---

(۱) صحیح مسلم ۴/۲۲۹۵

# مشقیں

س ۱/ تقدیر سے کیا مراد ہے؟ اور اس پر ایمان لانے کا کیا حکم ہے؟

-------------------------------------------------------

-------------------------------------------------------

س ۲/ تقدیر کے کتنے مراتب ہیں؟

-------------------------------------------------------

-------------------------------------------------------

س ۳/ کیا بندے کو مشیت واختیار حاصل ہے؟ اس کی دلیل پیش کریں۔

-------------------------------------------------------

-------------------------------------------------------

س ۴/ تقدیر سے گناہ ومعاصی پر احتجاج کرنے والوں کی تردید کیسے کریں گے؟

-------------------------------------------------------

-------------------------------------------------------

س ۵/ کیا اسباب کو اپنانا تقدیر پر ایمان لانے اور اللہ پر بھروسہ کرنے کے منافی ہے؟

-------------------------------------------------------

س ۶/ تقدیر کے بارے میں زیادہ بحث ومباحثہ کرنے کا شرعی حکم دلیل کی روشنی میں لکھیں۔

-------------------------------------------------------

س ۷/ تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد کیا ہیں؟

# فہرستِ موضوعات

## پہلی سیکنڈری کلاس کے لیے


پیشِ لفظ ........ ۴

عرضِ مترجم ........ ۵

اہداف ومقاصد ........ ۱۰

ارشادات وہدایات ........ ۱۱

تمہید ........ ۱۳

توحیداورعقیدہ کی تعریف ........ ۱۳

صحیح اسلامی عقیدہ کی اہمیت وضرورت ........ ۱۳

انسانیت میں اصل توحید ہے ........ ۱۵

اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک شرعی مصادر ومراجع ........ ۱۸

عقائد میں خبرِ واحد کی حجیت ........ ۱۹

صحیح عقیدہ سے انحراف کے اسباب ........ ۲۰

صحیح عقیدہ کے دفاع کے لئے سلفِ صالحین کی کاوشوں کی ایک جھلک ........ ۲۱

ایمان ........ ۲۵

ارکانِ ایمان ........ ۲۷

پہلا رکن: اللہ تعالی پر ایمان ........ ۳۰

توحید کی اقسام ........ ۳۰

ا۔توحیدِ ربوبیت کی تعریف ........ ۳۰

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی تخلیق توحید پر کی ---------- ۳۰
اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ملحدین کی تردید ---------- ۳۱
کفار و مشرکین کا توحیدِ ربوبیت کا اقرار کرنا ان کے اسلام میں داخل ہونے کے لیے کافی نہیں ---------- ۳۲
۲۔ توحیدِ الوہیت ---------- ۳۵
جن وانس کی تخلیق کا مقصد ---------- ۳۵
توحیدِ الوہیت کی اہمیت ---------- ۳۵
کلمۂ توحید ''لا الٰہ الا اللہ'' کا معنی اور اس کی شرطیں ---------- ۳۷
لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت ---------- ۴۰
کلمۂ توحید کے فوائد ---------- ۴۱
۳۔ توحیدِ اسماء و صفات ---------- ۴۴
توحید اسماء و صفات کا مفہوم اور اس پر دلائل ---------- ۴۴
نصوصِ صفات کے متعلق واجبی امر ---------- ۴۵
اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق سلفِ صالحین رحمہم اللہ کے اقوال ---------- ۴۶
اللہ تعالیٰ کی چند صفات کا ذکر ---------- ۴۷
اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ کا بیان ---------- ۴۷
اللہ تعالیٰ کے چند اسماء حسنیٰ کا ذکر ---------- ۵۰
اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات پر ایمان لانے کے فوائد ---------- ۵۱
عبادت و بندگی ---------- ۵۴
عبادت کی تعریف ---------- ۵۴
عمل کی قبولیت کی شرطیں ---------- ۵۵

عبادت وبندگی میں اللہ تعالی کو منفرد ماننے کا وجوب ۵۵
عبادت کی چند قسمیں ۵۸
دعا اور استغاثہ ۵۸
مخلوق سے دادخواہی کب جائز ہے؟ ۶۲
خوف، خشیت اور رہبت ۶۴
خوف کی اقسام ۶۵
رجاء (امید) اور رغبت ۶۶
خوف اور امید کا یکساں پایا جانا ۶۷
محبت ۷۰
محبت کی اقسام ۷۰
بندے کی اپنے رب سے محبت کرنے کی علامتیں ۷۰
اللہ تعالی سے محبت کے اسباب ۷۲
توکل ۷۳
غیر اللہ پر توکل کے اقسام ۷۴
اسباب کو اپنانا توکل کے منافی نہیں ہے ۷۴
استعاذہ (پناہ طلبی) ۷۶
استعانت (مدد طلبی) ۷۶
ذبح ۷۷
نذر ۷۸
انابت ۷۹

| | |
|---|---|
| خشوع وخضوع | ۷۹ |
| دوسرارکن: فرشتوں پرایمان | ۸۱ |
| فرشتوں سے مراد | ۸۱ |
| فرشتوں پرایمان | ۸۱ |
| چندفرشتوں کےنام | ۸۲ |
| فرشتوں کی چندصفات | ۸۲ |
| فرشتوں کی اقسام اوران کےاعمال | ۸۲ |
| فرشتوں پرایمان لانے کےفائدے | ۸۴ |
| تیسرارکن: آسمانی کتابوں پرایمان | ۸۶ |
| کتابوں سے مراداوران پرایمان لانے کامطلب | ۸۶ |
| کتابوں کی تعداداوران کےنام | ۸۷ |
| سابقہ کتابوں میں تحریف | ۸۷ |
| سابقہ کتابوں میں تحریف کےدلائل | ۸۸ |
| سابقہ کتابوں کےبارے میں مسلمانوں کاموقف | ۸۹ |
| بنی اسرائیل کی اخبارتین قسم کی ہیں | ۸۹ |
| قرآن پرایمان | ۸۹ |
| آسمانی کتابوں پرایمان لانے کےفائدے | ۹۰ |
| چوتھارکن: رسولوں پرایمان | ۹۳ |
| رسول کی تعریف | ۹۳ |
| انبیاءورسل پرایمان | ۹۳ |

رسالت ونبوت کی نامزدگی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے ........ ۹۴
انبیاء ورسل کی تعداد اوران کے اسماء گرامی ........ ۹۴
رسولوں کی رسالت کا موضوع ........ ۹۵
رسولوں کے تعلق سے ہماری ذمہ داریاں ........ ۹۵
محمد ﷺ پر ایمان ........ ۹۸
محمد ﷺ کے حقوق ........ ۹۸
محمد ﷺ کی رسالت کا عموم ........ ۹۹
محمد ﷺ پر نبوت کا ختم ہونا ........ ۱۰۰
محمد ﷺ کی فضیلت اورآپ کے چند معجزات کا بیان ........ ۱۰۰
انبیاء ورسل پر ایمان لانے کے فائدے ........ ۱۰۱
پانچواں رکن: یوم آخرت پر ایمان ........ ۱۰۳
یوم آخرت سے مراد ........ ۱۰۳
یوم آخرت پر ایمان لانے کا معنی ........ ۱۰۳
بعث بعد الممات ........ ۱۰۴
یوم آخرت پر ایمان لانے کے تقاضے ........ ۱۰۷
قیامت کی نشانیاں ........ ۱۰۷
قیامت کی چھوٹی نشانیاں ........ ۱۰۷
قیامت کی بڑی نشانیاں ........ ۱۰۷
فتنۂ قبر ........ ۱۱۲
قبر میں عذاب وانعام ........ ۱۱۳

| | |
|---|---|
| مومنوں کے لئے عذاب قبر کے اسباب | ۱۱۴ |
| قبر کے عذاب سے نجات کے اسباب | ۱۱۵ |
| بعث وحشر | ۱۱۷ |
| محشر میں لوگوں کے احوال | ۱۱۹ |
| جزاء وسزا اور حساب وکتاب | ۱۲۲ |
| حوضِ کوثر | ۱۲۳ |
| میزان | ۱۲۴ |
| پل صراط | ۱۲۵ |
| جنت وجہنم | ۱۲۸ |
| یوم آخرت پر ایمان لانے کے فائدے | ۱۳۰ |
| چھٹا رکن: تقدیر پر ایمان | ۱۳۲ |
| تقدیر سے مراد اور اس پر ایمان لانے کا مطلب | ۱۳۲ |
| تقدیر پر ایمان لانے کا معنی | ۱۳۲ |
| تقدیر کے مراتب | ۱۳۲ |
| بندے کی مشیت اور اس کے اختیارات | ۱۳۴ |
| تقدیر کا حیلہ کر کے گناہ پر حجت پکڑنے والوں کی تردید | ۱۳۴ |
| اسباب کو اپنانا | ۱۳۶ |
| تقدیر کے بارے میں بے جا غور وخوض کرنا منع ہے | ۱۳۶ |
| تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد | ۱۳۶ |
| فہرستِ موضوعات | ۱۳۹-۱۴۴ |

# صحیح اسلامی عقیدہ حصہ (۲)

دوسری سیکنڈری کلاس کے لیے


تالیف : ماہر اساتذۂ کرام کی ایک جماعت

ڈاکٹر ابراھیم بن محمد ابوعباۃ (رئیس ومشرف)    ڈاکٹر صالح بن سعد السحیمی (استاذ مدینہ یونیورسٹی)

ڈاکٹر علی بن ناصر الفقیھی (استاذ مدینہ یونیورسٹی)    ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن الخمیس (استاذ مدینہ یونیورسٹی)

ڈاکٹر سلیمان بن صالح الغصن (استاذ مدینہ یونیورسٹی)

نظرِ ثانی: (سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی وصیت کی بناء پر)

عزت مآب ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان (ممبر کبارِ علماء کمیٹی، سعودی عرب)

ترجمہ

کرم اللہ منصور بن عبدالرؤف مدنی

نظرِ ثانی: ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد    عبدالخالق محمد صادق مدنی

عبدالرؤف بن عبدالحنان مدنی

زیرِ نگرانی

استاذ احمد عبداللہ الکندری

بسم الله الرحمن الرحيم

# ایمان کے نواقض

(ایمان کے منافی امور)

## ایمان کے نواقض میں سے پہلا ناقض

## کفر

کفر کی تعریف

کفر کی اقسام

کفریہ الفاظ وافعال کی مثالیں

کفرِ اکبر اور کفرِ اصغر میں فرق

ارتداد

# (۱) کفر

کفر کی تعریف: کفر کا لغوی معنی ہوتا ہے ڈھانکنا، پردہ پوشی کرنا۔

شریعت کی اصطلاح میں کفر ایمان کی ضد ہے۔ کفر اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لانے کو کہتے ہیں، خواہ اس کی وجہ جھٹلانا ہو یا شک وشبہ، اعراض وروگردانی ہو یا حسد وغرور کی بناء پر انکار یا غلط خواہشات و افکار کی پیروی جو رسالت کی اتباع سے مانع ہو، یہ الگ بات ہے کہ جھٹلانے والے کا کفر سب سے بڑھ کر ہے۔

کفر کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم: کفر اکبر ہے جو ملت سے خارج کر دیتا ہے اور یہ جہنم میں دائمی رہنے کا سبب ہے۔ اس کی پانچ قسمیں ہیں:

پہلی قسم: کفرِ تکذیب: حق کے بارے میں حقیقت کے خلاف جانکاری دینا یا یہ دعوی کرنا کہ رسول اللہ ﷺ حق کے برخلاف امور لے کر آئے تھے، اس کے لیے دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِباً أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴾(۱) ترجمہ ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے، یا برحق قرآن جب اس کے پاس آجاتا ہے تو اسے جھٹلاتا ہے، کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے۔''

دوسری قسم/کفرِ استکبار (تصدیق کرنے کے باوجود کبر وغرور کی بناء پر حق کی پیروی نہ کرنا)

انسان یہ اقرار کرے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رب کی طرف سے جو کچھ دے کر مبعوث کیے گئے وہ حق ہے

---

(۱) العنکبوت : ۶۸

لیکن کبروغرور یا حق اور اہلِ حق کو حقیر جانتے ہوئے اس کی اتباع و پیروی کرنے سے انکار کرے، اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴾ (۱) ترجمہ ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے انکار کر دیا، اور استکبار سے کام لیا، اور وہ (اللہ کے علم میں) کافروں میں سے تھا۔''

تیسری قسم/کفرِ شک: رسول اللہ ﷺ جو کچھ دے کر مبعوث کیے گئے اس کی تصدیق و پیروی کرنے میں تردد کرنا یا اس کو کامل یقین کے ساتھ حق ماننے سے گریز کرنا، جبکہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ دے کر مبعوث کئے گئے اس کو بغیر کسی شک وشبہ کے حق ماننا ہم پر واجب ہے، جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان کو کامل یقین ہو کہ یہ حق ہے، لیکن اگر ظن غالب تو ہو کہ یہ حق ہے لیکن اس کے ناحق ہونے کا گمان یا شک بھی ہو (یعنی ہوسکتا ہے کہ یہ حق نہ ہو) تو پھر یہ کفرِ ظن ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَذِهِ أَبَداً☆ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَى رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْراً مِّنْهَا مُنقَلَباً☆ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلاً☆ لَّكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَداً ﴾ (۲) ترجمہ ''اور وہ اپنے باغ میں اس حال میں داخل ہوا کہ وہ اپنے حق میں ظلم کرنے والا تھا، کہا کہ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ باغ کبھی تباہ ہو جائے گا ☆ اور مجھے یقین نہیں ہے کہ قیامت برپا ہوگی، اور اگر (بالفرض) اپنے رب کے پاس لوٹ کر گیا بھی تو میں اس باغ سے زیادہ اچھا بدلہ پاؤں گا ☆ اس سے اس کے ساتھی نے گفتگو کے دوران کہا، کیا تم نے اس ذات باری تعالی کا انکار کر دیا جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تمہیں اچھا بھلا ایک مرد بنا دیا ☆ لیکن میرا عقیدہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب ہے، اور میں اپنے رب کا کسی کو شریک نہیں بناتا ہوں''

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کرنے میں جو متردد رہا یا اس امر کو جائز گردانا کہ حق اس کے برخلاف ہے تو اس نے کفرِ شک وظن کا ارتکاب کیا۔

---

(۱) البقرۃ : ۳۴

(۲) الکہف : ۳۵-۳۸

چوتھی قسم/کفرِ اعراض: حق کو پس پشت ڈال دینا اور اس میں عدم دلچسپی اور ناپسندیدگی کی بناء پر نہ اس کو سیکھنا اور نہ ہی اس پر عمل کرنا، خواہ اس کا تعلق اقوال وافعال سے ہو یا اعتقادات سے، اجمالی طور پر ہو یا تفصیلی طور پر، اللہ تعالی نے فرمایا﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ ﴾(۱) ترجمہ''اور جن لوگوں نے اس روز قیامت کا انکار کردیا ہے جس سے وہ ڈرائے گئے ہیں، انہوں نے قبولِ حق سے منہ موڑ لیا ہے'' چنانچہ جو آپ کی لائی ہوئی چیز کا قولی طور پر انکار کرے بطور مثال یہ کہے'' میں اس کی پیروی نہیں کروں گا، اور نہ ہی اس پر عمل کروں گا، یا مجھے اس کی چنداں حاجت نہیں، یا اپنے افعال کے ذریعہ اس کا انکار کرے بطور مثال جب سنے تو یہ کہے کاش کہ اس کو نہ سنا ہوتا، یا اپنی انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں ڈالے تاکہ سن نہ سکے، یا ایسی جگہوں سے دور بھاگے جہاں حق کا ذکر ہوتا ہے، یا اس کو سن تو لے لیکن دل سے اس کی تصدیق نہ کرے اور اس کو ناپسند کرتے ہوئے نہ ہی اعضاء وجوارح کے ذریعہ اس پر عمل کرے، تو ایسا شخص کفرِ اعراض کی بناء پر کافر ہے۔

پانچویں قسم: کفرِ نفاق: رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی ظاہری طور پر پیروی کرنے کا اظہار کرنا جبکہ دل سے اس کا انکار کرنا، گویا ایسا شخص ایمان کو ظاہر کرتا ہے جبکہ اس کا باطن کفر کو چھپائے ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴾(۲) ترجمہ''اور وہ لوگ ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ وہ (بظاہر) ایمان لے آئے، پھر کفر پر ہی قائم رہے، تو ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی، اس لئے وہ بالکل نہیں سمجھتے ہیں''

---

(۱) الأحقاف : ۳

(۲) المنافقین : ۳

دوسری قسم: کفرِ اصغر جو کہ ملت سے نہیں نکالتا ہے، یہ ایسے گناہ و معاصی ہیں جن کو کتاب و سنت میں کفر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جبکہ درحقیقت یہ کفرِ اکبر کے درجہ کو نہیں پہنچتے مثال کے طور پر کفرِ نعمت جو کہ اللہ تعالی کے اس فرمان میں مقصود ہے۔﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَداً مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ ﴾(۱) ترجمہ ''اور اللہ ایک بستی کی مثال پیش کرتا ہے جو پرامن اور پرسکون تھی، اس کی روزی کشادگی کے ساتھ ہر جگہ سے آتی تھی، پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی''

قریہ سے مراد مکہ ہے، یہ ایسی بستی تھی جہاں نہ کاشتکاری ہوتی تھی اور نہ ہی کہیں درخت کا نام ونشان تھا، لیکن اللہ نے اس کو اس طرح رزق سے نوازا کہ ہر جگہ سے اشیاءِ خورد ونوش وہاں پہنچنے لگیں پھر انہیں میں سے رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی جو انہیں توحید کی دعوت دیتے اور شرک سے روکتے تھے، لوگوں نے ان کو جھٹلایا اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا، تو اللہ نے ان کو اس کا مزہ چکھایا، بھوک وقحط سالی اور خوف وہراس سے دوچار کیا، اور یہ سب ان کے کفر اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کے سبب تھا۔

ایسے ہی نبی ﷺ کے اس فرمان میں کفر کا لفظ ''اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي الأَنْسَابِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ''(۲) ''لوگوں میں دو چیزیں کفر کی ہیں، حسب ونسب میں طعن کرنا اور مردوں پر نوحہ وماتم کرنا'' یہاں حسب ونسب میں طعن سے مقصود اپنے حسب ونسب پر کبر وغرور کرتے ہوئے، لوگوں سے اپنے آپ کو بالا وبرتر سمجھتے ہوئے اور ان کو حقیر جانتے ہوئے ان کی تنقیص کرنا، یہ کفر کے ضمن میں آتا ہے جو کہ کفرِ اصغر ہے اور زمانۂ جاہلیت کی عادتوں میں سے ایک بری عادت ہے، جہاں تک مردوں پر نوحہ وماتم کرنے کا امر ہے، تو اس سے مقصود چیخنا چلانا اور آوازیں بلند کرنا ہے جو کہ بے صبری پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالی کی لکھی ہوئی تقدیر سے ناراضگی کا واضح ثبوت ہے۔

---

(۱) النحل : ۱۱۲ (۲) صحیح مسلم ۸۲/۱، مسند احمد ۳۷۷/۲

ایسے ہی غیر اللہ کی قسم کھانا، آپ ﷺ نے فرمایا "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ" (۱) "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو اس نے کفر یا شرک کیا" لیکن اگر قسم کھانے والا جس کی قسم کھا رہا ہے اس کی ویسے ہی تعظیم کرتا ہے اور اس سے ویسے ہی خوف کھاتا ہے اور ویسے ہی امیدیں وابستہ کیے ہوا ہے جیسے اللہ تعالی سے کرنا چاہیے تو پھر اس کا شمار شرک اکبر میں ہوگا۔

ایسے ہی مسلمان سے قتال کرنا: جو نبی ﷺ کے اس قول میں مذکور ہے "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ" (۲) "مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے" آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی اسی قسم سے ہے "لاتَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّاراً يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ" (۳) "میرے بعد کفر اختیار نہ کر لینا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو" کیونکہ اس سے مراد کفرِ اکبر نہیں ہے جو ملت سے خارج کردے، اللہ تعالی کے اس قول کی بناء پر ﴿ وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ﴾ (۴) سے ترجمہ "اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں برسرِ پیکار ہو جائیں، تو تم لوگ ان کے درمیان صلح کرادو" ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ (۵) تک ترجمہ "بےشک مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس تم لوگ اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو" مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے باہم قتل وقتال کرنے والوں کو ایمان کے نام سے موسوم کیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ ان کا یہ عمل کبائر کے ضمن میں آتا ہے۔

---

(۱) سنن ترمذی ۱۱۰/۴، مستدرک حاکم ۱۸/۱، امام ترمذی نے اسے حسن اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔
(۲) صحیح بخاری ۱۷/۱-۱۸، صحیح مسلم ۸۱/۱
(۳) صحیح بخاری ۳۸/۱، صحیح مسلم ۸۱/۱-۸۲
(۴) الحجرات : ۹
(۵) الحجرات : ۱۰

اللہ تعالی نے فرمایا﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُم الْقِصَاصُ فِيْ الْقَتْلَى ﴾(۱) ترجمہ ''اے ایمان والو! مقتولین کے بارے میں تمہارے اوپر قصاص کوفرض کردیا گیا ہے''اس آیت میں قاتل سے ایمان کی نفی نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کوقصاص لینے والے اولیاء کا بھائی قرار دیا گیا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا﴿ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ﴾(۲) ترجمہ ''اگرکسی (قاتل) کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کردیا جائے، تو مقتول کے ورثہ دیت کے مطالبہ میں نرمی سے کام لیں، اور قاتل اس کی ادائیگی میں خوش اسلوبی سے کام لے'' جبکہ یہاں اخوت سے مراد بلاکسی شک وشبہ کے دین کی اخوت ہے۔

کفریہ الفاظ وافعال کی مثالیں: کچھ ایسے الفاظ ہیں جوکفرکوشامل ہیں، اس حیثیت سے کہ ان میں اللہ تعالی، اس کی شریعت اوراس کے فرشتوں کا استہزاء ہو، یاان میں دین کے ضروری احکام کا انکار ہو، یا اللہ تعالی کواس کی مخلوق سے تشبیہ لازم آتی ہو، ایسے ہی کچھ دیگر افعال ہیں جو مذکورہ اسباب کی بناء پر کفرکومستلزم ہیں۔ ہم یہاں ایسے الفاظ وافعال کی کئی ایک مثال پیش کرتے ہیں تاکہ مسلمان ایسی چیزوں سے ہوشیار رہیں اوران کا ایمان اوران کی توحیداس طرح کی خطرناک چیزوں سے صحیح وسالم رہے۔

أ ـ کفریہ الفاظ کی مثالیں:

(۱) اللہ کوگالی دینایادینِ اسلام کوگالی دینایاتمام فرشتوں کویاان میں سے کسی ایک کوگالی دینا۔

(۲) نبی ﷺ کوگالی دینا یادیگرکسی بھی نبی یارسول کوگالی دینا۔

(۳) اللہ تعالی، اس کے فرشتے، انبیاء ورسل یادینِ اسلام کا مذاق اڑانا۔

---

(۱) البقرۃ : ۱۷۸

(۲) البقرۃ : ۱۷۸

(۴) یہ کہنا کہ میں اللہ سے نہیں ڈرتا یا میں اللہ کو نہیں پسند کرتا۔

(۵) یہ کہنا کہ کچھ لوگوں کو دنیا میں کلی یا جزئی طور پر تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

(۶) یہ کہنا کہ یہودیت یا نصرانیت اسلام سے بہتر ہیں، یا اس کے مساوی ہیں یا محمد ﷺ کی بعثت کے بعد بھی ان پر عمل کرنا جائز ہے۔

(۷) غیر اللہ کو پکارنا یا ان سے ایسی چیزیں طلب کرنا جن پر اللہ تعالی کے سوا کوئی قادر نہیں جیسے بیمار کو شفا دینا، غائب کو لوٹانا اور ضروریات کو پورا کرنا۔

(۸) یہ کہنا کہ زنا حلال ہے یا شراب حلال ہے وغیرہ جن کی حرمت پر اجماع ہو چکا ہے۔

(۹) یہ کہنا کہ کاش کہ میں مسلم نہ ہوتا یا جان بوجھ کر عمداً یہ کہنا کہ میں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں۔

(۱۰) یہ کہنا کہ اسلامی تعلیمات موجودہ دور کے لیے مناسب نہیں ہیں۔

## ب/ کفریہ افعال کی مثالیں

(۱) غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنا۔

(۲) غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا مثلاً کسی بت یا ولی کی تعظیم کرتے ہوئے اس کے لئے جانور ذبح کرنا۔

(۳) مصحف یا ہر وہ چیز جس میں اللہ تعالی کا ذکر ہے عمداً اس کو گندی جگہوں پر ڈالنا۔

(۴) غیر اللہ کے اصول وقوانین کے مطابق ان کے جواز کے قائل ہوتے ہوئے فیصلہ کرنا یا اللہ تعالی کے فیصلہ سے اس کو بالا وبرتر جاننا۔

(۵) جادو کا عمل کرنا اور اس کو سیکھنا یا سکھلانا۔

(۶) تعظیم کرتے ہوئے مزاروں اور نیکوکار لوگوں کی قبروں کا طواف کرنا۔

(۷) اہلِ کفر کے شعائر کو ان کے دین کی تعظیم کرتے ہوئے پہننا جیسے صلیب وغیرہ عمداً جانتے ہوئے اور

بغیر کسی طرح کی زور وزبردستی کے لٹکانا۔

(۸) اہلِ کفر کی عبادتوں میں عمداً جانتے ہوئے خوشی بہ خوشی شریک ہونا۔

(۹) فساد پھیلانے کے لئے اسلامی مساجد کو منہدم کرنا وغیرہ۔

(۱۰) مشرکین کے لئے عبادت خانے خوشی بہ خوشی بنانا جیسے یہود کی عبادت گاہیں اور نصاری کے گرجے وغیرہ۔

# کفرِ اکبر اور کفرِ اصغر میں فرق

| کفرِ اکبر | کفرِ اصغر |
| --- | --- |
| ۱۔ دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ | ۱۔ دین سے خارج نہیں کرتا۔ |
| ۲۔ تمام اعمال کو برباد کر دیتا ہے۔ | ۲۔ تمام اعمال کو رائیگاں نہیں کرتا لیکن ان میں کمی کا باعث ہوتا ہے اور جس عمل میں یہ شامل ہوتا ہے اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ |
| ۳۔ کفر اکبر کرنے والا ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔ | ۳۔ کفر اصغر کرنے والا اگر جہنم میں داخل ہوا تو ہمیشہ ہمیش اس میں نہیں رہے گا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ اس کو معاف کر دے تو سرے سے اس میں داخل ہی نہ ہو۔ |
| ۴۔ کفر اکبر کرنے والوں کا خون و مال حلال ہو جاتا ہے۔ | ۴۔ کفر اصغر کرنے والوں کا خون و مال حلال نہیں ہوتا |
| ۵۔ کفر اکبر کرنے والوں اور مومنین کے درمیان کھلی عداوت و دشمنی واجب ہو جاتی ہے۔ | ۵۔ اس کے ایمان کے بقدر اس سے محبت کی جائے گی اور اس کے کفر کے بقدر اس سے عداوت و دشمنی رکھی جائے گی۔ |

# مشقیں

س۱/ کفر کی لغوی اور شرعی تعریف کریں۔

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س۲/ کفرِ اکبر جو کہ دینِ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، اس کی ہر ایک قسم دلیل کی روشنی میں ذکر کریں۔

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س۳/ کفرِ اصغر کیا ہے جو اسلام سے خارج نہیں کرتا؟ اس کی کوئی ایک مثال دیں۔

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س۴/ کفریہ الفاظ و افعال میں سے ہر ایک کی دو دو مثال ذکر کریں۔

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س۵/ کفرِ اکبر اور کفرِ اصغر کے درمیان اہم ترین فرق واضح کریں۔

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

## ارتداد کا معنی، اس کی قسمیں اور مرتد کے احکام

ارتداد کا لغوی معنی ہوتا ہے پلٹنا جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَلاَ تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ﴾(۱)
ترجمہ ''اور تم لوگ اپنی پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو''

ارتداد کا اصطلاحی معنی: اسلام میں داخل ہونے کے بعد کفر کی طرف لوٹنا، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُوْلَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾(۲) ترجمہ ''اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا، اور پھر حالتِ کفر میں ہی مر جائے گا، تو اس کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو جائیں گے، اور وہ لوگ جہنمی ہوں گے، اسی میں ہمیشہ رہیں گے''

ارتداد کی قسمیں: کسی پر ارتداد کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اسلام کے نواقض (اسلام کے منافی امور میں سے) کسی ایک ناقض کا ارتکاب کرلے جو کئی ایک ہیں لیکن بنیادی طور پر ان کو چار قسموں میں منقسم کیا گیا ہے۔

(۱) قولی ارتداد: جیسے کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول یا فرشتوں یا انبیاء و رسل کو گالی دے یا غیر اللہ کو پکارے یا غیر اللہ سے فریاد کرے ان امور میں جن پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں وغیرہ۔

(۲) فعلی ارتداد: جیسے غیر اللہ کو سجدہ کرنا، اس کے لئے جانور ذبح کرنا یا عمداً مصحف شریف کی اہانت کرنا یا جادو کا عمل کرنا، اس کو سیکھنا سکھلانا اور غیر اللہ کے حکم کے مطابق اس کے جواز کا اعتقاد رکھتے ہوئے فیصلہ کرنا۔

(۳) اعتقادی ارتداد: جیسے اللہ تعالی کے ساتھ شریک کا اعتقاد رکھنا یا محرمات میں سے کسی چیز کی حلت کا

---

(۱) المائدة: ۲۱ (۲) البقرة: ۲۱۷

اعتقاد رکھنا یا مباحات میں سے کسی چیز کی حرمت کا اعتقاد رکھنا یا متفق علیہ ظاہر و باہر واجبات میں سے کسی چیز کے عدمِ وجوب کا اعتقاد رکھنا۔

(۴) شک کا ارتداد: جیسے کوئی دینِ اسلام میں واضح حرام چیز کی حرمت میں شک کرے۔

## ارتداد کے ثبوت کے بعد مرتد پر مرتب ہونے والے احکام

شرعی عدالت کے ذریعہ جب کسی شخص کے بارے میں ارتداد کا حکم ثابت ہوجائے، تو اس پر مندرجہ ذیل احکام مرتب ہوتے ہیں۔

(۱) مرتد کو توبہ کرنے کی دعوت دینے کا وجوب یعنی اسلام کی طرف لوٹنے اور ارتداد کو چھوڑنے کی دعوت دینا، جبکہ وہ ان اشخاص میں سے ہو جن کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور یہ بھی تین دن تک چنانچہ اگر اس نے توبہ کر لی اور لوٹ آیا تو پھر اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

(۲) مرتد جب ارتداد پر اصرار کرتا رہے تو اس کو نبی ﷺ کے اس فرمان کی بناء پر قتل کرنا واجب ہے۔

''مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ ''(۱) ''جو اپنے دین کو بدل ڈالے تو اس کو قتل کر دو''

(۳) توبہ کی مہلت کے دوران مرتد کو اپنے مال میں تصرف سے منع کر دیا جائے گا، پھر اگر توبہ کر لے تو اس کا مال اسے لوٹا دیا جائے گا ورنہ مسلمانوں کے بیت المال کیلئے ''مالِ فئے'' تصور کیا جائے گا۔

(۴) مرتد اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق (جدائی کرانا) جبکہ اس کی بیوی اسلام پر باقی ہو جو اپنے مرتد شوہر کے لئے حلال نہیں الا یہ کہ اس کی عدت کی مدت ختم ہونے سے قبل شوہر توبہ کر لے۔

(۵) مرتد اور اس کے قریبی رشتہ داروں کے درمیان وراثت کا ختم ہونا: ، نہ تو وہ ان کا وارث ہوگا اور نہ وہ لوگ اس کے وارث ہوں گے نبی ﷺ کے اس فرمان کی بناء پر'' لَايَــرِثُ الْــمُسْــلِمُ الْكَــافِـرَ،

---

(۱) صحیح بخاری ح:۳۰۱۷

وَلا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ "(۱) "مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر کسی مسلمان کا وارث ہوتا ہے"

(۶) مرتد کو اس کی موت کے بعد غسل نہیں دیا جائے گا، نہ اس کو کفن پہنایا جائے گا، نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

(۷) اگر ارتداد ہی کی حالت میں مرجائے تو وہ ہمیش ہمیش کے لئے جہنمی ہوگا، اللہ تعالی کے اس قول کی بناء پر ﴿وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَـٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾(۲) ترجمہ "اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہوجائے گا، اور پھر حالتِ کفر میں ہی مرجائے گا، تو اس کے اعمال دنیا وآخرت میں ضائع ہوجائیں گے، اور وہ لوگ جہنمی ہوں گے، اسی میں ہمیشہ رہیں گے"

---

(۱) صحیح بخاری : ح ۶۷۶۴، صحیح مسلم ۱۲۳۳/۳۔

(۲) البقرۃ : ۲۱۷

# مشقیں

س/۱ ارتداد کی شرعی تعریف کرتے ہوئے نواقضِ اسلام میں سے تین کا ذکر کریں۔

-------------------------------------------------------

-------------------------------------------------------

س/۲ ارتداد کے ثبوت کے بعد مرتد پر مرتب ہونے والے احکام میں سے چار کا ذکر کریں۔

-------------------------------------------------------

-------------------------------------------------------

س/۳ مندرجہ ذیل صورتوں میں ارتداد کی قسمیں ذکر کریں۔

أ/ علم غیب کا دعوی کرنا-------------------------------

ب/ اللہ، اس کے رسول اور فرشتوں کو گالی دینا-------------------

ج/ مصحف کو گندی جگہوں پر ڈالنا---------------------------

د/ سود کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنا--------------------------

ھ/ بت کو سجدہ کرنا------------------------------------

و/ جادو سیکھنا----------------------------------------

ز/ نبی ﷺ کی رسالت میں شک کرنا--------------------------

# ایمان کے نواقض میں سے دوسرا ناقض

# نفاق

نفاق کی تعریف

نفاق کی قسمیں

اعتقادی و عملی نفاق کی مثالیں

نفاقِ اکبر اور نفاقِ اصغر میں فرق

سماج و معاشرہ اور انسانی زندگی پر نفاق کے برے اثرات

## (۲) نفاق

نفاق کی تعریف: اسلام اور خیر کو ظاہر کرنے اور دل میں کفر وشر کو چھپائے رکھنے کو نفاق کہا جاتا ہے، اس کا نام نفاق اس لیے رکھا گیا کہ انسان ایک دروازہ سے اگر شریعت میں داخل ہوتا ہے تو دوسرے دروازے سے شریعت سے نکل جاتا ہے، اس بنیاد پر اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان میں ہمیں آگاہ فرمایا ہے۔ ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُون ﴾(۱) ترجمہ ''بے شک منافقین ہی فاسق لوگ ہیں'' یعنی شریعت سے نکلنے والے ہیں۔

اللہ تعالی نے منافقوں کو کافروں سے بدتر قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾(۲) ترجمہ ''بے شک منافقین جہنم کی سب سے نچلی کھائی میں ہوں گے'' اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ﴾(۳) ترجمہ ''بے شک منافقین اللہ تعالی کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، اور وہ انہیں دھوکہ میں ڈالنے والا ہے'' اور فرمانِ الٰہی ہے ﴿يُخَادِعُونَ اللّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلاَّ أَنفُسَهُم وَمَا يَشْعُرُونَ ☆ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّهُ مَرَضاً وَلَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُون ﴾(۴) ترجمہ ''(یہ لوگ) اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، (یہ لوگ) اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں، اور سمجھ نہیں رہے ہیں ☆ ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے تو اللہ تعالی نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا، اور ان کو قیامت کے دن دردناک عذاب ملے گا، اس سبب سے کہ جھوٹے ایمان کا اظہار کرتے تھے''

---

(۱) التوبۃ:۶۷ (۲) النساء : ۱۴۵

(۳) النساء:۱۴۲ (۴) البقرۃ : ۹۔۱۰

## نفاق کی قسمیں: نفاق کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: نفاق اعتقادی یہی نفاقِ اکبر ہے جس کا مرتکب اسلام کو ظاہر کرتا اور کفر کو چھپائے رہتا ہے، یہ قسم کامل ومکمل طور پر دینِ اسلام سے خارج کرنے والی ہے اور اس کا مرتکب شخص جہنم کی نچلی کھائی میں ہوگا۔

نفاقِ اعتقادی کی چھ قسمیں ہیں: (۱) رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے کچھ حصوں کو جھٹلانا۔

(۳) رسول اللہ ﷺ سے بغض وعناد رکھنا۔

(۴) آپ ﷺ کی شریعت کی بعض چیزوں سے بغض رکھنا۔

(۵) رسول اللہ ﷺ کے دین کی شکست خوردگی سے خوش ہونا۔

(۶) رسول اللہ ﷺ کے دین کی سربلندی کو ناپسند کرنا۔

دوسری قسم: نفاقِ عملی اس سے مقصود نفاق کی خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت کا دل سے کفر کیے بغیر ارتکاب کرنا، بہ ایں طور کہ ایمان دل میں باقی رہے، نفاقِ عملی انسان کو دین سے خارج نہیں کرتا ہے لیکن ایسا انسان خطرے سے خالی نہیں ہوتا، گویا یہ قسم ایمان اور نفاق کی بعض خصلتوں کو اپنے اندر سموئے ہوتی ہے۔

نفاقِ اعتقادی اور عملی کی مثالیں : أ۔ نفاقِ اعتقادی کی مثالیں

(۱) کوئی یوں کہے: میں رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے فلاں فلاں دینی امور کی تصدیق نہیں کرتا۔

(۲) آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں سے کسی چیز کو ناپسند کرنا جیسے نماز، روزہ، حج یا زکوۃ وغیرہ۔

(۳) کفار ومشرکین اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والی کسی جنگ میں مسلمانوں کی شکست خوردگی پر خوشی کا اظہار کرنا۔

(۴) کفار ومشرکین پر مسلمانوں کی فتحیابی سے غمگین ہونا۔

## ب/ نفاقِ عملی کی مثالیں

(۱) انسان کسی چیز کا وعدہ کرے جبکہ اس کی نیت میں اس وعدہ کو پورا کرنا نہ ہو۔

(۲) انسان گفتگو کرتے وقت جھوٹ بولے۔

(۳) انسان کو کسی معین چیز پر امین بنایا جائے پھر وہ اس میں خیانت کرے، جس پر دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے ''آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ ،إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ،وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ''(۱) ''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب امانت دی جائے تو خیانت کرے''

## نفاقِ اکبر اور نفاقِ اصغر میں فرق

(۱) نفاقِ اکبر دینِ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور اعمال کو برباد کر دیتا ہے جو کہ دراصل کفرِ اکبر کی اقسام میں سے ایک قسم ہے جبکہ نفاقِ اصغر ملت سے خارج نہیں کرتا بشرطیکہ اس کو ریا و نمود کے طور پر کیا جائے۔

(۲) نفاقِ اکبر اعتقاد میں ظاہر و باطن کے درمیان تضاد کو مستلزم ہے جبکہ نفاقِ اصغر اعمال کے ظاہر و باطن میں تضاد کو مستلزم ہے۔

(۳) نفاقِ اکبر کا صدور مومن سے نہیں ہوتا ہے جبکہ نفاقِ اصغر کبھی کبھار مومن سے صادر ہو سکتا ہے۔

(۴) نفاقِ اکبر سے متصف شخص کو عموماً توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے اور اگر توبہ کر بھی لے تو پھر حاکم کے یہاں اس کی توبہ کی قبولیت کے بارے میں اختلاف ہے، نفاقِ اصغر کے برخلاف کیونکہ نفاقِ اصغر سے متصف شخص توبہ کر سکتا ہے تو اللہ تعالی اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری: ح۳۳، صحیح مسلم ۷۸/۱ وغیرھما۔

## سماج ومعاشرہ اور انسانی زندگی پر نفاق کے برے اثرات

نفاق خواہ اعتقادی ہو یا عملی ہر دو کے سماج ومعاشرہ اور انسانی زندگی پر خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(۱) نفاقِ اعتقادی ہونے کی صورت میں انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ساتھ ہی جہنم میں سخت ترین عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾ (۱) ترجمہ "بے شک منافقین جہنم کی سب سے نچلی کھائی میں ہوں گے، اور آپ ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائیں گے"

(۲) انسان ان صفات سے متصف ہوتا ہے جو کہ منافقین کی صفات میں سے ہیں اگر اس کا فعل نفاق عملی کے قبیل سے ہو۔ اس سے انسان کے ایمان میں کمی آتی ہے اور مذمت کا مستحق ہوتا ہے۔

(۳) سماج ومعاشرہ کے افراد کے درمیان عداوت وبغض کا پھیل جانا اور چند حضرات کے عملی یا اعتقادی نفاق کی صفات سے متصف ہونے کی وجہ سے آپس میں ثقہ واعتماد کا اٹھ جانا۔

(۴) سماج ومعاشرہ کا کمزور پڑ جانا اور خطرات کے مقابلہ کرنے کی تاب نہ رکھنا یا دشمنوں کا سامنا کرنے کی سکت نہ رکھنا، جب معاشرہ میں اعتقادی منافقین کی کثرت ہو جائے گی، تو ایسے لوگ سماج ومعاشرہ کے لئے سخت ترین دشمن اور اس کی تباہی وبربادی کے باعث ہوں گے، کیونکہ یہ لوگ گھر کے بھیدی ہیں، ایسے ہی اگر عملی نفاق کے شکار لوگ سماج ومعاشرے میں پائے جائیں تو یہ لوگ بھی آپس میں عداوت ودشمنی، بغض وحسد، کینہ وکپٹ اور اعراض وروگردانی کے سبب بنیں گے۔

اس طرح انسان باہمی انتشار اور ایک دوسرے کے تئیں غلط خیالات کے شکار ہوتے چلے جائیں گے۔

---

(۱) النساء : ۱۴۵

## مشقیں

س ۱۔ نفاق کی لغوی اور شرعی تعریف کریں۔ ------------------------

------------------------

س ۲۔ دینِ اسلام کے لیے سب سے زیادہ خطرناک کون ہیں کفار و مشرکین یا منافقین اور آخر کیوں؟

------------------------

------------------------

س ۳۔ نفاقِ اکبر کی تعریف کریں اور اس کی اقسام ذکر کریں۔

------------------------

------------------------

س ۴۔ نفاقِ عملی کیا ہے؟ اس کی مثال دیں۔

------------------------

------------------------

س ۵۔ نفاقِ اکبر اور نفاقِ اصغر میں اہم ترین فرق ذکر کریں۔

------------------------

------------------------

س ۶۔ سماج و معاشرہ اور فرد پر مرتب ہونے والے نفاق کے چند برے اثرات کی وضاحت کریں۔

------------------------

------------------------

س ۷۔ مندرجہ ذیل حالات میں نفاق اعتقادی و عملی بیان کریں۔

أ۔ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں کو جھٹلانا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ب۔ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے سستی برتنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ج۔ رسول اللہ ﷺ کے دین کی فتحیابی کو ناپسند کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

د۔ بات کرتے وقت جھوٹ بولنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ھ۔ جھگڑے کے وقت بے ہودہ باتیں کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ز۔ وعدہ خلافی کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

# ایمان کے نواقض میں سے تیسرا ناقض

# شرک

شرک کی تعریف

شرک کے وقوع کا سبب

کیا اس امت میں شرک پایا جاتا ہے؟

شرک کی قسمیں

پہلی قسم شرک اکبر

دوسری قسم شرک اصغر

شرکِ اکبر اور شرکِ اصغر میں فرق

سماج و معاشرہ اور انسانی زندگی پر شرک کے برے اثرات

# (۳) شرک

شرک کی تعریف: عبادت کی اقسام میں سے کسی کو بھی غیر اللہ کے لئے بجالانا شرک کہلاتا ہے۔

ہم شرک کا مبحث کیوں پڑھتے ہیں؟ ہم شرک کا مطالعہ اور اس سے آگاہی مندرجہ ذیل اسباب کی بناء پر حاصل کرتے ہیں۔

(۱) بندہ سے سرزد ہونے والا سب سے بڑا گناہ شرک ہے جو کہ اللہ تعالی کے غضب کا باعث اور انسان کے ابدی جہنمی ہونے کا سبب بن جاتا ہے، اس لیے ہم پر اس کو جاننا ضروری ہے تا کہ اس سے بچتے رہیں اور اس میں پڑنہ جائیں، جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' إِنَّمَا تُنْقَضُ عُرَى الْإِسْلَامِ عُرْوَةً عُرْوَةً إِذَا نَشَأَ فِي الْإِسْلَامِ مَنْ لَمْ يَعْرِفِ الْجَاهِلِيَّةَ '' (۱) ''جب اسلام میں ایسے لوگ پیدا ہوجائیں جو زمانہ جاہلیت کو نہیں جانتے ہوں تو اسلام کی گرہیں ایک ایک کر کے کھل جائیں گی۔''

واضح رہے کہ انسان کی بنیادی ذمہ داری ہے ہر نقصان دہ چیز سے آگاہ رہنا تا کہ اس سے بچتا رہے۔

(۲) توحید اللہ تعالی کا واجبی حق ہے، اس لیے شرک ظلم عظیم ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (۲) ترجمہ ''بے شک شرک ظلم عظیم ہے''

اس لیے انسان کے لیے شرک کو جاننا ضروری ہے تا کہ کسی ایسی چیز میں نہ پڑ جائے جو اس کی توحید کے لیے ضرر رساں، اپنے رب کے حقوق کی ادائیگی میں کمی کا باعث اور وہ شرک کرے سب سے بڑے ظلم کا شکار نہ ہو جائے۔

---

(۱) منہاج السنۃ لابن تیمیۃ ۳۹۸/۲ ، ۵۹۰/۴ ، مجموع الفتاوی ۱۰/ ۳۰۱ ، ۵۴/۱۵

(۲) لقمان : ۱۳

## شرک کے وقوع کا سبب

بنی آدم میں شرک کے سرایت کرنے کا سب سے بڑا سبب نیکوکار لوگوں کے بارے میں غلو کرنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾(۱) ترجمہ ''اور کہا ہے کہ لوگو! تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو اور تم ''ودّ'' کو نہ چھوڑو، اور نہ ''سواع'' کو، نہ ''یغوث'' اور ''یعوق'' اور ''نسر کو''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں'' كَانَ هٰؤُلَاءِ رِجَالًا صَالِحِينَ فِي قَوْمِ نُوحٍ، فَلَمَّا مَاتُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوا أَنْصَابًا، فَعَكَفُوا عَلَيْهَا، حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ عَبَدُوهُمْ ''(۲)'' یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیکوکار لوگ تھے، جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم سے کہا کہ ان کی مورتیاں بنالو چنانچہ اس کے اردگرد بیٹھنے لگے اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ان کی عبادت و بندگی کرنے لگے''

اس سے واضح ہو گیا کہ توحید کے لئے سب سے خطرناک چیز فوت شدہ نیک اور صالح لوگوں کی شان میں غلو کرنا، ان کے لئے مزار بنانا، اس کے اردگرد بیٹھنا اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت و بندگی کرنا ہے جو کہ شرک کے عظیم ترین دروازوں میں سے ایک ہے۔

## د۔ کیا اس امت میں شرک پایا جاتا ہے؟

اس امت میں عملی طور پر شرک کی بہت سی اقسام وقوع پذیر ہو چکی ہیں، کچھ تو صدیوں قبل واقع ہوئیں اور آج تک موجود ہیں جیسے نیکوکار لوگوں کے ذریعہ شرک، ان کی عبادتیں کرنا، ان کی قبروں کی جگہوں کو آماجگاہ

---

(۱) نوح: ۲۳

(۲) صحیح بخاری: ح ۴۹۲۰ وغیرہ۔

بنانا اور اللہ کے علاوہ ان سے دعائیں کرنا۔اس طرح کے شرکیہ اعمال بہت سارے اسلامی ممالک میں پائے جاتے ہیں جن کا کوئی عاقل انکار نہیں کرسکتا ہے۔

نبی ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ شرک اس امت میں واقع ہوکر رہے گا حتی کہ واضح طور پر بتوں کی پرستش کی صورت میں بھی، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے ''لاتقوم الساعة حتى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين، وحتى يعبدوا الأوثان... ''(۱) ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکین سے مل نہ جائیں اور بتوں کی عبادت و بندگی کرنے نہ لگیں۔''

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محمد ﷺ کی امت کا ایک گروہ مشرکین سے دین میں جا ملے گا اور اللہ کے سوا بتوں کی عبادت کرنے لگے گا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ امت شرک میں پڑنے سے معصوم نہیں ہے۔

## شرک کی قسمیں

### شرک کی دو قسمیں ہیں: شرکِ اکبر اور شرک اصغر

(۱) شرک اکبر یہ وہی قسم ہے جس کو اللہ تعالی معاف نہیں فرماتا، اور اس کا مرتکب ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنمی ہوجاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ (۲) ترجمہ ''بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا تو اللہ تعالی نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے'' اس کی قسموں کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

(۲) شرکِ اصغر یہ شرک اکبر سے کم تر ہے جیسے ریا کاری وغیرہ اس کا ذکر بھی اگلے صفحات میں آئے گا۔

---

(۱) سنن ترمذی ۴/۴۹۹، یہ صحیح حدیث ہے۔

(۲) المائدة : ۷۲

شرک کی پہلی قسم: شرکِ اکبر: (۱) شرک اکبر کا معنی: عبادت میں سے کسی چیز کو غیر اللہ کے لئے کرنا جیسے غیر اللہ سے خوف کھانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ نفع ونقصان کا مالک ہے اور اس سے اللہ سے کی جانے والی محبت جیسی محبت کرنا، اس کے۔لیے ذبح کرنا اور اللہ جیسی اس کی تعظیم کرنا وغیرہ۔

(۲) شرک اکبر کی قسمیں: اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) دعا میں شرک: غیر اللہ کو ان چیزوں کے لئے پکارنا جن کی قدرت اللہ کے سوا کسی اور میں نہیں، چنانچہ اگر پکارنے سے مقصود نفع طلب کرنا یا نقصان دور کرنا ہے تو اس کو دعائے سوال کا نام دیا جاتا ہے۔اور اگر اس سے مقصود خاکساری وانکساری اور اللہ کے سامنے خضوع ہو تو اس کو دعائے عبادت کہا جاتا ہے۔خواہ دعائے عبادت ہو یا دعائے سوال ہو، ہر دو حال میں غیر اللہ کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے ذریعہ غیر اللہ کی عبادت نہیں کی جاسکتی، جبکہ ان دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو غیر اللہ کے لیے کرنا عبادت میں شریک ٹھہرانے کے قبیل سے ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ (۱) ترجمہ ''اور تمہارے رب نے کہہ دیا ہے، تم سب مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، بے شک جولوگ کبر کی وجہ سے میری عبادت نہیں کرتے، وہ عنقریب ذلت ورسوائی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے'' اللہ تعالی کا دعا کو عبادت کا نام دینا اس بات کی دلیل ہے کہ دعا عظیم ترین عبادتوں، اس کی قربت ونزدیکی حاصل کرنے کے لئے افضل طریقوں اور عظیم الشان اطاعتوں میں سے ایک ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (۲) ترجمہ ''اور (اے نبی) اگر آپ سے میرے بندے میرے

---

(۱) غافر: ۶۰ (۲) البقرة : ۱۸۶

بارے میں پوچھیں، تو آپ کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے" اور اللہ تعالی نے فرمایا﴿ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِن فَضْلِهِ ﴾(۱) ترجمہ "اور اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو" اور نبی ﷺ نے فرمایا" الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ "(۲) "دعا ہی عبادت ہے" اور نبی ﷺ نے فرمایا" لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمُ عَلَى اللَّهِ مِنَ الدُّعَاءِ "(۳) "اللہ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی اور چیز مکرم نہیں"

اس لیے اگر غیر اللہ کو پکارے تو یہ شرک ہوگا اور اس کا کرنے والا مشرک ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا﴿ وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴾ (۴) ترجمہ "اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے گا، جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا، بے شک کفار کامیاب نہیں ہوں گے۔"

## (۲) نیت وارادہ اور قصد میں شرک

انسان اپنے عمل سے غیر اللہ کی نیت وقصد کرے۔ اللہ تعالی نے فرمایا﴿ مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ☆ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾(۵) ترجمہ "جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی خوش رنگیاں چاہتا ہے، تو ہم دنیا ہی میں اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیتے ہیں، اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی ہے ☆ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں آخرت میں عذاب نار کے سوا کچھ بھی نہیں ملے گا، اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا ہوگا ضائع ہو جائے گا، اور جو کچھ وہاں کرتے رہے تھے (ایمان کے بغیر) بیکار ہی تھا"

---

(۱) النساء: ۳۲ (۲) سنن ابوداود ۲/۷۶-۷۷ ح ۱۴۷۹، سنن ترمذی ۵/۳۷۴-۳۷۵ ح ۳۲۴۷، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ (۳) سنن ترمذی ۵/۴۵۵ ح ۳۳۷۰ یہ حدیث حسن ہے، جس کی تحسین علامہ البانی نے صحیح الجامع میں کی ہے۔ (۴) المؤمنون: ۱۱۷ (۵) ھود: ۱۵-۱۶

مذکورہ آیت سے پتہ چلا کہ جس نے اپنے عمل سے صرف دنیا کا ارادہ کیا، تو اللہ تعالی اس کو حسب ارادہ دنیا عطا کرتا ہے لیکن آخرت میں اس کا عمل رائیگاں ہو جاتا ہے گویا یہ وعید ہے، آیت ان کفار کے بارے میں ہے جنہوں نے منافقین کی طرح دنیا کے لئے اللہ کی عبادت وبندگی کی، جس کا عام مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اپنے عمل سے دنیا کو حاصل کرنے سے گریز کرنا چاہئے، گرچہ چند ہی امور کیوں نہ ہوں۔

رہا معاملہ بندوں کے بعض اعمال میں ان کے مقاصد ونیات پر برے مقاصد اور فاسد نیتوں کا غالب آجانا تو یہ ان کو دینِ اسلام سے خارج نہیں کرتے بلکہ اجر وثواب میں کمی کے باعث ہوتے ہیں یا ان کے بعض اعمال کو فاسد کر دیتے ہیں جبکہ ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے۔

(۳) اطاعت میں شرک: کتاب وسنت سے فیصلہ کرانے سے اعراض وروگردانی کرنا، ان سے بے رغبتی کرنا اور ان کے علاوہ (باطل چیزوں) کی طرف دعوت دینا چنانچہ جس نے آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے اعراض کیا اور اس کو چھوڑا تو گویا اس نے اطاعت وبندگی میں کسی اور کو اللہ کا شریک بنایا، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ ﴾(۱) ترجمہ "(اور ہم نے آپ پر یہ حکم بھی نازل کیا کہ) آپ ان کے درمیان اسی کتاب کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے آپ پر نازل کیا ہے" اور فرمانِ الٰہی ہے ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّهِ حُكْماً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾(۲) ترجمہ "کیا یہ لوگ دورِ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، اور ایمان ویقین رکھنے والوں کے لئے اللہ کے فیصلہ سے بہتر کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے"

جاہلیت کے حکم سے مراد ہر وہ حکم ہے جو اللہ تعالی کے اپنے رسول پر نازل کردہ حکم کے مخالف ہو کیونکہ حکم تو

---

(۱) المائدۃ: ۴۹

(۲) المائدۃ: ۵۰

صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے یا جاہلیت کا حکم ہے، چنانچہ جس نے پہلے حکم سے اعراض کیا تو وہ دوسرے حکم کا شکار ہوا، جس کا دارو مدار جہالت و ناخواندگی اور ظلم وزیادتی پر ہے، جہاں تک اللہ کا حکم ہے تو یہ علم وعمل، عدل وانصاف اور ہدایت وروشنی پر مبنی ہے۔

(۴) محبت میں شرک: اللہ سے کی جانے والی محبت جیسی محبت یا اس سے بھی بڑھ کر غیر اللہ سے محبت کرنا، ایسی محبت جو انکساری وخاکساری کو حد درجہ مستلزم ہو، جیسا کہ اللہ سبحانہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ﴾(۱) ترجمہ "اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں، اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے ہونی چاہئے، اور ایمان والے اللہ سے بے حد محبت کرتے ہیں"

اس کا معنی یہ ہے کہ کفار ومشرکین میں سے کچھ حضرات اللہ تعالی کا ساجھی وشریک بناتے ہیں اور اللہ کے لئے کی جانے والی محبت یا اس سے بڑھ کر ان سے محبت کرتے ہیں، جو کہ ان کے اپنے معبودانِ باطلہ کی محبت کے مختلف درجات کے اعتبار سے الگ الگ مراتب کی محبتیں ہوتی ہیں، جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت و بندگی کرتے ہیں، جبکہ مومنوں کی اللہ سے محبت کفار ومشرکین کی اپنے معبودانِ باطلہ سے کی جانے والی محبت سے بڑھ کر ہے، کیونکہ کفار ومشرکین کی محبت میں کوئی ساجھی وشریک ہے، جبکہ مومنین کی محبت اللہ تعالی کے لئے خالص محبت ہے۔

## دوسری قسم: شرکِ اصغر

وہ تمام اقوال وافعال جو شرک اکبر تک پہنچائیں، ان کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج تو نہیں ہوتا لیکن اس سے توحید میں خلل واقع ہوتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

---

(۱) البقرة : ۱۶۵

پہلی قسم: ظاہری شرک: یہ لفظی وفعلی ہر دو طرح کا ہوتا ہے، لفظی جیسے غیر اللہ کی قسم کھانا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ غیر اللہ کی قسم نہیں کھائی جائے گی، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ" (۱) "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر یا شرک کیا" اور جیسے "مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ" جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں اور یہ کہنا "لَوْلَا اللّٰهُ وَفُلَانٌ" "اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا جبکہ صحیح یہ ہے کہ کہا جائے "مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ فُلَانٌ" "جو اللہ نے چاہا پھر فلاں نے" اور "لَوْلَا اللّٰهُ ثُمَّ فُلَانٌ" "اگر اللہ نہ ہوتا پھر فلاں" کیونکہ "ثم" تراخی کے ساتھ ترتیب کا فائدہ دیتا ہے اور اس طرح بندہ کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (۲) ترجمہ "اور تم کچھ چاہ نہیں سکتے جب تک کہ اللہ نہ چاہے جو سارے جہاں کا رب ہے" اور جب ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا: "مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ، قَالَ لَهُ أَجَعَلْتَنِي لِلّٰهِ عِدْلًا؟ بَلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ" (۳) "جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں" تو آپ نے اس سے کہا، کیا تم نے مجھ کو اللہ کے برابر بنا دیا؟ بلکہ یہ کہو "مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ" "صرف جو اللہ چاہے"

جہاں تک حرف واو کی بات ہے تو یہ مطلقاً جمع اور اشتراک کے لیے آتا ہے یہ نہ تو ترتیب اور نہ ہی تعقیب کا فائدہ دیتا ہے، اس کی مثال جیسے "مَا لِيْ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنْتَ" "میرا سہارا اللہ اور تم ہو اور "هٰذَا مِنْ بَرَكَاتِ اللّٰهِ وَبَرَكَاتِكَ" یہ اللہ اور تمہاری برکت کے طفیل ہے۔

فعلی ظاہری شرک کی مثال: مصیبت و پریشانی دور کرنے کے لیے کڑا پہننا، دھاگا باندھنا اور نظرِ بد سے بچنے کے لئے تعویذ لٹکانا وغیرہ، جب انسان کا یہ اعتقاد ہو کہ یہ سب مصیبت و پریشانی دور کرنے کے لیے

---

(۱) سنن ترمذی ۱۱۰/۴، امام ترمذی نے اسے حسن اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے ۱۸/۱ (۲) التکویر: ۲۹

(۳) مسند احمد ۲۱۴/۱، ۲۲۴ یہ حدیث صحیح ہے، شعیب ارناؤوط نے مسند پر اپنی تعلیق میں اسے صحیح کہا ہے

اسباب ہیں تو یہ شرک اصغر ہوگا، کیونکہ اللہ تعالی نے ان کو اسباب نہیں بنایا ہے لیکن اگر یہ اعتقاد ہو کہ یہ چیزیں بذات خود مصیبت و پریشانی دور کرتی ہیں، تو پھر یہ شرک اکبر ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں غیر اللہ کے ساتھ تعلق ہے۔

دوسری قسم / شرک خفی: ارادوں اور نیتوں میں پائے جانے والا شرک جیسے ریاء و نمود گویا کوئی ایسا عمل کرے جس کے ذریعہ اللہ کی قربت حاصل کی جاتی ہے لیکن اس کے ذریعہ لوگوں کی تعریف کا خواہاں ہو جیسے اپنی نماز عمدہ بنائے یا صدقہ و خیرات کرے تا کہ لوگ اس کی تعریف کریں یا ذکر کے الفاظ کا ورد لگائے اور تلاوت کے وقت اپنی آواز میں عمدگی لائے تا کہ لوگ سن کر اس کی تعریف کریں، واضح رہے کہ ریا کاری جب کسی عمل کو لاحق ہو جائے تو اس کو خاکستر کر دیتی ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً﴾ (۱) ترجمہ "تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کا یقین رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے" اور نبی ﷺ نے فرمایا "أَخْوَفُ مَاأَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الأَصْغَرُ، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ: مَاالشِّرْكُ الأَصْغَرُ؟ قَالَ: الرِّيَاءُ" (۲) "سب سے زیادہ میں تمہارے بارے میں شرک اصغر سے ڈرتا ہوں، صحابہؓ کرام نے کہا، اللہ کے رسول! شرک اصغر کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "ریا و نمود"

اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ کوئی عمل دنیوی حرص و طمع کے لئے کیا جائے جیسے کوئی حج کرے یا اذان دے یا لوگوں کی امامت کرائے صرف مال حاصل کرنے کے لیے یا علم شرعی حاصل کرے یا جہاد کرے صرف مال کے لئے، نبی ﷺ نے فرمایا "تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُالدِّرْهَمِ، وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ

---

(۱) الکہف: ۱۱۰

(۲) یہ حدیث حسن ہے، امام احمد نے اسے مسند ۴۲۸/۵۔۴۲۹ میں روایت کیا ہے۔

لَمْ يُعْطَ سَخِطَ "(۱) ''دینار و درہم اور عمدہ چادر کے پجاری تباہ و برباد ہوں کہ اگر ان کو دیا جائے تو راضی ہوں ورنہ ناراض''

## شرک اکبر اور شرکِ اصغر میں فرق

گذشتہ بیان سے یہ واضح ہو گیا کہ شرکِ اکبر اور شرک اصغر کے درمیان کئی طرح سے فرق ہے۔

(۱) شرک اکبر ملت سے خارج کر دیتا ہے جبکہ شرک اصغر ملت سے خارج نہیں کرتا۔

(۲) شرک اکبر کرنے والا جہنم میں دائمی طور پر رہے گا جبکہ شرک اصغر کرنے والا اگر داخل بھی ہوا تو ہمیشہ ہمیش اس میں نہیں رہے گا۔

(۳) شرک اکبر سارے اعمال کو رائیگاں کر دیتا ہے جبکہ شرک اصغر سارے اعمال کو رائیگاں نہیں کرتا بلکہ صرف اس عمل کو برباد کرتا ہے جس میں ریا و نمود کی آمیزش ہو یا انسان کا وہ کام جو صرف دنیا کے لیے ہو۔

(۴) شرک اکبر خون و مال کو حلال کر دیتا ہے جبکہ شرک اصغر ان کو حلال نہیں کرتا۔

(۵) شرک اکبر مشرک و مومن کے درمیان کھلی دشمنی کو واجب کرتا ہے، چنانچہ مومن کے لیے جائز نہیں ہے کہ مشرک سے محبت کرے گرچہ اس کا حد درجہ قریبی ہی کیوں نہ ہو، جبکہ شرکِ اصغر بالکلیہ محبت سے منع نہیں کرتا ہے بلکہ شرکِ اصغر کرنے والے سے اس کے ایمان کی بہ نسبت محبت کی جائے گی اور اس کے گناہ و عصیان کی بہ نسبت اس سے عداوت و دشمنی کی جائے گی۔

## سماج و معاشرہ اور انسانی زندگی پر شرک کے برے اثرات

شرک کے برے اثرات سماج و معاشرہ اور انسانی زندگی پر بہت زیادہ ہیں، ان میں سے مندرجہ ذیل یہ ہیں:

(۱) لوگوں کا اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت و بندگی کرنا جو کہ انسانی شرافت و کرامت کے لئے ایک سیاہ دھبہ

---

(۱) صحیح بخاری: ح ۲۸۸۷

ہے، اور اس میں خود اس کی توہین وتذلیل ہے کہ ایسی ذات کی عبادت و بندگی کررہا ہے جو سرے سے عبادت کا مستحق ہی نہیں ہے۔

(۲) باطل وفاسد عقائد کے سبب لوگوں کے درمیان بدعات وخرافات کا پھیلنا چنانچہ جاہل حضرات ہر اس چیز کی تصدیق کرنے لگتے ہیں جو ان سے کہا جاتا ہے۔

(۳) غیر اللہ کی عبادت و بندگی کر کے اللہ کے خالص حق کو ضائع و برباد کرنا، جبکہ وہ ذات واحد ہی تمام طرح کی عبادت و بندگی کا مستحق ہے۔

(۴) مشرک انسان اپنے اس شرک سے اپنے تمام اعمال کے رائیگاں ہونے کا سبب بنتا ہے اور ساتھ ہی دائمی طور پر جہنم میں رہنے کا مستحق بھی ہو جاتا ہے۔

(۵) شرک مزاروں، قبروں اور بتوں کے پجاریوں کے لیے لوگوں کے اموال کو باطل طریقے سے کھانے کا ذریعہ ہے، جو کہ دراصل فتنہ پرور ہیں اور لوگوں کے لیے فتنہ وفساد اور شرک و بت پرستی مزین کرتے رہتے ہیں۔

(۶) جس سماج و معاشرہ میں شرک پھیل جائے وہ فواحش ومنکرات، گناہ ومعاصی اور ظلم وزیادتی سے پر ہو جاتا ہے کیونکہ جب شرک کا انتشار ممکن ہے تو پھر اس سے ادنی تر گناہ ومعاصی اور ظلم وزیادتی کی اقسام کے انتشار کو کیونکر منع کیا جا سکتا ہے؟

(۷) شرک نفسانی وجسمانی ضعف وکمزوری کے عام ہونے کا سبب ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ پر اعتماد ہوتا ہے اور اس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

(۸) شرک تباہی و بربادی اور قہرِ الٰہی کے واقع ہونے کا سبب ہے، اور اسی وجہ سے سابقہ امتیں ہلاک ہو گئیں۔

ان کے علاوہ اور بھی شرک کے دیگر برے اثرات ونتائج ہیں۔

## مشقیں

س ۱/ شرک کی تعریف کریں اور یہ بتائیں کہ شرک سب سے بڑا گناہ کیسے ہے؟

---------------------------------------------------------------

---------------------------------------------------------------

س ۲/ مندرجہ ذیل امور میں سے ہر ایک کی دلیل پیش کریں۔

أ/ اللہ تعالی مشرکین کو معاف نہیں کرتا ---------------------------------

ب/ اللہ تعالی نے مشرکین کے لیے جنت کو حرام کر دیا ہے اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہوں گے ---------

---------------------------------------------------------------

ج/ مشرک کا خون و مال حلال ہے ---------------------------------

د/ شرک سب سے بڑا گناہ ہے ---------------------------------

س ۳/ ہم شرک کا مبحث کیوں پڑھتے ہیں؟

---------------------------------------------------------------

---------------------------------------------------------------

س ۴/ بنی آدم میں شرک کا آغاز کیسے ہوا؟

---------------------------------------------------------------

---------------------------------------------------------------

س ۵/ کیا امت اسلامیہ میں شرک پایا جاتا ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت کریں۔

---------------------------------------------------------------

س ۶/شرک کی کتنی قسمیں ہیں؟ ان کو ان کی اقسام اور ان کے حکم کے ساتھ ذکر کریں۔

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

س ۷/شرکِ اکبر اور شرک اصغر کے درمیان بڑے بڑے فرق کیا ہیں؟

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

س ۸/شرک کے سبب سماج و معاشرہ اور انسانی زندگی پر مرتب ہونے والے چند برے اثرات کا ذکر کریں۔

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

س ۹/مندرجہ ذیل عبارتوں کی تعلیل کریں (وجہ بیان کریں)

أ/شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔------------------------------

ب/شرک ایک طرح کا عیب ونقص ہے جس سے اللہ نے اپنے آپ کو پاک وصاف رکھا ہے۔-------

ج/مشرک سب سے بڑا جاہل ہے۔------------------------------

س ۱۰/مندرجہ ذیل عبارتوں کے سامنے صحیح (/) یا غلط (×) کا نشان لگائیں۔

أ/شرکِ اکبر کرنے والا ملت سے خارج ہو جاتا ہے لیکن ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں داخل نہیں ہوتا ( )

ب/غیر اللہ سے ایسی چیزوں کے بارے میں امیدیں وابستہ رکھنا جن کی قدرت صرف اللہ کو ہے شرکِ اصغر ہے۔( )

ج/غیر اللہ کی قسم کھانا شرکِ خفی ہے۔( )

# بعض اسلامی سماج و معاشرہ میں موجودہ
# شرکیہ اعمال کی چند صورتیں

تمہید

جھاڑ پھونک (رقیّہ)

تعویذ

مصیبت و پریشانی دور کرنے کے لیے کڑا پہننے اور دھاگا باندھنے کا حکم

شجر وحجر سے تبرک حاصل کرنا

بدشگونی

علمِ غیب کا دعوی کرنا

جادو

کہانت وعرافت

علمِ نجوم (تنجیم)

مزاروں اور درگاہوں کی تعظیم اور نذر و نیاز کے ذریعہ ان کی قربت ونزدیکی کا حصول

# تمہید

گذشتہ بیان سے یہ واضح ہوگیا کہ شرک توحید وایمان کے منافی ہے، ساتھ ہی شرک اوراس کی اقسام کا ذکر ہوگیا تواب اس حوالے سے اسلامی سماج ومعاشرے میں پائے جانے والے کچھ شرکیہ اعمال وافعال کا ذکر کردینا مناسب ہے۔ مثال کے طور پر تعویذ گنڈے اور رقیہ وغیرہ کے بارے میں بھی واضح ہوجائے کہ ان کی کونسی قسم شرک ہے اور کونسی شرک نہیں ہے۔

اسی لیے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس سلسلے میں مشروع وممنوع کا علم حاصل کرے تا کہ ان میں سے مشروع پر عمل کرسکے اور ممنوع سے بچ سکے، اگلے صفحات میں ان میں سے مشروع وممنوع دلائل کی روشنی میں پیش کریں گے کیونکہ شرعی علوم سے جہالت کی بناء پر بہت سارے لوگوں پر یہ معاملہ مشتبہ ہوگیا ہے، اور یہ سب ان لوگوں کی کارستانی کے سبب ہے جو ان بدعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کے اموال ناجائز طریقے سے ہڑپ کررہے ہیں۔ واللہ المستعان (اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے)

## رقیہ (جھاڑ پھونک)

أ/ رقیہ کا معنی: رُقی رقیہ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ دم ہے جس کے ذریعہ بخار و مرگی جیسے امراض وآفات سے دوچار لوگوں کا جھاڑ پھونک کیا جاتا ہے جبکہ کچھ لوگوں کے یہاں ان کو ''عزائم'' کا نام دیا جاتا ہے۔

ب/ رقیہ کی اقسام اور ہر قسم کا حکم

پہلی قسم: شرعی رقیہ (مشروع جھاڑ پھونک): جو شرک سے خالی ہو، بہ ایں طور کہ مریض پر قرآن کا کچھ حصہ پڑھا جائے یا اللہ کے اسماء وصفات کے ذریعہ اس کی پناہ طلب کی جائے، تو یہ مباح ہے کیونکہ آپ ﷺ نے بذات خود اپنا جھاڑ پھونک کیا اور دوسروں کا بھی بلکہ اس کا حکم بھی دیا اور اس کو جائز قرار دیا۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ '' كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرَى فِي ذٰلِكَ ؟ فَقَالَ : "اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَالَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ ''(۱)
''ہم زمانۂ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اس بابت آپ ﷺ کا کیا خیال ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھ پر اپنے رقیہ (دم) کو پیش کرو، جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس میں شرک نہ ہو۔''

شرعی رقیہ کی شرطیں: علماء کرام نے شرعی رقیہ کی چند شرطیں ذکر کی ہیں جن کو جاننا، اپنانا اور رقیہ کرتے وقت ان پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے، چنانچہ تین شروط پائے جانے کی صورت میں رقیہ (دم) کے جواز پر علماء کرام کا اجماع ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم ۴/۱۷۲۷

(۱) رقیہ اللہ تعالی کے کلام، اسماءِ حسنی اور صفاتِ علیا یا مسنون ادعیہ واذکار کے ذریعہ ہو۔
(۲) عربی زبان میں جھاڑ پھونک کیا جائے اور اس کے معانی واضح ہوں۔
(۳) انسان یہ اعتقاد رکھے کہ رقیہ بذاتِ خود اثر انداز نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ کی مشیت وتقدیر سے موثر ہوتا ہے۔

شرعی رقیہ کا طریقہ: قرآنی آیات یا مسنون ادعیہ واذکار پڑھ کر مریض پر ہاتھ پھیرا جائے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے ''أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُعَوِّذُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ، وَيَقُوْلُ : "اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِهِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ إِلَّا شفائک ، شفاءً لَايُغَادِرُ سقماً''(۱) نبی ﷺ اپنے بعض اہل وعیال کو جھاڑ پھونک کرتے وقت اپنا دایاں ہاتھ ان پر پھیرتے اور فرماتے ''اے ہمارے رب! بیماری دور کر، مریض کو شفا دے کیونکہ تو ہی شفا دینے والا ہے، شفا تیری ہی طرف سے ہے ایسی شفا جو بیماری کو ختم کر دیتی ہے۔''

دوسری قسم رغیر شرعی رقیہ (ممنوع جھاڑ پھونک): شرکیہ رقیہ (جھاڑ پھونک) جس میں غیر اللہ سے مدد طلب کی جاتی ہے، مثال کے طور پر غیر اللہ کو پکارنا، ان سے فریاد کرنا اور ان کی پناہ طلب کرنا جیسے جنوں کے نام سے جھاڑ پھونک کرنا، یا فرشتے، انبیاء ورسل اور نیکوکار لوگوں کے نام سے جھاڑ پھونک کرنا جو کہ غیر اللہ کو پکارنے اور شرکِ اکبر کے قبیل سے ہے، اور اگر جھاڑ پھونک عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ہو یا جس کا معنی واضح نہ ہو، چنانچہ یہ اندیشہ ہو کہ کفر وشرک کا لاعلمی میں انسان ارتکاب نہ کر بیٹھے، تو یہ بھی ممنوع ہوگا تا کہ انسان وہ کام نہ کر گزرے جو سرے سے ممنوع ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری: ح ۵۷۴۳

تنبیہ: نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے اہل وعیال اور صحابہؓ کرام میں سے کئی ایک کو دم کیا اور خود حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو دم کیا اور آپ ﷺ نے بذات خود اپنے آپ کو دم کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب جائز بلکہ مستحب ہے۔

انسان کا کسی اور سے جھاڑ پھونک (دم) کرانا اللہ پر کامل توکل کے منافی ہے، اس میں لوگوں کے حاجت مند ہونے اور ان سے سوال کرنے کی نوبت آتی ہے، جبکہ نبی ﷺ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوں گے ''هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَكْتَوُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ... ''(۱) ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو داغ نہیں لگواتے، جھاڑ پھونک نہیں کراتے، بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے رب پر کامل بھروسہ کرتے ہیں''

لَا يَسْتَرْقُوْنَ یعنی کسی اور سے جھاڑ پھونک نہیں کراتے۔

---

(۱) صحیح مسلم ۱/۱۹۹۔۲۰۰

# مشقیں

س۱/رقیہ کی تعریف کریں اوراس کی قسمیں دلیل کی روشنی میں ذکر کریں۔

------------------------------------------------

------------------------------------------------

س۲/رقیہ شرعیہ کی شرطیں کیا کیا ہیں؟اوراس کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

------------------------------------------------

------------------------------------------------

س۳/غیر شرعی رقیہ کب شرکِ اکبراور کب شرکِ اصغر ہوگا؟

------------------------------------------------

------------------------------------------------

س۴/عربی زبان کے علاوہ کسی اورزبان میں رقیہ کا کیا حکم ہے یا جس کا معنی معلوم نہ ہواورآخرایسا کیوں؟

------------------------------------------------

------------------------------------------------

# تعویذ

<u>أ/ تمائم کا معنی:</u> یہ تمیمہ کی جمع ہے، تعویذ ہر وہ چیز جو نظرِ بد سے بچنے کے لیے بچوں کی گردن میں لٹکائی جاتی ہے اور کبھی اسے بڑی عمر کے مرد و زن کو بھی باندھا جاتا ہے۔

<u>ب/ تعویذ کی اقسام اور ہر قسم کا شرعی حکم</u>

<u>پہلی قسم: تعویذ قرآن سے ہو:</u> یعنی قرآن کی آیتیں لکھ دی جائیں یا اللہ کے اسماء و صفات لکھ کر شفایابی کے لیے کوئی لٹکائے، تو اس قسم کے بارے میں علمائے کرام کے دو مختلف اقوال ہیں۔

پہلا قول: ایسا کرنا جائز ہے اور یہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا قول ہے، نیز یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کا ظاہری مفہوم بھی ہے[1] اور ایک روایت کے مطابق اسی کے قائل ابو جعفر باقر رحمہ اللہ بھی ہیں، ان لوگوں نے تعویذ لٹکانے سے ممانعت کے بارے میں وارد احادیث کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ یہ ان تعویذات کے بارے میں ہیں جن میں شرک پایا جائے۔

دوسرا قول: ایسا کرنا جائز نہیں ہے، جس کے قائل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور ابن عکیم رضی اللہ عنہ کے اقوال کا مفہوم بھی یہی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تابعین کی ایک جماعت اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے جس کو ان کے اکثر اصحاب نے اختیار کیا ہے جبکہ ان کے اصحاب میں سے متاخرین نے پورے جزم کے ساتھ اس قول کو ان کی طرف منسوب کیا ہے، تعویذ سے منع کرنے والوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے دلیل پکڑی ہے جس میں ان کا کہنا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

---

(1) جس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے "لا بأس بتعليق التعويذ من القرآن قبل نزول البلاء وبعد نزول البلاء" جبکہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ امام البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (ح: ٤٧٧٠) میں اس کی صراحت کی ہے۔ (مترجم)

کوفرماتے ہوئے سنا ''إِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ (۱)شِرْکٌ " (۲) ''جھاڑ پھونک، تعویذ اور تولہ شرک ہیں''

مندرجہ ذیل اسباب کی بناء پر عدم جواز کا قول ہی صحیح ہے۔

۱/اس سلسلہ میں عام نہی کے وارد ہونے اور کوئی ایسی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے جس سے ان (احادیث) کی تخصیص ہو سکے۔

۲/احتیاط کی وجہ سے کیونکہ یہ ایسی چیز کے لٹکانے تک پہنچا دے گا جو کہ مباح نہ ہو۔

۳/اگر قرآن سے کوئی چیز لٹکائی جائے تو لٹکانے والا بالخصوص بچہ ہونے کی صورت میں قضاء حاجت اور پیشاب و پائخانہ کے اوقات میں بھی اس کو لٹکائے رہے گا جس میں قرآن کی بے حرمتی ہے۔

تعویذ کی دوسری قسم: ہر وہ چیز جو لوگوں پر لٹکائی جاتی ہے جیسے چھڑے، ہڈیاں، سیپی، دھاگے، جوتیاں، کانٹیاں، جن و شیاطین اور جادوگروں کے نام جو کہ سراسر حرام ہیں کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالی اور اس کے اسماء وصفات اور آیات کو چھوڑ کر غیر اللہ سے تعلق قائم کرنا ہے جبکہ حدیث میں ہے ''مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئاً وُكِّلَ إِلَيْهِ'' (۳) ''جو کوئی چیز لٹکائے وہ اس کے حوالہ کر دیا جاتا ہے'' یعنی اللہ نے اس کو اسی کے حوالہ کر دیا جو اس نے لٹکا رکھا ہے، اس لئے جس نے اللہ سے اپنا ربط قائم کیا، اس کی پناہ طلب کی اور اپنے امور کو اس کے حوالہ کیا تو اللہ اس کو کافی ہو جاتا ہے، اور ہر ناممکن کو ممکن اور مشکل کو آسان کر دیتا ہے، لیکن جس نے اللہ کے بجائے مخلوقات، تعویذات، دواؤں اور قبروں سے اپنا ربط قائم کیا تو اللہ تعالی اس کو اسی چیز کے حوالہ کر دیتا

---

(۱) تولہ: کچھ ایسے امور جن کو (اپنے گمان کے مطابق) اس ارادے سے کیا جائے کہ ان کی وجہ سے شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان محبت پیدا ہو جائے۔ (۲) یہ حدیث صحیح ہے، سنن ابوداود ۴/۹، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ ۱/۳۲۱

(۳) یہ حدیث حسن ہے، مسند احمد ۴/۳۱۰، سنن ترمذی ۴/۴۰۳ ح ۲۰۷۲۔

ہے جواس کا کچھ بھی نہیں سنوار سکتی اور نہ ہی وہ اس کے نفع ونقصان کی مالک ہے۔اس طرح وہ غلط عقیدہ کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کا اپنے رب سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور پھر اللہ اس کو ذلیل ورسوا کر دیتا ہے اور یہی شرکیہ تعویذات ہیں۔

## تعویذات کی وہ اقسام جن کو اسلام نے باطل ٹھہرایا ہے

أ/ جو جانور کو لٹکایا جاتا ہے: جانوروں کی گردنوں میں لٹکائے جانے والے قلادے۔

ب/ جو انسان کو لٹکایا جاتا ہے: یہ وہ تعویذات ہیں جو بچوں کو نظر بد سے بچنے کے لیے دھاگے، تعویذ، کڑے اور تانبے کی شکل میں لٹکائے جاتے ہیں۔

ج/ جو گھر کے دروازے، دکان ومکان اور گاڑیوں پر لٹکایا جاتا ہے اور یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ ایسا کرنے سے روزی میں اضافہ اور نظرِ بد وغیرہ سے چھٹکارا ملتا ہے۔

## ج/ جھاڑ پھونک اور شرکیہ تعویذ کے تعلق سے مسلمانوں کا موقف

ہم نے جب یہ واضح کر دیا کہ تعویذ اور جھاڑ پھونک کی بعض اقسام شرک ہیں، تو ان چیزوں کے تعلق سے مسلمانوں کا موقف کیا ہونا چاہئے یہ جاننا نہایت ہی ضروری ہے، کیونکہ ہر مسلمان کا اول ترین فریضہ ہے کہ اپنے عقیدہ کو ان تمام چیزوں سے بچائے رکھے جو اس کو فاسد کرتی ہیں یا اس میں خلل انداز ہوتی ہیں چنانچہ وہ نہ تو حرام دواؤں کو استعمال کرے اور نہ ہی جادوگروں کے پاس علاج ومعالجہ کے لئے جائے کیونکہ ایسے لوگ اس کے دل اور عقیدہ کو بیمار کر دیں گے، اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کو کافی ہو جاتا ہے۔

اس لئے مسلمانوں پر واجب ہے کہ شرکیہ رقیہ اور تعویذ گنڈے کی ان تمام قسموں سے دور رہیں جو ان کے ایمان واسلام کے لئے خطرناک ہیں اور ساتھ ہی لوگوں کو بھی ان کی حقیقت بتلاتے ہوئے ان سے ڈراتے رہیں۔

# مشقیں

س ۱/ تمیمہ کی تعریف کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

س ۲/ قرآنِ کریم کی آیات یا اللہ کے اسماء وصفات پر مشتمل تعویذ لٹکانے کا کیا حکم ہے؟ دلیل کی روشنی میں صحیح قول کی وضاحت کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

س ۳/ قرآن کے علاوہ جیسے سیپی اور ہڈیوں سے تیار شدہ تعویذوں کے لٹکانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ دلیل کی روشنی میں واضح کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

س ۴/ شرکیہ رقیہ اور تعویذ وغیرہ کے تعلق سے مسلمانوں پر کیا واجب ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

## مصیبت و پریشانی دور کرنے کے لیے کڑا پہننے اور دھاگا باندھنے کا حکم

أ/ حلقہ اور خیط کے معنی: حلقہ تانبے کا کڑا جس کو مشرکین اپنے بازوؤں میں پہنتے اور یہ گمان کرتے تھے کہ یہ ان کو نظر بد اور جن وغیرہ سے محفوظ رکھے گا۔

خیط: اس سے مقصود ایسے دھاگے ہیں جن سے سلائی کی جاتی ہے، مشرکین اپنے ہاتھوں اور گردنوں میں دھاگے باندھتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ یہ ان سے بخار کو دور کرتا ہے۔

ب/ کڑا پہننے اور دھاگا باندھنے کا حکم: اس کا شمار شرک اکبر میں ہوگا، جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ یہ بذات خود مصیبت کو دور کرتا ہے لیکن اگر یہ اعتقاد ہو کہ یہ مصیبت دور کرنے کے لیے سبب ہے تو پھر شرک اصغر کے قبیل سے ہوگا، جو سب حرام ہیں۔

ج/ غیر اللہ سے لو لگانے کے برے اثرات

۱/ دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی، فلاح و بہبود اور سعادتمندی سے دوری۔

۲/ پریشانی و گھبراہٹ، ذہنی تھکاوٹ سے دوچار ہونا اور امن وسکون اور اطمینان و راحت سے محروم ہونا کیونکہ نبی ﷺ نے ایسے شخص کے لئے یہ بددعا کر رکھی ہے" فَلَاوَدَعَ اللّٰـهُ لَـهُ "(۱) اللہ اس کو امن و اطمینان میں نہ رکھے"

د/ نفع ونقصان کا مالک اللہ تعالی ہی ہے: انسان پر واجب ہے کہ خیر کی امید کرتے ہوئے، اللہ کے عقاب سے ڈرتے ہوئے اور اچھائی کے لئے حسن ظن رکھتے ہوئے اپنے دل کو اللہ کی طرف لگائے رکھے،

---

(۱) مسند احمد ۱۵۴/۴ ، موارد الظمآن لابن حبان (۳۴۲) ، مستدرک حاکم ۴/ ۴۱۷ ، شرح معانی الآثار للطحاوی ۳۲۵/۴۔

اللہ تعالی پرہی اعتماد و بھروسہ کرے اور اپنے سارے معاملات کو اللہ کے حوالہ کرے کیونکہ وہ اکیلا ہی مصائب وآلام کودور کرنے والا اور نفع ونقصان کا مالک ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا﴿ وَإِن يَمْسَسْكَ اللّهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلاَّ هُوَ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدُيرٌ ﴾(۱) ترجمہ''اور اگر اللہ تمہیں کسی تکلیف میں مبتلا کردے،تو اللہ کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں،اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے،تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے'' چنانچہ اللہ تعالی اکیلا ہی نقصان کو دور کرنے والا اور خیر وخوبی لانے والا ہے،اور اب جبکہ وہی صرف نفع ونقصان کا مالک ہے تو وہ تنہا ہی عبادت وبندگی کا مستحق ہے، کیونکہ غیر اللہ کسی کو نفع ونقصان پہنچانے یا کسی سے نفع ونقصان دور کرنے کے مالک نہیں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا﴿قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴾(۲) ترجمہ'' آپ کہہ دیجئے،تمہارا کیا خیال ہے،جن معبودوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو،اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا وہ جھوٹے معبود اللہ کی دی ہوئی تکلیف کو دور کردیں گے،یا وہ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو مجھ سے روک دیں گے،آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے،بھروسہ کرنے والے صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہیں''

---

(۱) الأنعام : ۱۷

(۲) الزمر : ۳۸

## مشقیں

س ۱ / کڑا پہننے اور دھاگا باندھنے سے کیا مقصود ہے؟ اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

-----------------------------------------------

-----------------------------------------------

س ۲ / غیر اللہ سے لو لگانے سے کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

-----------------------------------------------

-----------------------------------------------

س ۳ / شرکیہ رقی و تمائم وغیرہ جیسے امور کے مقابلے میں بندوں پر کیا کرنا واجب ہے؟

-----------------------------------------------

-----------------------------------------------

# شجر وحجر سے برکت حاصل کرنا

أ۔ تبرک کا معنی: برکت طلب کرنا، کسی چیز میں خیر و بھلائی کا بدرجۂ اتم پایا جانا، اور خیر و برکت کو طلب اسی ذات سے کیا جاتا ہے جو اس کا مالک اور اس پر قادر ہو اور وہ صرف اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات ہے، وہی برکت دیتا ہے اور اس میں پائداری عطا فرماتا ہے جبکہ مخلوق برکت دینے پر قادر نہیں اور نہ اس کو باقی رکھنے پر۔

ب۔ تبرک کا حکم: اماکن وآماجگاہ، نقوش وآثار، اشجار واحجار، اور زندہ ومردہ اشخاص سے برکت طلب کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یا تو یہ شرک ہوگا، اگر انسان یہ اعتقاد رکھے کہ یہ چیز برکت دیتی ہے، اور اگر یہ اعتقاد رکھے کہ اس کی زیارت اور اس کو چھونا اللہ سے برکت کے حاصل کرنے کا سبب ہے تو یہ شرک کا وسیلہ ہوگا۔

ج۔ نبی ﷺ کے آثار ونقوش سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تبرک کی حقیقت

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے آثار سے برکت حاصل کرتے تھے، اس سے استدلال کرتے ہوئے کچھ لوگوں نے شرکیہ تبرک کے لئے دفاع کی کوشش کی ہے لیکن ہم ایسے لوگوں کا یوں جواب دیں گے کہ صحابۂ کرام نبی ﷺ کے بال، لعاب مبارک اور جسمِ اطہر سے جدا ہوتی چیزوں سے برکت حاصل کرتے تھے جو کہ صرف آپ کے ساتھ خاص ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ صحابۂ کرام آپ ﷺ کے حجرۂ مبارکہ اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی قبر سے برکت حاصل نہیں کرتے تھے اور نہ ہی برکت حاصل کرنے کے لئے ان اماکن کا قصد کرتے جہاں آپ ﷺ نے نماز ادا کی، اور بیٹھے تھے، جب صحابۂ کرام ایسا نہیں کرتے تھے تو مقامات اولیاء سے بالأولی تبرک حاصل نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی وہ نیکوکار بندوں سے برکت حاصل کرتے تھے جیسے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر افضل ترین صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، نہ تو ان کی زندگی میں اور نہ ہی مرنے کے بعد ہی، نہ تو غار حراء میں نماز پڑھنے کے

لیے جاتے اور نہ دعا کرنے کے لیے اور نہ کوہ طور جاتے جہاں اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام سے کلام کیا، اور نہ ان کے علاوہ دیگر پہاڑوں کی طرف جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان میں انبیاء وغیرہم کے اماکن تھے اور نہ ہی کسی نبی کی قبر کا رخ کرتے اور نہ اس جگہ کا جہاں نبی ﷺ مدینہ منورہ میں ہمیشہ نماز پڑھتے تھے، بذاتِ خود اپنے مبارک قدموں سے اسے روندتے اور پھر وہاں نماز بھی پڑھتے تھے، ساتھ ہی آپ ﷺ نے اپنی امت میں سے کسی کے لیے اس کو چھونے اور اس کو بوسہ لینے کو مشروع نہیں کیا، تو پھر یہ کہنا کیسے ممکن ہے کہ غیرِ نبی نے وہاں نماز پڑھی تھی اور اس جگہ سوئے تھے؟ واضح یہ ہوا کہ اس طرح کی کسی چیز کا بوسہ لینا یا اس کو چھونا آپ ﷺ کی شریعت سے ثابت نہیں ہے۔

## مشقیں

س ۱ر تبرک سے کیا مراد ہے؟اور ممنوع تبرک کا شرعی حکم کیا ہے؟

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

س ۲ر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نبی ﷺ کے بعض آثار ونقوش سے برکت حاصل کرنے سے تبرک کے لئے جواز پکڑنے والوں کی تردید کیسے کریں گے؟

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

# بدشگونی

أ/ طیرہ کا معنی: زمان ومکان، چرندو پرند، اسماء والفاظ اور اشخاص سے بدشگونی لینا، جوکہ تطیر (بدشگونی لینے) سے ماخوذ ہے، اس کی اصل جیسا کہ کہا جاتا ہے اَلتَّطَیُّرُ السَّوَانِحُ وَالْبَوَارِحُ مِنَ الطَّیْرِ وَالظِّبَاءِ وَغَیْرِهِمَا چڑیوں اور پرندوں وغیرہ میں دائیں اور بائیں جانے والے جانوروں سے بدشگونی لینا۔

عرب (زمانۂ جاہلیت میں) چرندو پرند اور حیوانات سے برکت حاصل کرنے کے لیے ان کو اڑاتے، چنانچہ اگر دائیں طرف جاتا تو اس کو سانح اور اگر بائیں طرف جاتا تو اس کو بارح، آگے کی طرف جاتا تو اس کو ناطح اور اگر پیچھے کی طرف جاتا تو اس کو قعید کا نام دیا جاتا، اس لیے کچھ لوگ بارح سے بدشگونی لیتے اور سانح کو بابرکت خیال کرتے جبکہ دوسرے کچھ لوگ اس کے برخلاف کرتے تھے۔

چنانچہ جب اسلام آیا تو اس نے اس کو باطل ٹھہرایا اور اس سے منع کیا اور یہ بتایا کہ فائدہ پہنچانے اور نقصان دور کرنے میں اس کی کوئی تاثیر نہیں ہے، چنانچہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس کی جامع ومانع تعریف یہ ہے کہ چرندو پرند، حیوانات، زمان ومکان، ماہ وایام، رنگ اور لوگوں سے ایسی بدشگونی لینا جو انسان کو مطلوب و مقصود سے روک دے، یا مقصود کے حصول کے لئے انسان کو اس پر آمادہ کرے۔

ب/ بدشگونی کا حکم: بدشگونی شرعاً حرام ہے، یہ شرکِ اصغر کے قبیل سے ہے جوکہ کمالِ توحید کے منافی ہے گرچہ اقوال وافعال کے ذریعہ ہو یا ان کے درمیان مقارنہ کا اعتقاد رکھا جائے خواہ نفع کے لئے ہو یا نقصان دور کرنے کے لئے ہو۔

لیکن اگر یہ اعتقاد ہو کہ یہ چیزیں بذات خود ضرر رسانی میں اثر انداز ہوتی ہیں تو یہ شرکِ اکبر کے قبیل سے ہوگا جوکہ توحید کے منافی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ’’ الطِّیَرَةُ شِرْکٌ ، الطِّیَرَةُ شِرْکٌ ، الطِّیَرَةُ شِرْکٌ

وَمَامِنَّا إِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ ''(۱) ''بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، ہم میں سے کوئی ایسا نہیں (جو اس سے محفوظ رہ سکے) لیکن اللہ تعالی توکل کے ذریعہ اس کو دور کر دیتا ہے۔''

واضح رہے کہ بدشگونی اقوال وافعال ہر دو طرح سے ہوتی ہے۔

ج۔ توکل بدشگونی کو دور کرتا ہے: بدشگونی کا مقابلہ کرنے کے لیے سب سے بڑا سبب اللہ تعالی پر کامل بھروسہ کرنا ہے، حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بدشگونی سے چھٹکارا پانے کے لیے توکل کا اثر بیان کرتے ہوئے فرمایا ''الطِّيَرَةُ شِرْكٌ وَمَامِنَّا إِلَّا، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ ''(۲) ''بدشگونی شرک ہے اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس کا شکار نہ ہوتا ہو لیکن اللہ تعالی توکل کے ذریعہ اس کو دور کرتا ہے۔'' اس کا معنی یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کے دل میں اس طرح کی چیزیں کھٹکتی ہیں لیکن اللہ تعالی پر اعتماد و بھروسہ کرنے، کام کو اس کے حوالہ کرنے اور طیرہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالی اس کو دور کر دیتا ہے۔

صحیح مسلم میں معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ہم میں سے کچھ لوگ بدشگونی لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا'' ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهِ فَلَايَصُدَّنَّكُمْ ''(۳) ''یہ ایک ایسی چیز ہے جو تم میں سے ہر کوئی اپنے دل میں پاتا ہے لہذا یہ چیز تم کو کسی کام سے نہ روکے''

د۔ بدشگونی کا کفارہ: بدشگونی کا کفارہ نبی ﷺ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا'' مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ فَقَدْ أَشْرَكَ '' قَالُوْا: فَمَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ ؟ قَالَ : ''أَنْ يَّقُوْلَ : اللّٰهُمَّ لَاخَيْرَ إِلَّاخَيْرُكَ ، وَلَاطَيْرَ إِلَّاطَيْرُكَ ، وَلَاإِلٰهَ غَيْرُكَ ''(۴) ''جس کو بدشگونی اپنی حاجت سے روک دے تو اس نے شرک کیا

---

(۱) مسند احمد ۱/۳۹۸، سنن ابوداود ۴/۱۷، سنن ترمذی ۴/۱۶۰۔۱۶۱، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے، اور یہ صراحت کی ہے کہ ''ومامنا۔۔۔۔ سے اخیر تک حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔ (۲) سنن ابوداود، سنن ترمذی امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ (۳) مسند احمد ۴/۱۷۴۹ (۴) مسند احمد ۲/۲۲۰، یہ حدیث صحیح ہے۔

صحابہؓ کرام نے کہا کہ اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یہ کہے "اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ ، وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ " اے اللہ! ساری بھلائی تمہاری ہی طرف سے ہے، اور تمہارے شگون کے سوا کوئی شگون نہیں اور تمہارے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔

## ۵/ بدشگونی کی حرمت کے اسباب

بدشگونی مندرجہ ذیل امور کی بناء پر حرام ہے جن میں سے اہم ترین یہ ہیں:

۱/ بدشگونی میں ضرر کی نسبت اور اس کی قدرت کا انتساب غیر اللہ کی طرف ہوتا ہے۔

۲/ اس میں یہ اعتقاد پایا جاتا ہے کہ غیر اللہ میں نقصان پہنچانے کی قدرت ہے۔

۳/ اس میں غیر اللہ سے لو لگایا جاتا ہے۔

۴/ اس کے نتیجہ میں بندہ میں خوف و ہراس پیدا ہو جاتا ہے اور ناپسندیدہ چیزوں سے امن واطمینان جاتا رہتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا انسان پریشانی وحیرانی کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنی نفسانی قرار وسکون کھو بیٹھتا ہے۔

۵/ بدشگونی بدعات وخرافات پھیلانے کے قبیل سے ہے اور وہ اس طرح کہ اس کی وجہ سے کائنات میں بہت ساری چیزوں کو اختیارات وتاثیرات دینا لازم آتا ہے جس کی کوئی اصل نہیں جو کہ انسانوں کو شرک اکبر تک پہنچا دیتی ہیں۔

# مشقیں

س۱/ طیرہ کا اصل بتلاتے ہوئے اس کی تعریف کریں۔

------------------------------------------------------------

------------------------------------------------------------

س۲/ بدشگونی کا حکم دلیل کے ساتھ بتائیں۔

------------------------------------------------------------

------------------------------------------------------------

س۳/ انسان کو بدشگونی کیسے دور کرنی چاہئے۔

------------------------------------------------------------

------------------------------------------------------------

س۴/ بدشگونی کا کفارہ کیا ہے؟

------------------------------------------------------------

------------------------------------------------------------

۵/ بدشگونی کی حرمت کے اسباب کیا ہیں؟

------------------------------------------------------------

------------------------------------------------------------

# علمِ غیب کا دعوی کرنا

أ/ غیب سے مراد: اس سے مراد گزشتہ وآئندہ کے ایسے امور ہیں جو لوگوں سے پوشیدہ ہوں اور جن کو وہ دیکھ نہ سکتے ہوں، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾(۱) ترجمہ ''آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں، ان میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتا ہے''

معلوم یہ ہوا کہ غیب اللہ سبحانہ وتعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن کبھی کبھار اللہ تعالی مصلحت وحکمت کے پیش نظر رسولوں میں سے کسی کسی کو غیبی امور سے آگاہ کر دیتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَداً ، إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ﴾(۲) ترجمہ ''وہی غیب کی باتیں جاننے والا ہے، وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا، سوائے اس کے جسے وہ بطور رسول چن لیتا ہے''

یعنی اللہ جس کو غیب سے آگاہ کرتا ہے وہی اس کو جانتا ہے، اور یہ انبیاء ورسل اور فرشتوں کو عام ہے، ان کے سوا کسی کو اس سلسلے میں کچھ خبر نہیں ہوتی ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے رسول کا ذکر کیا ہے جو انسانوں اور فرشتوں دونوں میں سے ہوا کرتے ہیں۔''

ب/ علمِ غیب کا دعوی کرنے کا حکم: اللہ تعالی نے جن جن کو مستثنی کیا ہے ان کے علاوہ جس کسی نے بھی کسی طرح سے غیب جاننے کا دعوی کیا تو وہ جھوٹا کافر ہے۔

ج/ علمِ غیب کا دعوی کرنے کی صورتیں: علمِ غیب کا دعوی کرنا مختلف طرح سے ممکن ہے جن میں سے

---

(۱) النمل : ۶۵

(۲) الجن :۲۶۔۲۷

مندرجہ ذیل امور ملاحظہ فرمائیں:

۱رگلاس میں یا ہتھیلی پر کچھ پڑھنا

۲رکہانت

۳رجادو

۴رستاروں کے ذریعہ غیب کا دعوی کرنا (علمِ نجوم)

یہ وہ چیزیں ہیں جو جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے گم شدہ چیزوں یا بیماریوں کے اسباب کے بارے میں خبر دہی سے تعلق رکھتی ہیں جو کہ جن وشیاطین کی مدد سے انجام پاتی ہیں، چنانچہ وہ بتاتے ہیں کہ فلاں نے تمہارے لیے ایسا کیا اس لیے تم بیمار پڑ گئے، جبکہ ایسے لوگ مکروفریب اور دجل وتلبیس کے ذریعہ لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ معلومات ان کو عملیات کی بناء پر حاصل ہوتی ہیں اور کبھی کبھار اس تعلق سے ان کی خبروں کا دارومدار تنجیم (علمِ نجوم) پر ہوتا ہے۔

# مشقیں

س ۱/ غیب سے کیا مراد ہے؟ اس کا علم صرف اللہ کو ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

--------------------------------------------------------------

--------------------------------------------------------------

س ۲/ اللہ تعالی کن کن لوگوں کو غیبی امور سے وقتا فوقتا آگاہ کرتا ہے؟ اور اس میں کیا حکمت ہے؟

--------------------------------------------------------------

--------------------------------------------------------------

س ۳/ علم غیب کا دعوی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ اس کی دلیل پیش کریں؟

--------------------------------------------------------------

--------------------------------------------------------------

س ۴/ علم غیب کا دعوی کرنے کی چند صورتیں ذکر کریں۔

--------------------------------------------------------------

--------------------------------------------------------------

# جادو

أ/ جادو کی تعریف: گرہیں لگا کر ان میں پھونکنے، جھاڑ پھونک کرنے، مخصوص کلمات کہنے، دوائیں اور دھواں جیسی چیزوں کو (مخصوص انداز میں استعمال کرنے کو) جادو کہا جاتا ہے۔ جس کی حقیقت ثابت شدہ امر ہے، بعض قسم کا جادو ایسا بھی ہوتا ہے کہ قلب وجگر اور بدن پر اثر انداز ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسحور شخص کبھی بیمار پڑ جاتا ہے، کبھی کسی کو قتل کر دیتا ہے اور کبھی اس کے سبب آدمی اور اس کی بیوی میں جدائی پیدا ہو جاتی ہے، حالانکہ یہ واضح رہے اس کی تاثیر اللہ کے قضاء وقدر کے تحت ہوا کرتی ہے۔

یہ شیطانی اعمال ہیں، جن میں سے بیشتر تک رسائی شرک کئے بغیر اور ارواحِ خبیثہ کی پسندیدہ اشیاء کا نذرانہ پیش کر کے ان کی آشیر باد حاصل کئے بغیر ممکن نہیں ہوتی جن کو شرکیہ طور پر ہی انجام دیا جاتا ہے، اسی واسطے شارع علیہ السلام نے اس کو شرک کے ساتھ ذکر کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ”اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ . قَالُوا يَارَسُولَ اللّٰهِ : وَمَاهُنَّ؟ قَالَ : ”الشِّرْكُ بِاللّٰهِ ، وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ “(۱)

”سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیا کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، معصوم جان کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال (ناحق) کھانا، میدانِ کارزار سے منہ پھیرنا اور پاکیزہ مومنہ عورتوں پر بہتان تراشی کرنا۔“(۱)

ب/ جادو کا حکم: جادو کفر وشرک ہے جو عقیدہ کے منافی امور میں سے ہے، اس لیے جادوگر کو قتل کرنا واجب ہے جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے جادوگروں کو قتل کیا، جبکہ عصرِ حاضر میں بہت

---

(۱) صحیح بخاری ح ۲۷۶۶، صحیح مسلم ۹۲/۱

سارے لوگ جادو اور جادوگر کے بارے میں لاپرواہی کے شکار ہیں بلکہ جادو کو ان فنون میں سے ایک بنا لیا ہے جن کے ذریعہ ایک آپس میں فخر ومباہات کرتے اور جادوگر کو انعام واکرام سے نوازتے ہیں، جادوگروں کے لیے محفلیں سجاتے اور مسابقے کراتے ہیں، جہاں ہزاروں کی تعداد میں آزاد خیال وافکار کے حوصلہ افزائی کرنے والے شریک ہوتے ہیں، جو دراصل دین سے جہالت وناخواندگی، عقیدہ کے باب میں غفلت ولاپرواہی اور بے ہودہ حرکات وسکنات کرنے والے لوگوں کو بڑھاوا دینے کے قبیل سے ہے۔

## ج/ نشرہ

۱/ نشرہ کا لغوی معنی: کھولنا اور دور کرنا۔

نشرہ شریعت کی اصطلاح میں: جادو کو جادو کیے گئے شخص سے علاج ومعالجہ اور جھاڑ پھونک کے ذریعہ دور کرنا۔

اس کو نشرہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ اس پر بیماری کی شکل میں جو پردہ پڑا ہوتا ہے وہ کھل جاتا ہے اور اس کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

### ۲/ نشرہ کی قسمیں اور ہر قسم کا حکم

نشرہ کی دو قسمیں ہیں:

۱/ (مسحور) جادو کیے گئے شخص سے جادو ہی کے ذریعہ جادو کے اثرات کو دور کرنا، یہ شیطانی عمل ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔

۲/ جادو کو جادو کیے گئے شخص سے جھاڑ پھونک، معوذات، حلال دوائیں اور مباح دعاؤں کے ذریعہ دور کرنا، اور یہ جائز ہے۔

## مشقیں

س۱/ جادو کی تعریف کریں۔

---

---

س۲/ جادو کا حکم دلیل کی روشنی میں لکھیں۔

---

---

س۳/ نشرہ کی تعریف کریں اور اس کی وجہِ تسمیہ بیان کریں۔

---

---

س۴/ نشرہ کی اقسام اور ہر قسم کا حکم بیان کریں۔

---

---

# کہانت وعرافت

أ/کہانت وعرافت کی تعریف: یہ دونوں علمِ غیب کا دعوی کرنے اور غائب امور کے جاننے کے نام ہیں جیسے آئندہ واقع ہونے الی چیزوں کے بارے میں خبر دینا، ایسے ہی گم شدہ چیزوں کی جگہ کی نشاندھی کرنا، ان شیاطین کے توسط سے جو آسمان سے حکمِ الٰہی چوری چھپے سنتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَى مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ☆ تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ، يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴾(۱) ترجمہ ''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں☆ وہ ہر بڑے جھوٹے اور بڑے بدکار پر اترتے ہیں، وہ فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے کان لگاتے ہیں، اوران میں سے اکثر جھوٹے ہیں''

شیطان فرشتوں کے کلام میں سے کچھ چوری کر کے کاہن کے کان میں ڈالتا ہے جو اس میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملاتا ہے چنانچہ لوگ اس کلمہ کی وجہ سے اس کی تصدیق کرنے لگتے ہیں جو کہ آسمان سے سنی گئی ہے

ب/کہانت وعرافت کا حکم: اللہ سبحانہ وتعالی اکیلا ہی علمِ غیب کا جاننے والا ہے، چنانچہ جس کسی نے کہانت وغیرہ یا اس کے دعویداروں کی تصدیق کر کے اس میں اللہ کا ساجھی وشریک ہونے کا دعوی کیا تو گویا اس نے اللہ کی خصوصیات میں غیروں کو اس کا ساجھی وشریک اور ہمسر بنایا، یہی وجہ ہے کہ کہانت شرک سے خالی نہیں ہوتی جو دراصل اللہ کے علم میں کسی کو ساجھی وشریک بنانے کی وجہ سے ربوبیت میں شرک اور غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے عبادت میں ساجھی ٹھہرانے کے اعتبار سے الوہیت میں شرک ہے۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''مَنْ أتى عَرَّافاً

---

(۱) الشعراء: ۲۲۱-۲۲۳

أَوْ كَاهِناً فَصَدَّقَهُ بِمَايَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَاأُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ "(۱) "جو کسی عراف یا کاہن کے پاس آئے اوراس کے کلام کی تصدیق کرے تو اس نے دراصل محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت کا کفر کیا"

## ج/سماج ومعاشرہ اورانسانی زندگی پر کاہنوں، جادوگروں اور عرافوں کی خطرناکیاں

جن چیزوں سے بذاتِ خود آگاہ رہنا اور غیروں کو آگاہ کرنا ضروری ہے وہ یہ ہیں کہ جادوگر، کاہن اور نجومی سارے کے سارے لوگوں کے عقائد کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں، وہ اپنے آپ کو ڈاکٹروں کی شکل میں ظاہر کر کے مریضوں کو غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ ان کے لیے ایسے ایسے اوصاف کی بکری کے بچے یا مرغی ذبح کریں یا ان کو شرکیہ و شیطانی تعویذ گنڈے لکھ کر دیتے ہیں، جن کو لوگ اپنی گردنوں میں لٹکاتے یا اپنے بکسوں یا گھروں میں رکھتے ہیں۔ جبکہ کچھ دیگر حضرات اپنے آپ کو علمِ غیب اور گم شدہ چیزوں کے اماکن کے بارے میں خبر رساں کی شکل میں ظاہر کرتے ہیں، جن کے پاس جاہل حضرات آکر گم شدہ چیزوں کے بارے میں ان سے دریافت کرتے ہیں چنانچہ وہ ان کو اس بابت خبر دیتے ہیں، یا اپنے گرویدہ شیطانوں کے ذریعہ اس کو حاضر کرتے ہیں۔ جبکہ کچھ دیگر حضرات ان اولیاء کی شکل میں ظاہر ہونے کی کوشش کرتے ہیں جنہیں گویا کہ کرامات دی گئی ہوں جیسے آگ میں داخل ہونا یا آگ کا ان پر اثر انداز نہ ہونا یا ان کے علاوہ جادو کے دیگر وسیلے وذرائع جو کہ دراصل شیطانی اعمال ہیں، جنہیں یہ فتنہ پھیلانے کے لیے ان لوگوں کے ہاتھوں ظاہر کرتا ہے، یا یہ ایسے خیالی امور ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ خفیہ حیلے بہانے ہیں جن کو لوگوں کے سامنے اپناتے ہیں جیسا کہ فرعون کے جادوگروں نے رسی اور لاٹھی سے جادوگری دکھائی تھی۔

---

(۱) مسند احمد ۴۲۹/۲، مستدرک حاکم ۸/۱، یہ صحیح حدیث ہے، جسے علامہ البانی نے صحیح الجامع (۵۸۱۵) میں صحیح کہا ہے۔

جادو، کہانت اور عرافت کا شرک سے تعلق: جادو، کہانت اور عرافت حرام شیطانی اعمال میں سے ہیں جو عقیدہ میں خلل انداز ہوتے یا اس کے منافی امور پر مشتمل ہوتے ہیں، کیونکہ شرکیہ اعمال کے بغیر ان کو حاصل کرنا ممکن نہیں، اس لیے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اسلام اور مذکورہ بالا امور میں سے کسی بھی چیز کو ایک ساتھ جمع کرے۔ یہ دو طرح سے شرک میں داخل ہیں:

ا/ان کو انجام دینے کے لیے شیاطین کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، ان سے علاقہ استوار کیا جاتا ہے اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے ان کی پسند کے نذرانے قربت ونزدیکی حاصل کرنے کے لیے پیش کیے جاتے ہیں، ساتھ ہی ان کی عبادت و بندگی کیجاتی ہے تاکہ وہ جادوگر اور کاہن کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوں، واضح ہوا کہ جادو شیطانی تعلیمات میں سے ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَلَـٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ (۱) ترجمہ ''بلکہ شیاطین نے کفر کیا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔''

۲/اس میں علمِ غیب اور اللہ کے ساتھ اس کے علم میں مشارکت کا دعوی کیا جاتا ہے اور یہ صریح کفر وگمراہی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ (۲) ترجمہ ''حالانکہ وہ جانتے تھے کہ جو کوئی جادو اختیار کرے گا، اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا''

---

(۱) البقرۃ :۱۰۲

(۲) البقرۃ:۱۰۲

# علمِ نجوم (تنجیم)

أ/ تنجیم کی تعریف: ستاروں کی گردش کے ذریعہ روئے زمین پر ہونے والے حوادث پر استدلال کرنا چنانچہ یہ کہا جائے کہ جس نے ایسے ایسے نچھتر میں شادی کی تو اس کو ایسا ہوگا، اور جو اس نچھتر میں سفر کرے گا تو اس کا ایسا ہوگا، اور جو اس نچھتر میں پیدا ہوا تو وہ سعادتمندی و نیک بختی یا نحوست کا شکار ہوگا جیسا کہ گاہے بہ گاہے کچھ جرائد ومجلّات میں اس تعلق سے قسمتوں کے بارے میں خرافات و پروپیگنڈے کیے جاتے ہیں۔

ب/ نجومیوں اور ان کے پاس جانے والوں کا حکم: کچھ ناداں و جاہل اور کمزور ایمان والے حضرات نجومیوں کے پاس جا کر اپنی آئندہ زندگی میں پیش آنے والے احوال اور اپنی شادی وغیرہ کے بارے میں ان سے سوال کرتے ہیں۔ جبکہ یہ واضح ہونا چاہئے کہ جس نے علمِ غیب کا دعوی کیا یا جس کسی نے بھی اس کی تصدیق کی تو وہ مشرک و کافر ہے، کیونکہ ایسا شخص اللہ کے خصائص وامتیازات میں شریک ہونے کا دعوی کرتا ہے حالانکہ ستارے مخلوق ہیں، انہیں اس طرح کا کوئی اختیار حاصل نہیں، یہ نہ تو کسی طرح کی سعادتمندی و نیک بختی پر دلالت کرتے ہیں اور نہ ہی نحوست پر اور نہ کسی کی موت وزندگی پر ہی (بلکہ ان کے ذریعہ اس طرح کا غلط عقیدہ رکھنا سراسر باطل و بے بنیاد ہے)

ج/ شمس وقمر کے منازل سیکھنے کا حکم: قبلہ، نماز کے اوقات اور مواسم پر استدلال کرنے کی غرض سے سورج اور چاند کے منازل کا علم اور ستاروں کی معرفت حاصل کرنا حرام علمِ نجوم میں سے نہیں ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَعَلامَاتٍ وَبِالنَّجمِ هُمْ يَهتَدُونَ﴾ (۱) ترجمہ "اور کئی دیگر نشانیاں بنائیں، (جن سے)

---

(۱) النحل : ۱۶

اور ستاروں سے وہ رہنمائی حاصل کرتے ہیں" اللہ تعالی نے کہا﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴾(۱) ترجمہ "اور اسی نے تمہارے لئے ستارے بنائے ہیں، تا کہ ان کے ذریعہ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرو، ہم نے ایسے لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں، آیتوں کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔"

---

(۱) الأنعام:۹۷

## مشقیں

س ا/ کہانت کا کیا معنی ہے؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س ۲/ جادوگروں، کاہنوں اور نجومیوں کی وجہ سے سماج ومعاشرے پر مرتب ہونے والے خطرناک اثرات بیان کریں۔

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س ۳/ جادو، کہانت اور عرافت شرک کے ضمن کیوں آتے ہیں؟

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س ۴/ تنجیم کی تعریف کریں، ساتھ ہی اس کا حکم وجہ بتلاتے ہوئے بتائیں۔

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س ۵/ مندرجہ ذیل امور کا حکم بیان کریں۔

ا/ جب کچھ لوگ نجومی کے پاس اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں سوال کرنے کے لیے جائیں۔

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

ب۔ کچھ لوگوں کا قبلہ جاننے کے لیے شمس وقمر کے منازل کا علم حاصل کرنا۔

-----------------------------------------------------------

-----------------------------------------------------------

ج۔ قبلہ کی معرفت اور موسموں کی جانکاری کے لیے کچھ لوگوں کا ستاروں کے منازل کا علم حاصل کرنا۔

-----------------------------------------------------------

-----------------------------------------------------------

# مزاروں اور درگاہوں کی تعظیم

# اور نذر و نیاز کے ذریعہ ان کی قربت و نزدیکی کا حصول

أ ۔ أضرحۃ اور مزارات کے معانی: أضرحہ: ان قبروں کو کہتے ہیں جن کی جاہل لوگ تعظیم کرتے ہیں۔

مزارات: ان سے مراد وہ اماکن، آثار و نقوش اور قبریں وغیرہ ہیں جن کی زیارت کی جاتی ہے اور اس عمل کو عبادت و بندگی کے نام پر ان کی قربت و نزدیکی حاصل کرنے کے لیے انجام دیا جاتا ہے۔

قرابین: قربان کی جمع ہے ہر وہ چیز جس کے ذریعہ قربت حاصل کی جائے جیسے نذر و نیاز، جانوروں کو ذبح کرنا اور کھانے کھلانا وغیرہ۔

نذور: نذر کی جمع ہے عبادت کی وہ قسم ہے جسے کوئی شخص اپنے اوپر لازم کر لے۔

ب ۔ مزاروں اور درگاہوں کی تعظیم کرنے اور ان کی قربت و نزدیکی حاصل کرنے کا حکم

مزاروں اور درگاہوں کی تعظیم کرنا اور ان کی قربت و نزدیکی حاصل کرنا سراسر حرام ہے، بلکہ یہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے قبیل سے ہے کیونکہ ایسا شخص عبادت کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتا ہے جبکہ کسی طرح کی عبادت کے ذریعہ غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا تو دراصل نیکوکار لوگوں کی شان میں غلو کرنا ہے، جس کو اللہ نے حرام کر رکھا ہے جو کبھی کبھار انسان کو ان کی عبادت کرنے تک پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ آپ ﷺ نے اپنی تعظیم میں مبالغہ کرنے سے منع کیا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے ”لَا تُطْرُونِی كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ ، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُولُوا عَبْدُاللهِ وَرَسُولُهُ“(۱) ”مجھے حد سے نہ بڑھاؤ

---

(۱) صحیح بخاری: ح ۳۴۴۵

جیسا کہ نصاری نے عیسی بن مریم علیہ السلام کے ساتھ کیا، میں تو صرف ایک بندہ ہوں، اس لیے مجھے اللہ کا بندہ اوراس کا رسول کہو"

آپ ﷺ نے اس قبر کو جس کی تعظیم کی جائے اوراس کے اردگرد لوگ جمع ہوں، اس بت کے مساوی قرار دیا ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا" اللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَناً یُّعْبَدُ "(۱) "اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی عبادت و بندگی کی جائے" اسی لیے آپ ﷺ نے قبروں پر مسجدیں بنانے سے منع کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا" لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی ، اتَّخَذُوْا قُبُوْرَأَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ "(۲) "اللہ یہود ونصاری پر لعنت کرے، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا" ان لوگوں نے جو کچھ کیا (اس سے اپنی امت کو) ڈرار ہے تھے۔

آپ ﷺ نے بلند و بالا قبروں کو ڈھانے کا حکم بھی دے رکھا ہے، جیسا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابوالھیاج اسدی رحمہ اللہ سے کہا" أَلَا أَبْعَثُکَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : أَلَا تَدَعَ قَبْراً مُشْرِفاً إِلَّا سَوَّیْتَهُ ، وَلَا صُوْرَةً إِلَّا طَمَسْتَهَا "(۴) "کیا میں تمہیں اس مہم پر نہ بھیجوں جس پر نبی ﷺ نے مجھکو بھیجا تھا، بلند قبر برابر کیے بغیر اور تصویر کو مٹائے بغیر نہ چھوڑو"

ایسے ہی نبی ﷺ نے قبروں پر لکھنے، انہیں پختہ کرنے اوران پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے" نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ یُّقْعَدَ

---

(۱) مسند احمد : ۲۴۶/۲ ، یہ حدیث صحیح ہے۔

(۲) صحیح بخاری ، صحیح مسلم ۳۷۶/۱

(۳) صحیح مسلم ۶۶۶/۲

عَـلَيْهِ ، وَأَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ ''(۱) ''رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے اس پر بیٹھنے اوراس پر عمارت بنانے سے منع کیا ہے''

خلاصہٗ کلام یہ ہوا کہ اسلام نے ایسی تمام چیزوں کوحرام قرار دیا ہے جوشرک کے ذرائع کے قبیل سے ہوں یاوہاں تک پہنچانے والی ہوں جن کوسرے سے بند کرنا واجب ہے۔

جبکہ بہت سے اسلامی مما لک میں بے شمار لوگ ان جیسے خطرناک شریعت مخالف امور کے شکار ہو چکے ہیں، چنانچہ انہوں نے مزاروں اور درگاہوں کی تعظیم کی، نیکو کار لوگوں کی قبروں کو بڑھاوادیا، کعبہ کے مانند ان کے اردگرد طواف کرنے لگے، حجرِ اسود کی طرح ان کے بوسے لیےاورانہیں چھونے لگے،اورنہ جانے عبادت کی کن کن قسموں کوان کے لیے انجام دینے لگے جوکہ صرف اللہ کا حق ہے جیسے نذرونیاز اور جانورذبح کرنا وغیرہ، ایسا انہوں نے نفع کے حصول اور نقصان کو دور کرنے کے لئے کیا، چنانچہ وہ اپنے ان اعمال کی بناء پر شرک اکبر کے شکار ہوگئے ،اس طرح کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ معبودانِ باطلہ کو ساجھی وشریک بناڈالا۔إنَّالِلّٰهِ وَإنَّاإلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

## ج/ان بدعات کے چند خطرناک آثار

۱/ بدعات وخرافات اور غلط افکاروخیالات کا پروان چڑھنا ایسے جاہل لوگوں کے یہاں جواس کے شکار ہو چکے ہیں۔

۲/شرک باللہ کا پھیلنا کیونکہ یہ شرکیہ اعمال ہیں جیسا کہ گزرچکا۔

۳/ باطل طریقے سے لوگوں کے اموال کھانا اور وہ ان پجاریوں کے ذریعہ جومزاروں اور درگاہوں کی خدمت پر مامور ہوتے ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم ۲/۶۶۷

۴/ اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنا بلکہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ کچھ لوگ بیت اللہ کا حج کرنے سے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ بیٹھے اور انہی مزاروں اور درگاہوں کی زیارت کو حج کا بدل قرار دے دیا۔

۵/ شرک میں یہود ونصاریٰ کی مشابہت کرنا کیونکہ ان کے یہاں شرک کا آغاز ایسے ہی اعمال سے ہوا یعنی انبیاء وصالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی وجہ سے۔

# مشقیں

۱/ اضرحہ، مزارات، قرابین اور نذور میں سے ہر ایک کی تعریف کریں۔

---------------------------------------

---------------------------------------

۲/ نیکو کار لوگوں کی قبروں کی تعظیم کرنے اور ان سے تبرک حاصل کرنے کا حکم کیا ہے؟ دلیل کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

---------------------------------------

---------------------------------------

۳/ نیکو کار لوگوں کی قبروں کا طواف کرنے اور ان سے تقرب حاصل کرنے کو شرک باللہ کیوں کہا گیا ہے؟

---------------------------------------

---------------------------------------

۴/ ایسے خطرناک بدعات وخرافات کے مروج ہونے سے سماج ومعاشرہ اور انفرادی زندگی پر مرتب ہونے والے چند برے اثرات کا ذکر کریں۔

---------------------------------------

---------------------------------------

# قبروں کی زیارت

نبی ﷺ کی بعثت سے قبل نفع حاصل کرنے یا نقصان دور کرنے کے لیے شجر و حجر اور بتوں سے دعا طلبی لوگوں میں پھیل چکی تھی، اس لیے نبی ﷺ نے ہر اس دروازہ کو بند کرنا چاہا جس کے ذریعہ اللہ کی عبادت و بندگی اور اس کو پکارنے میں شرک تک پہنچا جا سکتا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے شروع میں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تاکہ یہ غیر اللہ کو پکارنے اور اللہ کے سوا ان کی عبادت و بندگی بجالانے کے لیے سبب نہ بن جائیں لیکن جب لوگوں کا عقیدہ پختہ ہو گیا اور وہ شرک کی آلائشوں سے پاک ہو گئے تو پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی۔

## أ۔ قبروں کی زیارت کا حکم:

فوت شدہ مسلمانوں کے لیے دعا کرنے اور ان کی قبروں سے عبرت حاصل کرنے کے لیے ان کی زیارت کرنا مستحب ہے، جس کی دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے "كُنتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ ... فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ" (۱) "میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا۔۔۔ان کی زیارت کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاددہانی کراتی ہیں" ایسے ہی آپ ﷺ نے بقیع میں کئی ایک مرتبہ مدفون مسلم حضرات کی قبروں کی زیارتیں کیں جن میں ان کے لیے دعائیں کرتے، البتہ ان سے برکت حاصل کرنے کے لیے ان کی زیارت کرنا اور ان کو پکارنا سراسر حرام شرکیہ زیارت ہے۔

## ب۔ کیا قبروں کی زیارت کا استحباب مردوں کے ساتھ خاص ہے؟

عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کے جواز کے بارے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے جبکہ صحیح یہی ہے کہ ان کو

---

(۱) صحیح مسلم ۲/۶۷۲، سنن ترمذی ۳/۳۷۰ ح ۱۰۵۴، یہ لفظ ترمذی کا ہے۔

قبروں کی زیارت سے منع کیا جائے کیونکہ ان کے حق میں نبی ﷺ سے ممانعت کا ثبوت ملتا ہے، ایسے ہی فطری طور پر ان کے کمزور ہونے کی بناء پر قبروں کی زیارت سے ان کے لیے عظیم مفاسد مرتب ہوں گے جیسے ان کا آہ وفغاں کرنا اور ناراضگی کا اظہار کرنا وغیرہ۔

خواتین کو قبروں کی زیارت سے منع کرنے کے دلائل: ۱ر"لَعَنَ اللّٰهُ زُوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ"(۱) اللہ تعالی نے کثرت سے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے"

۲ر جنازہ کے پیچھے جانے سے عورتوں کو منع کیا گیا ہے چونکہ ایسا نہ کرنے سے عظیم مفاسد کا مرتب ہونا عین ممکن ہے تو پھر قبر کی زیارت بدرجۂ اولی ان کے لیے ممنوع ہوگی۔

۳ر قبروں کی زیارت کرنے سے (انسان پر مرتب ہونے والے) آثار کا ذکر کرتے ہوئے نبی ﷺ کا یہ فرمانا "تُذَكِّرُ الْمَوْتَ وَتَدْمَعُ الْعَيْنَ وَتُرِقُّ الْقَلبَ"(۲) "یہ موت کو یاد دلاتی ہے، آنکھوں سے آنسوں گراتی ہے اور دلوں کو نرم کرتی ہے" اس لیے اگر خواتین کے لیے دروازہ کھول دیا جائے تو وہ اپنی کمزوری کی بناء پر آہ وفغاں، نوحۂ ماتم اور جزع وفزع کا شکار ہوجائیں گی۔

ج ر زیارتِ قبر کی مشروعیت کا سبب: قبروں کی زیارت دو سبب کے پیش نظر مشروع ہے:

۱ر مردوں کے احوال سے عبرت پکڑنا یہاں تک کہ زائر (زیارت کرنے والا) موت کو یاد رکھے اور اللہ تعالی سے ملاقات کے لیے تیاری کرتا رہے۔

۲ر مردوں کو سلام کرنا اور ان کے لیے دعاء مغفرت کرنا۔ یہ زیارت مشروع ہے جبکہ ان کے علاوہ زیارتیں ممنوع اور حرام ہیں۔

---

(۱) سنن ترمذی ۳/۲۶۲، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ (۲) سنن بیہقی ۴/۷۷، اسے علامہ البانی نے صحیح الجامع (۴۵۸۴) میں صحیح کہا ہے۔

د/ زیارت قبر کی دعا: نبی ﷺ نے صحابہؓ کرام کو قبروں کی زیارت کرتے وقت کی یہ دعا سکھائی ہے، چنانچہ آپ ﷺ قبروں کی زیارت کے وقت یوں دعا کرتے تھے "اَلسَّلَامُ عَلٰی أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ" (۱) قبر والو! مومنوں اور مسلمانوں پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہم میں سے آگے پیچھے جانے والے سبھوں پر رحم فرمائے اور ان شاء اللہ ہم بھی آپ کے پیچھے آنے والے ہیں" وغیرہ مسنون دعائیں جو آپ ﷺ سے ثابت ہیں۔

جہاں تک کچھ لوگوں کا قبروں کے پاس جا کر اپنے لیے دعائیں کرنا یا فاتحہ خوانی کرنا یا نمازیں پڑھنا وغیرہ تو یہ تمام کام حرام ہیں اور بدعات کے ضمن میں آتے ہیں، جن میں سب سے زیادہ خطرناک امر یہ ہے کہ قبر والوں سے برکت طلب کی جائے، نفع حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے کے لیے ان کو پکارا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اس کے مالک ہیں جو کہ شرکِ اکبر ہے، اور یہ انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

ھ/ قبروں کی زیارت کے لیے رختِ سفر باندھنے کا حکم: قبروں کی زیارت کے لیے رختِ سفر باندھنا جائز نہیں خواہ جس کسی کی بھی قبر ہو بلکہ ایسا کرنا حرام ہے، ہاں صرف تین مسجدوں کے لیے رختِ سفر باندھنا جائز ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِيْ هٰذَا، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی" (۲) "صرف تین مسجدوں کے لیے رختِ سفر باندھا جائے گا مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ"

---

(۱) صحیح مسلم ۲/۶۷۱

(۲) صحیح بخاری ح ۱۱۸۹، صحیح مسلم ۲/۱۰۱۴

درقبروں کو بلند کرنے اور انہیں پختہ بنانے کا حکم: احادیثِ مبارکہ میں ممانعت کے باوجود لوگوں کے درمیان قبروں کو بلند کرنا، ان پر پتھر نصب کرنا، ان کو قبہ نما بنانا اور ان پر لکھنا عام ہو گیا ہے، جبکہ ان کی حرمت پر بے شمار احادیث دلالت کرتی ہیں جن میں سے:

۱۔ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ''لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارىٰ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ'' (۱) ''یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''

۲۔ حضرتِ جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل فرمایا ''أَلا إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ أَلا فَلا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَإِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ'' (۲) ''آگاہ ہو جاؤ تم سے پہلے والے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے تھے، آگاہ رہو قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا کیونکہ میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔''

۳۔ حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''إِنَّ مِنْ أَشْرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةَ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ'' (۳) ''بدترین لوگ وہ ہیں جن کی زندگی میں قیامت قائم ہو گی اور جو قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے ہیں''

نبی ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کرام کے طریقۂ زیارت اور آج کے اکثر لوگوں کی صورتحال کے درمیان موازنہ کرنے سے دونوں کے درمیان بہت زیادہ تضاد پایا جاتا ہے اور ان کے درمیان جمع کرنا

---

(۱) صحیح بخاری ح ۱۳۹۰، صحیح مسلم ۱/۳۷۶

(۲) صحیح مسلم ۱/۳۷۷-۳۷۸

(۳) مسند احمد ۱/۴۳۵ صحیح سند کے ساتھ۔

امرِ محال بن کر رہ گیا ہے مثال کے طور پر:

۱/ آپ ﷺ کا قبروں کی طرف نماز پڑھنے سے منع کرنا جبکہ یہ لوگ اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

۲/ آپ ﷺ کا قبروں کو مساجد بنانے سے منع کرنا جبکہ یہ لوگ قبروں پر مساجد بنا کر ان کو مزارات و مشاہد کا نام دیتے ہیں۔

۳/ آپ ﷺ کا قبروں کے پاس چراغاں کرنے سے منع کرنا جبکہ یہ لوگ وہاں چراغاں کرتے ہیں۔

۴/ آپ ﷺ کا قبروں کو میلہ گاہ بنانے سے منع کرنا جبکہ یہ لوگ وہاں میلے لگاتے ہیں اور وہاں جمع ہونے کے مواسم طے کرتے ہیں۔

۵/ آپ ﷺ کا قبروں کو برابر کرنے کا حکم دینا جبکہ یہ لوگ ان کو بلند کرتے ہیں۔

۶/ آپ ﷺ کا قبروں پر لکھنے سے منع کرنا جبکہ یہ لوگ ان پر لکھا کرتے ہیں۔

# مشقیں

س ۱/قبروں کی زیارت کا حکم دلیل ذکر کرتے ئے بیان کریں۔

----------------------------------------

----------------------------------------

س ۲/خواتین کے لیے قبروں کی زیارت کا کیا حکم ہے؟ اپنی بات دلیل کی روشنی میں واضح کریں۔

----------------------------------------

----------------------------------------

س ۳/زیارتِ قبر کی مشروعیت میں کیا حکمت ہے؟

----------------------------------------

----------------------------------------

س ۴/قبروں سے برکت طلب کرنے، ان کے پاس دعائیں کرنے اور نماز میں ان کی طرف رخ کرنے کا کیا حکم ہے؟

----------------------------------------

----------------------------------------

۵/کیا مزاروں اور درگاہوں کے لیے رختِ سفر باندھنا جائز ہے؟ دلیل کی روشنی میں واضح کریں۔

----------------------------------------

----------------------------------------

۶/قبروں پر عمارت تعمیر کرنے اوران پر مساجد بنانے کا کیا حکم ہے؟ دلیل کی روشنی میں جواب دیں۔

-----------------------------------------------

-----------------------------------------------

۷/موجودہ دور میں لوگوں کا قبروں پر لکھنے، انہیں پختہ بنانے، انہیں بلند وبالا کرنے اور وہاں چراغاں کرنے کو آپ ﷺ کے طریقۂ زیارت سے مقارنہ کرتے ہوئے دونوں کے درمیان پائے جانے والے تضاد کو بیان کریں۔

-----------------------------------------------

-----------------------------------------------

# فہرستِ موضوعات

دوسری سیکنڈری کلاس کے لئے


ایمان کے نواقض (ایمان کے منافی امور) ---------- ۳
کفر ---------- ۴
کفر کی تعریف ---------- ۴
کفر کی اقسام ---------- ۴
کفرِ اکبر کی اقسام ---------- ۴
پہلی قسم: کفرِ تکذیب ---------- ۴
دوسری قسم: کفرِ استکبار ---------- ۴
تیسری قسم: کفرِ شک ---------- ۵
چوتھی قسم: کفرِ اعراض ---------- ۶
پانچویں قسم: کفرِ نفاق ---------- ۶
کفرِ اصغر ---------- ۷
کفریہ الفاظ وافعال کی مثالیں ---------- ۹
أ/ کفریہ الفاظ کی مثالیں ---------- ۹
ب/ کفریہ افعال کی مثالیں ---------- ۱۰
کفرِ اکبر اور کفرِ اصغر میں فرق ---------- ۱۲
ارتداد کا معنی، اس کی قسمیں اور مرتد کے احکام ---------- ۱۴

ارتداد کا معنی ........................ ۱۴
ارتداد کی قسمیں ........................ ۱۴
ارتداد کے ثبوت کے بعد مرتد پر مرتب ہونے والے احکام ........................ ۱۵
نفاق ........................ ۱۸-۱۹
نفاق کی تعریف ........................ ۱۹
نفاق کی قسمیں ........................ ۲۰
(۱) نفاقِ اعتقادی اور اس کی قسمیں ........................ ۲۰
(۲) نفاقِ عملی ........................ ۲۰
نفاقِ اعتقادی اور عملی کی مثالیں ........................ ۲۰
نفاقِ اکبر اور نفاق اصغر میں فرق ........................ ۲۱
سماج ومعاشرہ اور انسانی زندگی پر نفاق کے برے اثرات ........................ ۲۲
شرک ........................ ۲۵-۲۶
شرک کی تعریف ........................ ۲۶
ہم شرک کا مبحث کیوں پڑھتے ہیں؟ ........................ ۲۶
شرک کے وقوع کا سبب ........................ ۲۷
کیا اس امت میں شرک پایا جاتا ہے؟ ........................ ۲۷
شرک کی قسمیں ........................ ۲۸
شرکِ اکبر ........................ ۲۸

شرک اصغر ........ ۲۸
(۱) شرک اکبر کا معنی ........ ۲۹
(۲) شرکِ اکبر کی قسمیں ........ ۲۹
(۱) دعا میں شرک ........ ۲۹
(۲) نیت و ارادہ اور قصد میں شرک ........ ۳۰
(۳) اطاعت میں شرک ........ ۳۱
(۴) محبت میں شرک ........ ۳۲
شرکِ اصغر اور اس کی اقسام ........ ۳۲
پہلی قسم: ظاہری شرک ........ ۳۳
دوسری قسم: شرک خفی ........ ۳۴
شرک اکبر اور شرک اصغر میں فرق ........ ۳۵
سماج ومعاشرہ اور انسانی زندگی پر شرک کے برے اثرات ........ ۳۵
**بعض اسلامی سماج ومعاشرہ میں موجودہ شرکیہ اعمال کی چند صورتیں** ........ ۳۹
تمہید ........ ۴۰
رقیہ (جھاڑ پھونک) ........ ۴۱
أ/ رقیہ کا معنی ........ ۴۱
ب/ رقیہ کی اقسام اور ہر قسم کا حکم ........ ۴۱
پہلی قسم: شرعی رقیہ (مشروع جھاڑ پھونک) ........ ۴۱

شرعی رقیہ کی شرطیں ---------- ۴۱
شرعی رقیہ کا طریقہ ---------- ۴۲
دوسری قسم: غیر شرعی رقیہ (ممنوع جھاڑ پھونک) ---------- ۴۲
تعویذ ---------- ۴۵
أ رتمیمہ کا معنی ---------- ۴۵
ب رتعویذ کی اقسام اور ہر قسم کا شرعی حکم ---------- ۴۵
پہلی قسم: ---------- ۴۵
دوسری قسم ---------- ۴۶
تعویذات کی وہ اقسام جن کو اسلام نے باطل ٹھہرا یا ہے ---------- ۴۷
ج رجھاڑ پھونک اور شرکیہ تعویذ کے تعلق سے مسلمانوں کا موقف ---------- ۴۷
مصیبت و پریشانی دور کرنے کے لیے کڑا پہننے اور دھاگا باندھنے کا حکم ---------- ۴۹
أ رحلقہ اور خیط کا معنی ---------- ۴۹
ب رکڑا پہننے اور دھاگا باندھنے کا حکم ---------- ۴۹
ج رغیر اللہ سے لو لگانے کے برے اثرات د رنفع ونقصان کا مالک اللہ تعالی ہی ہے ---------- ۴۹
شجر وحجر سے برکت حاصل کرنا ---------- ۵۲
أ رتبرک کا معنی ---------- ۵۲
ب رتبرک کا حکم ---------- ۵۲
ج ر نبی ﷺ کے آثار ونقوش سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تبرک کی حقیقت ---------- ۵۲

بدشگونی ۵۵

أ/طیرہ کا معنی ۵۵

ب/بدشگونی کا حکم ۵۵

ج/توکل بدشگونی کو دور کرتا ہے ۵٦

د/بدشگونی کا کفارہ ۵٦

ھ/بدشگونی کی حرمت کے اسباب ۵۷

علمِ غیب کا دعوی کرنا ۵۹

أ/غیب سے مراد ۵۹

ب/علمِ غیب کا دعوی کرنے کا حکم ۵۹

ج/علمِ غیب کا دعوی کرنے کی صورتیں ۵۹

جادو ٦۲

أ/جادو کی تعریف ٦۲

ب/جادو کا حکم ٦۲

ج/نشرہ ٦۳

نشرہ کی قسمیں اور ہر قسم کا حکم ٦۳

کہانت وعرافت ٦۵

أ/کہانت وعرافت کی تعریف ٦۵

ب/کہانت وعرافت کا حکم ٦۵

سماج ومعاشرہ اورانسانی زندگی پرکاہنوں، جادوگروں اورعرافوں کی خطرناکیاں ---------- ۶۶
د رجادو، کہانت اورعرافت کا شرک سے تعلق ---------- ۶۷
علمِ نجوم ---------- ۶۸
أ رتنجیم کی تعریف ---------- ۶۸
ب رنجومیوں اوران کے پاس جانے والوں کا حکم ---------- ۶۸
ج رشمس وقمر کے منازل سیکھنے کا حکم ---------- ۶۸
مزاروں اوردرگاہوں کی تعظیم اورنذرونیاز کے ذریعہ ان کی قربت ونزدیکی کا حصول ---- ۷۲
أ رأضرحۃ اورمزارات کے معانی ---------- ۷۲
ب رمزاروں اوردرگاہوں کی تعظیم کرنے اوران کی قربت ونزدیکی حاصل کرنے کا حکم ---------- ۷۲
ان بدعات کے چند خطرناک آثار ---------- ۷۴
قبروں کی زیارت ---------- ۷۷
أ رقبروں کی زیارت کا حکم ---------- ۷۷
ب رکیا قبروں کی زیارت کا استحباب مردوں کے ساتھ خاص ہے؟ ---------- ۷۷
ج رزیارت قبر کی مشروعیت کا سبب ---------- ۷۸
د رزیارت قبر کی دعا ---------- ۷۹
ھ رقبروں کی زیارت کے لیے رختِ سفر باندھنے کا حکم ---------- ۷۹
و رقبروں کو بلند کرنے اورانہیں پختہ بنانے کا حکم ---------- ۸۰
فہرستِ موضوعات ---------- ۸۴-۹۰

# صحیح اسلامی عقیدہ حصہ (۳)

## تیسری سیکنڈری کلاس کے لیے


تالیف : ماہراساتذۂ کرام کی ایک جماعت

ڈاکٹرابراھیم بن محمدابوعباۃ (رئیس ومشرف)　　ڈاکٹر صالح بن سعد السحیمی (استاذ مدینہ یونیورسٹی)

ڈاکٹر علی بن ناصرالفقیھی (استاذ مدینہ یونیورسٹی)　　ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن الخمیس (استاذ مدینہ یونیورسٹی)

ڈاکٹر سلیمان بن صالح الغصن (استاذ مدینہ یونیورسٹی)

نظرِ ثانی: (سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی وصیت کی بناء پر)

عزت مآب ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان (ممبر کبارِ علماء کمیٹی، سعودی عرب)

ترجمہ

کرم اللہ منصور بن عبدالرؤف مدنی

نظرِ ثانی: ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد　　عبدالخالق محمد صادق مدنی

عبدالرؤف بن عبدالحنان مدنی

زیرِ نگرانی

استاذ احمد عبداللہ الکندری

بسم الله الرحمن الرحيم

# (۱) توسل

أ۔توسل کا معنی : قربت ونزدیکی حاصل کرنا اور وسیلہ اس سبب کو کہتے ہیں جو مراد تک پہنچادے۔

توسل شرعی اصطلاح میں : اللہ تعالی کے پسندیدہ اعمال کے ذریعہ اس کی قربت ونزدیکی حاصل کرنا۔

ب۔قرآنِ کریم میں وسیلہ کا معنی: سلفِ صالحین کی تفسیروں کو بنظرِ غائر پڑھنے والا اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ توسل و وسیلہ کا معنی ہوتا ہے نیک اعمال کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرنا۔ وسیلہ کا ذکر قرآن کریم میں سورۃ مائدہ اور سورۃ اسراء کی دو آیتوں میں آیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (۱) ترجمہ ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور اس تک وسیلہ تلاش کرو، اور اس کی راہ میں جہاد کرو، تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو“ اور اللہ کا فرمان ہے ﴿ أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴾ (۲) ترجمہ ”جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ تو خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں، کہ کون اس کے زیادہ قریب ہوجائے، اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہیں، اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے ڈراجاتا ہے“

پہلی آیت میں مفسرین کے امام حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے ” اتَّقُوا اللّٰه “ کی تفسیر میں کہا ہے:

”اللہ تعالی نے جن چیزوں کے کرنے یا چھوڑنے کا حکم دیا ہے ان میں اس کی اطاعت وفرمانبرداری

---

(۱) المائدہ : ۳۵

(۲) الإسراء :۵۷

کرتے ہوئے اس کو قبول کرو" وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ " کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کو خوش کن اعمال کے ذریعہ اس کی قربت طلب کرو۔"

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت میں وسیلہ کا معنی "قربت و نزدیکی" نقل کیا ہے جو کہ عام مفسرین سے بھی منقول ہے۔

جہاں تک دوسری آیت کی بات ہے تو جلیل القدر صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سببِ نزول بیان کیا ہے، جس سے اس کے معنی کی وضاحت ہوتی ہے، آپ نے کہا" کچھ لوگ جنات کی عبادت و بندگی کرتے تھے تو یہ جنات اسلام لے آئے لیکن وہ لوگ پھر بھی ان کے پہلے والے دین کو مضبوطی سے پکڑے رہے۔"(۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے" جنات کی پرستش کرنے والے انکی عبادت و بندگی کرتے رہے جبکہ جنات اسلام لانے کی وجہ سے اس سے راضی نہ تھے کیونکہ وہ اپنے رب کی قربت و نزدیکی تلاش کرنے لگے تھے۔"

اس آیت کی تفسیر میں یہی صحیح ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس پر نص پیش کیا ہے۔

آیت اس بات پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ وسیلہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالی کی قربت و نزدیکی حاصل کی جائے، اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا "يَبْتَغُوْنَ" یعنی وہ ایسے نیک اعمال کی جستجو میں رہتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل ہو"

کسی بھی عالم نے دونوں آیتوں میں سے کسی بھی آیت میں وارد وسیلہ کے معنی کے بارے میں یہ نہیں کہا ہے کہ اس سے مقصود کسی مخلوق کی جاہ (قدرومنزلت) کے ذریعہ قربت و نزدیکی حاصل کرنا ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری کتاب التفسیر ۳۹۷/۸

ج/توسل کی اقسام: توسل کی دوقسمیں ہیں (۱) توسلِ شرعی (۲) توسل بدعی

پہلی قسم: توسل شرعی: کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ توسل شرعی کی تین قسمیں ہیں:

۱) اللہ تعالی کے اسماء وصفات کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرنا۔

۲) نیک اعمال کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرنا۔

۳) نیکوکار مسلم کی دعا کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرنا۔

مذکورہ بالا تینوں قسمیں دلائل کی روشنی میں پیشِ خدمت ہیں۔

(۱) اللہ تعالی کے اسماء وصفات کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرنا: مسلم اپنی دعا میں یوں کہے "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ أَنْ تُعَافِيَنِيْ" "اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں یہ گواہی دیتے ہوئے کہ تو رحمٰن ورحیم ہے، تو مجھے عافیت عطافرما" یایوں کہے "اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَرْحَمَنِيْ وَتَغْفِرَلِيْ" "اللہ میں تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں جو ہر چیز کو عام ہے تو مجھ پر رحم فرما اور مجھے معاف کردے" یا اسی طرح کی دعا اللہ تعالی کے دیگر اسماء حسنی اور صفات علیا کے ذریعہ کرے، جس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿ وَلِلّٰهِ الأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوْا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أَسْمَآئِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾(۱) ترجمہ "اوراللہ کے بہت ہی اچھے نام ہیں، پس تم لوگ اسے انہی ناموں کے ذریعہ پکارو اوران لوگوں سے برطرف ہوجاؤ جو اس کے ناموں کو بگاڑتے ہیں (اس کے غلط معنی بیان کرتے ہیں) اورانہیں عنقریب ان کے کئے کی سزادی جائے گی"

---

(۱) الأعراف : ۱۸۰

سنت سے اس کی دلیل دعاءِ استخارہ میں نبی پاک ﷺ کا یہ فرمانا ''اللّٰھُمَّ إنّی أستَخِیرُکَ بِعِلْمِکَ وَ أستَقْدِرُکَ بِقُدرَتِکَ وَأسألُکَ مِنْ فَضلِکَ الْعَظِیمِ ''(۱) ''اللہ میں تمہارے علم کے ذریعہ بھلائی کا خواستگار ہوں، تمہاری قدرت کے ذریعہ قدرت طلب کرتا ہوں اور تمہارے عظیم فضل کا طلبگار ہوں''

(۲) نیک اعمال کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرنا: ایسے نیک اعمال کے ذریعہ جن میں اعمال کی قبولیت کی شرطیں پائی جائیں اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرنا یعنی ان اعمال میں خلوص وللّٰہیت کا پایا جانا اور اُن کا اللہ کی شریعت کے موافق ہونا جیسے کوئی دعا کرنے والا یوں کہے ''اللّٰھُمَّ بِإیْمَانِیْ بِکَ وَ مُحَبَّتِیْ لَکَ وَاتِّبَاعِیْ لِرَسُوْلِکَ اغْفِرْلِی'' ''اللہ تو مجھے میرے ایمان لانے، تجھ سے محبت کرنے اور تمہارے رسول کی پیروی کرنے کی وجہ سے معاف کردے'' ان کے علاوہ اور دیگر مشروع ومسنون دعائیں۔

قرآن کریم سے اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾ (۲) ترجمہ ''اے ہمارے رب! تونے جو نازل فرمایا، اس پر ہم ایمان لے آئے، اور تیرے رسول کی اتباع کی، پس تو ہمیں حق کی شہادت دینے والوں میں لکھ دے''

سنت سے اس کی دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، جس میں ان تین آدمیوں کا ذکر ہے جو غار میں پناہ لیے تھے اور چٹان گرنے کی وجہ سے غار کا منہ بند ہوگیا تھا، تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے نیک اعمال کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کیا تھا، پہلے نے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے ذریعہ، دوسرے نے اسباب پائے جانے کے باوجود گناہوں سے باز رہنے کے ذریعہ اور تیسرے نے لوگوں کو ان کے حقوق واپس کرنے اور اپنی امانتداری کے ذریعہ۔(۳)

---

(۱) صحیح بخاری :۲۸/۳ کتاب التہجد (۲) آل عمران :۵۳

(۳) صحیح بخاری ۳۶۹/۴ـ۳۷۰ ، صحیح مسلم حدیث رقم ۲۷۴۳

(۳) نیکوکار مسلم کی دعا کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرنا: بطور مثال جب کوئی مسلمان سخت تنگی کا شکار ہو جائے تو نیکی و بھلائی اور تقوی میں معروف و مشہور کسی مسلمان کے پاس جائے اور اس سے یہ درخواست کرے کہ وہ اس کے لیے اللہ تعالی سے دعاء خیر کرے۔

واضح رہے کہ جس کی دعا کے ذریعہ وسیلہ پکڑا جارہا ہے وہ مسلمان، نیکوکار، اور دعا پر قادر ہو اور اس پر کسی طرح کی اجرت نہ لے، جس کا ثبوت سنت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ملتا ہے۔

سنت سے دلیل: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں اس اعرابی کا قصہ مذکور ہے جو بروز جمعہ مسجد میں داخل ہوا جبکہ آپ ﷺ منبر پر خطبہ فرمارہے تھے تو اس نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اللہ سے ان کے لیے بارش کی دعا کریں تاکہ اللہ تعالی قحط سالی کے بعد ان پر بارش نازل فرمائے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر ان کے لیے بارش کی دعا کی پھر بارش ہوئی۔(۱)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے اس کا ثبوت: حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی تھی۔(۲)

دوسری قسم/توسل بدعی: مذکورہ بیانات سے مشروع توسل اور ان کے دلائل کو ہم نے جانا اور اب یہاں ان کے علاوہ دیگر توسل کو ذکر کیا جارہا ہے تاکہ ان کو بھی جان لیں جیسے کسی کے حق کے ذریعہ یا جاہ کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا جو کہ توسل بدعی اور شرک کے وسائل میں سے ہے، جس کی حجیت پر کتاب اللہ اور سنتِ رسول سے کوئی دلیل نہیں اور نہ صحابہ و تابعین ہی میں سے کسی سے ثابت ہے، ان بدعی توسلات کے بطلان کے لئے اتنا ہی ذکر کردینا کافی ہے۔

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھئے صحیح بخاری ۲/۵۰۱، صحیح مسلم ۲/۶۱۲ (۲) صحیح بخاری ۲/۱۵، ۴/۲۰۹، استسقی کا معنی: یعنی حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بارش طلب کرنے کی درخواست کی، چنانچہ کہا! آپ دعا کریں۔

# توسل کے بارے میں شبہات اوران کا رد

کسی کی ذات یا جاہ سے وسیلہ پکڑنے والے کچھ ایسے دلائل سے استدلال کرتے ہیں جو دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو صحیح نصوص میں تحریف وتاویل کرکے ان کو ایسے معانی ومفاہیم پر محمول کرتے ہیں جو صحیح نہیں، یا تو ضعیف وموضوع حدیثوں کا سہارا لیتے ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، جن کی قدر تفصیل ملاحظہ فرمائیں

ا۔ پہلا شبہ: وہ نصوص ہیں جن سے وہ ایسا مفہوم اخذ کرتے ہیں جس پر وہ دلالت نہیں کرتے، اس سلسلے میں دو احادیث زیادہ مشہور ہیں۔

پہلی حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں روایت کیا ہے ''جب لوگ قحط سالی کا شکار ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ اپنے دور مسعود میں۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے بارش کے لیے دعا کراتے اور پھر یہ فرماتے ''اَللّٰھُمَّ إنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إلَيْکَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإنَّا نَتَوَسَّلُ إلَيْکَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا،قَالَ : فَيُسْقَوْنَ'' (۱) ''اللہ! ہم تمہارے نبی کے ذریعہ تمہاری طرف وسیلہ تلاش کرتے تھے پھر تو ہم پر بارش نازل کرتا تھا اور اب ہم تمہارے نبی کے چچا کے ذریعہ تمہاری طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں اس لیے تو ہم پر بارش نازل فرما'' راوی کا کہنا ہے کہ پھر وہ سیراب کیے جاتے تھے۔''

اس حدیث سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ وسیلہ تلاش کرنا اللہ کے نزدیک ان کی جاہ وحشمت کی بناء پر تھا، وسیلہ تلاش کرتے وقت صرف عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی دعا میں ذکر کرنے کا مقصود تھا کہ اللہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ان کو سیراب کردے جس کو

---

(۱) صحیح بخاری : الاستسقاء ۲/۴۹۴، وفضائل اصحاب النبی ﷺ ۷/۷۷

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تسلیم کیا۔ چنانچہ ایسے لوگ اپنے باطل گمان کے مطابق نیکو کار حضرات اوران کی ذات وجاہ سے وسیلہ پکڑنے کے جواز کا دعوی کرتے ہیں۔

یہ استدلال پانچ وجوہات کی بناء پر مردود ہے:۱۔ اگر ذات یا جاہ کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا مشروع ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ترین ہستی نبی ﷺ سے وسیلہ پکڑتے۔ جن کی عظمت وجاہ وفات کے بعد بھی برقرار ہے۔ کی بجائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے وسیلہ نہیں پکڑتے جو کہ آپ ﷺ سے فضل وجاہ میں بہت زیادہ کم تر تھے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ان کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا آپ ﷺ کی زندگی میں جائز تھا، اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آپ ﷺ کی جاہ وذات کا وسیلہ جائز نہیں نہ تو آپ کی زندگی میں اور نہ ہی وفات کے بعد۔

۲۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب انسان کو کوئی سخت ضرورت پڑتی ہے تو سب سے عظیم ترین وسیلہ کی تلاش کرتا ہے جو اس کو منزلِ مقصود تک پہنچادے، چنانچہ اگر آپ ﷺ کے ذریعہ موت کے بعد بھی وسیلہ تلاش کرنا مشروع ہوتا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو کیسے چھوڑ دیتے؟ جبکہ وہ قحط سالی اور فاقے کے شکار تھے یہاں تک کہ اس سال کا نام عام رمادہ۔ راکھ کا سال۔ (ہلاکت وتباہی کا سال) رکھ دیا گیا تھا۔

۳۔ حدیث کے الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کے لیے دعائیں کرانا ایک سے زیادہ مرتبہ تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس قول کی بنیاد پر ”جب بھی قحط سالی کا شکار ہوتے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی دعا کے ذریعہ بارش طلب کرتے تھے“

۴۔ توسل بدعی کو جائز قرار دینے والے اس سے منع کرنے والوں کے ساتھ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے قول ”كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا“ اور اسی طرح ”نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا“ میں مضاف محذوف ہے، مخالفین کہتے ہیں ”بِجَاهِ نَبِيِّنَا اور بِجَاهِ عَمِّ نَبِيِّنَا محذوف ہے، جبکہ اس سے منع کرنے

والے " بِدُعَاءِ نَبِیِّنَا اور بِدُعَاءِ عَمِّ نَبِیِّنَا کو محذوف مانتے ہیں۔

اس سلسلے میں مضاف کو مقدر ماننے کے لیے مرجع سنت اور قصہ کا سیاق وسباق ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے گھروں میں بیٹھے نہیں رہے اور نہ یہ کہتے رہے کہ اللہ! ہم تمہاری طرف تمہارے نبی کے چچا کے ذریعہ وسیلہ پکڑ رہے ہیں بلکہ عیدگاہ کی طرف نکلے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لائے اور پھر ان سے کہا کہ ان کے لئے دعا (۱) کریں۔

جس سے یہ واضح ہوا کہ مقام دعا کا تھا اور اگر ذات یا جاہ کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے کا مقام ہوتا تو ان کے لیے زیادہ مناسب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر پکڑ لیتے کیونکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی جاہ (مقام ومرتبہ) برقرار ہے۔

۵۔ اس طرح کے عمل کا ثبوت کچھ دیگر صحابہ کرام سے بھی ملتا ہے جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نیکی وبزرگی میں مشہور ومعروف تابعی حضرت یزید بن اسود رحمہ اللہ سے (قحط سالی کے وقت) بارش کے لیے دعا کرانا۔

---

(۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری ۲/۴۹۷ میں زبیر بن بکار سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دعا نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بارش کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی، تو انہوں نے یہ دعا کی تھی "اللہ! گناہ ہی کی وجہ سے مصیبت وپریشانی نازل ہوتی ہے جو پھر توبہ کے ذریعہ دور ہوجاتی ہے اور اب جبکہ پوری قوم مجھے لے کر تیری طرف متوجہ ہیں، میرا تمہارے نبی کے پاس مقام ومرتبہ ہونے کی وجہ سے، ہمارے ہاتھ گناہوں سے پر اور ہماری پیشانیاں توبہ کی خواستگار ہیں، اس لیے ہمیں سیراب کر" چنانچہ آسمان نے پہاڑوں کی طرح بادل لٹکا دیئے یہاں تک کہ زمین سرسبز وشاداب ہوگئی اور لوگ معمول کے مطابق زندگی گزارنے لگے۔ (الأنساب کا کامل نسخہ مطبوع نہیں ہے اور نہ ہی مطبوع نسخے میں یہ اثر مجھے مل سکا، البتہ ابن عساکر نے تاریخ دمشق ۲۶/۳۴۴ میں اور دینوری نے المجالسۃ وجواھر العلم رقم ۷۳۸ میں روایت کیا ہے لیکن دونوں کی سندیں قابل اعتبار نہیں ہیں) (مترجم)

دوسری حدیث: وہ حدیث جس کو امام احمد و ترمذی وغیرہما نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک نابینا صحابی آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: آپ ﷺ اللہ سے دعا کریں کہ مجھے عافیت دے'' آپ نے فرمایا ''إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ لَکَ ، وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَکَ ، فَقَالَ : ادْعُهُ ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَّتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ فَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ : اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُکَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْکَ بِنَبِيِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ .يَا مُحَمَّدُ إِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِکَ إِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهِ فَتُقْضٰى لِيْ ، اللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ وَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ '' قَالَ: فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَبَرَأَ''(۱) ''اگر چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں اور اگر صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، تو انہوں نے کہا کہ دعا کریں، پھر آپ ﷺ نے ان کو اچھی طرح وضو کرنے، دو رکعت نماز پڑھنے اور یہ دعا کرنے کا حکم دیا۔ اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ نبی رحمت کے (کی دعا) توسط سے تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے آپ ﷺ کے واسطے اپنے رب کا قصد کرتا ہوں، تا کہ آپ ﷺ کی دعا سے میری ضرورت پوری کی جائے۔ اے اللہ! ان کی سفارش میرے حق میں اور میری سفارش ان کے حق میں قبول فرما'' راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے ایسا کیا، چنانچہ ان کو شفایابی مل گئی''

ذات سے وسیلہ پکڑنے والوں کا یہ کہنا ہے کہ یہ حدیث نبی ﷺ یا آپ ﷺ کے علاوہ نیکوکار لوگوں کی جاہ سے وسیلہ پکڑنے کے جواز پر دلیل ہے، کیونکہ نابینا صحابی نے آپ ﷺ کی جاہ سے وسیلہ پکڑا چنانچہ وہ شفایاب ہو گئے۔ جبکہ یہ استدلال صحیح نہیں ہے بلکہ مشروع توسل کی قسموں میں سے یہ تیسری قسم ہے کہ نیک و صالح آدمی کی دعا کے ذریعہ وسیلہ تلاش کیا جائے۔

---

(۱) مسند احمد ۱۳۸/۴، سنن ترمذی ۲۸۱/۴-۲۸۲ صحیح سند کے ساتھ۔

حدیث سے ان کے استدلال کا جواب یوں دیا جائے گا:

(۱) نابینا صحابی آپ ﷺ کے پاس آئے تا کہ آپ ﷺ ان کے لیے دعا کریں جیسا کہ ان کا قول ہے ''اُدْعُ اللّٰہَ أنْ یُّعَافِیَنِی''تو گویا انہوں نے آپ ﷺ کی دعا کے ذریعہ اللہ تعالی کی طرف وسیلہ پکڑا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ کی دعا کو غیروں کے بہ نسبت اللہ کے نزدیک زیادہ شرفِ قبولیت حاصل ہے اور اگر آپ ﷺ کی ذات یا جاہ کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا جائز ہوتا تو ان کے لیے زیادہ مناسب تھا کہ اپنے گھر میں پڑے رہتے اور آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑتے ،لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے دعا کرنے کی درخواست کی۔

(۲) نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا کرنے کا وعدہ کیا ساتھ ہی ان کو یہ بھی بتایا کہ اس سے افضل کیا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ان سے کہا تھا''اگر چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں اور اگر چاہو تو صبر کرو جو تمہارے لیے بہتر ہے لیکن انہوں نے دعا کرنے پر اصرار کیا۔

(۳) آپ ﷺ نے افضل راستہ کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی، جو کہ نیک عمل اور دعا کے درمیان جمع کرنے سے متعلق تھا اور وہ اس طرح کہ آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وضو کریں، نماز پڑھیں اور پھر دعا کریں۔

(۴) وہ دعا جو رسول اللہ ﷺ نے ان کو سکھلائی تھی اس میں یہ ہے کہ''اللہ ان کو میرے لئے شفاعت کرنے والا بنا''(ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما) جس کو ذات یا جاہ یا حق سے وسیلہ پکڑنے پر محمول کرنا مستحیل ہے، کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما یعنی ان کی دعا میرے بارے میں قبول فرماتے ہوئے میری بینائی لوٹا دے،شفاعت کے معانی میں سے دعا بھی ہے۔

(۵) نبی ﷺ نے نابینا صحابی کو جو کچھ سکھلایا اس میں یہ تھا''وَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ''میری شفاعت قبول فرما یعنی آپ ﷺ کی شفاعت کے قبول ہونے کے لیے میری دعا قبول فرما جو میری بینائی لوٹانے کے بارے

میں ہے۔

(٦) علماء کرام نے اس حدیث کو آپ ﷺ کے معجزات اور مقبول دعاؤں کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی دعاؤں کی برکت سے طرح طرح کی بیماریوں و پریشانیوں سے صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کو شفایابی عطا فرمائی، چنانچہ آپ ﷺ کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالی نے اس نابینا صحابی کی بینائی لوٹا دی، اسی لیے امام بیہقی وغیرہ نے اس حدیث کو دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔

ب/دوسرا شبہہ: جاہ سے وسیلہ پکڑنے والوں نے ذات سے وسیلہ کے جواز پر ضعیف یا موضوع احادیث کے ذریعہ استدلال کیا ہے، جس کے ناقابلِ قبول ہونے کے لیے اُن کا ضعیف یا موضوع ہونا ہی کافی ہے جن میں سے چند کا ذکر ان کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اختصار کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔

(١) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ’’اللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِینَ عَلَیْکَ‘‘(١) ’’اللہ! میں تجھ سے سوال کرنے والوں کے حق کے توسط سے سوال کرتا ہوں‘‘

(٢) امام حاکم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے ’’لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِیْئَۃَ قَالَ: ''یَا رَبِّ، أَسْأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لِمَا غَفَرْتَ لِیْ. فَقَالَ: یَا آدَمُ، کَیْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّداً وَلَمْ أَخْلُقْہُ؟ قَالَ: یَارَبِّ، لَمَّا خَلَقْتَنِیْ بِیَدِکَ، وَنَفَخْتَ فِیَّ رُوْحِیْ مِنْ رُوْحِکَ، وَرَفَعْتُ رَأْسِیْ فَرَأَیْتُ عَلٰی قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَکْتُوْباً: لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، فَعَلِمْتُ أَنَّکَ لَمْ تُضِفْ إِلٰی اسْمِکَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَیْکَ‘‘(٢) ’’جب آدم علیہ السلام نے غلطی کا ارتکاب کیا، کہا میرے رب محمد کے حق کے ذریعہ میں

---

(١) مسند احمد ٢١/٣ اور سنن ابن ماجہ ٢٥٦/١ نے اسے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور اس کے ضعف کی علت عطیہ عوفی ہے۔

(٢) حاکم نے مستدرک ٦١٥/٢ میں اسے روایت کیا ہے، جو کہ موضوع ہے جس کی صراحت امام ذھبی وغیرہ نے کی ہے۔

تجھ سے مغفرت کی درخواست کرتا ہوں، اللہ نے کہا: آدم تم نے محمد کو کیسے جانا جبکہ میں نے ان کو پیدا ابھی نہیں کیا؟ آدم علیہ السلام نے کہا: رب جب تو نے اپنے ہاتھوں میری تخلیق کی، مجھ میں اپنی روح پھونکی اور میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پایے پر لکھا ہوا پایا، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو میں نے جان لیا کہ تم نے اپنے نام کی طرف اپنے محبوب ترین مخلوق کی ہی نسبت کی ہے۔"

(۳) ان کا قول ہے "تَوَسَّلُوا بِجَاهِيْ فَإِنَّ جَاهِيْ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمٌ" "میری جاہ سے وسیلہ پکڑو کیونکہ میری جاہ اللہ کے نزدیک عظیم ہے" یہ حدیث موضوع ہے جس کی حدیث کی کتابوں میں کوئی اصل نہیں بلکہ بدعتی اور قبوری حضرات کی کتابوں میں اس کا ذکر ملتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کی جاہ عظیم ہے بلکہ آپ ﷺ تمام جہاں والوں سے افضل ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا "أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَم وَلَا فَخَرَ" (۱) "میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں لیکن کوئی فخر نہیں"

اس کے باوجود اس قسم کا وسیلہ مشروع نہیں جو اس کے باطل ہونے پر واضح دلیل ہے۔

---

(۱) سنن ترمذی مناقب ۵۸۷/۵، یہ حدیث صحیح ہے، جسے علامہ البانی نے صحیح ترمذی میں صحیح کہا ہے۔

# مشقیں

س۱/توسل اور وسیلہ کے کیا معنی ہیں؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۲/قرآنِ کریم میں لفظِ وسیلہ کئی مرتبہ وارد ہوا ہے؟اس سلسلے میں وارد شدہ آیتوں کا ذکر وسیلہ کا معنی جیسا کہ آپنے پڑھا ہے بیان کرتے ہوئے کریں؟۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۳/توسل شرعی اور توسل بدعی میں کیا فرق ہے؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۴/توسل شرعی کی کتنی قسمیں ہیں ہر قسم کی دو دو دلیل ذکر کریں؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۵/نیکو کار لوگوں کی جاہ یا حق سے وسیلہ پکڑنے کا کیا حکم ہے؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۶/توسل بدعی کے قائلین حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ سے استسقاء کرانے سے استدلال کرتے ہیں، اس استدلال کی صحت کہاں تک درست ہے؟ آپ نے اس سلسلے میں جو کچھ پڑھا ہے اس کی روشنی میں لکھیں۔

---

---

س۷/کچھ لوگ نابینا صحابی کی حدیث سے جاہ سے وسیلہ پکڑنے کے جواز پر استدلال کرتے ہیں جو آپ ﷺ کے پاس آئے تھے اور جنہوں نے آپ ﷺ سے بیماری سے شفایابی کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی تھی کیا یہ استدلال صحیح ہے؟ اور آپ اس حدیث کا جواب کیسے دیں گے؟

---

---

س۸/"تَوَسَّلُوا بِجَاهِيْ فَإِنَّ جَاهِيْ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمٌ" یہ حدیث کہاں تک صحیح ہے؟

---

---

س۹/توسل اور عقیدہ کے دیگر ابواب میں ضعیف احادیث سے استدلال کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس کی دو مثالیں ان کے ضعف کی وضاحت کرتے ہوئے ذکر کریں؟

---

---

## ۲ر غلو اور اس کی خطرناکیاں

تمہید: اللہ تعالی نے دین اسلام کو تمام ادیان وملل کے درمیان متوسط دین بنایا ہے جیسا کہ اس امت کو ساری امتوں کے مابین معتدل امت بنایا ہے جس میں نہ تو افراط (زیادتی) ہے اور نہ تفریط (کمی) اور نہ مبالغہ آرائی ہے اور نہ ہی کسی کی حق تلفی۔

غلو کی تعریف: قولی، فعلی یا اعتقادی کسی طرح بھی اللہ کی طرف سے مقرر کردہ شرعی حدود سے آگے بڑھ جانا۔

دنیا میں شرک کا سبب غلو ہے: غلو بنی آدم کے درمیان شرک کے آغاز کا سب سے پہلا سبب ہے، آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر دس صدی بعد تک سارے کے سارے لوگ ایک اللہ کی عبادت و بندگی یکسو ہو کر کرتے رہے پھر شیاطین نے ان کو بہکایا چنانچہ وہ نیکوکار لوگوں کے بارے میں غلو کرنے لگے اور ان کی مورتیاں بناڈالی پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی عبادت و بندگی میں لگ گئے اور یہ گمان کر بیٹھے کہ یہ لوگ انہیں اللہ سے قریب کردیں گے، جن کی اصلاح کے لیے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آخری نبی حضرت محمد ﷺ تک اللہ تعالی رسولوں کو بھیجتا رہا جو ان کو بشارتیں سناتے، اللہ کے عذاب سے ڈراتے، اللہ کی توحید کی طرف بلاتے اور غلو سے دور رہنے کی تلقین کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ کے فرمان ﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾(۱) ترجمہ ''اور کہا ہے کہ لوگو! تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو، اور تم ''ودّ'' کو نہ چھوڑو، اور نہ ''سواع'' اور نہ ''یغوث'' اور ''یعوق'' اور ''نسر'' کو'' کی تفسیر میں کہا ہے:

---

(۱) نوح :۲۳

”☆هٰذِهِ أسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامِ لَمَّا مَاتُوْأَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلٰى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوْا إِلٰى مَجَالِسِهِمِ الَّتِيْ كَانُوْا يَجْلِسُوْنَهَا أَنْصَاباًوَلَمْ تُعْبَدْ حَتّٰى إِذَا طَالَ بِهِمِ الْأَمْرُ وَنَسِيَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ “(۱) ”یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیکوکارلوگوں کے نام ہیں، جب وہ مرگئے تو شیطان نے ان کی قوم سے کہا: ان لوگوں کی اٹھنے بیٹھنے کی جگہیں ان کی مورتیاں نصب کرلو، جن کی اس وقت عبادت نہیں کی گئی یہاں تک کہ وقت گزرتا گیا اور لوگوں کو اس کی حقیقت کا علم نہ رہا، پھر ان کی عبادت و بندگی کی جانے لگی۔“

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب ان لوگوں نے مورتیاں بنائیں تو ایسا ان کی پیروی کرنے کے لیے کیا تھا تا کہ ان کی تصویریں دیکھ دیکھ کر ان کی اقتداء کیا کریں گے لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، علماء جاتے رہے اور جہالت پھیلتی رہی، تو آنے والی نسل نیک لوگوں کی تصویریں نصب کرنے کی حقیقت سے غافل ہوتی گئی اور وقت گزرنے کے ساتھ ان کو یہ بھی معلوم نہ رہا کہ یہ تصویریں یاددہانی کے لیے نصب کی گئی تھیں، پھر شیطان ان کے پاس آیا اور انہیں ان کی عبادت کرنے پر ورغلایا اور یہ بھی کہا کہ تم سے پہلے والے ان کی عبادت و بندگی کیا کرتے تھے۔

یہ نام جو نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پائے گئے ہوبہو نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے عربوں کے یہاں زمانۂ جاہلیت میں پائے گئے تھے۔

غلو کی مثالیں: تعریف وستائش میں حد سے تجاوز کرنا (آگے بڑھ جانا) کبھی کبھار عبادت و بندگی کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے، دین میں زیادتی، تکلف، حد سے زیادہ گہرائی وگیرائی اور نفس پر زیادہ سختی و مبالغہ آرائی جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا ہے، جیسے خوارج کا فعل، غالی صوفیوں کا مباح چیزوں کو چھوڑنا، لوگوں سے

---

(۱) صحیح البخاری مع الفتح ۸/۶۶۷ ☆ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے نہ کہ نبی ﷺ کا جبکہ اصل کتاب میں اس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کی گئی ہے۔ (مترجم)

دور رہنا اور تنہائیوں میں زندگی گزارنا، اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنا، پے در پے روزے رکھنا وغیرہ یہ سارے کے سارے غلو کی اشکال میں سے ہیں جن کو بہت سارے لوگ سرانجام دیتے ہیں جو کہ دین میں زیادتی، اللہ پر بلا علم بہتان تراشی اور شریعت سازی کرنا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے۔

غلو کی حرمت پر دلائل: اللہ تعالی نے غلو سے ڈرایا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُم﴾ (۱) ترجمہ ’’ اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو‘‘

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ ‘‘(۲) ’’غلو سے بچو کیونکہ غلو ہی نے تم سے پہلی امتوں کو تباہ و برباد کیا‘‘

غلو کا حکم: غلو حرام ہے بلکہ یہ شرک کے اسباب میں سے ایک سبب ہے جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بخاری میں مروی اس اثر سے بھی جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ غلو سے بچیں، اس کے اسباب سے دور رہیں، رسول اللہ ﷺ کے طریقۂ کار کو اپنائیں جیسا کہ سلفِ صالحین رحمہم اللہ کا منہج رہا ہے، اور اسی طرح ہر اس چیز سے دوری واجب ہے جو غلو تک پہنچائے۔

---

(۱) النساء : ۱۷۱

(۲) صحیح البخاری مع الفتح ۱۳/۲۷۵ باب ما یکرہ فی الغلو فی الدین

# مشقیں

س ۱رغلو کی تعریف کریں۔

---

---

س ۲ردنیا میں شرک کا آغاز کیسے ہوا؟ دلیل کی روشنی میں لکھیں۔

---

---

س ۳رغلو کی حرمت پر دو دلیلیں ایک قرآن سے اور دوسری حدیث سے پیش کریں۔

---

---

س ۴رغلو کا کیا حکم ہے؟ کتاب وسنت سے دلیل کی روشنی میں لکھیں۔

---

---

س ۵راللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُم﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کیا کہا ہے؟ اور ہم اس سے کیا سمجھتے ہیں؟

---

---

س ٦/ دین میں اور مباح چیزوں میں غلو کی مثال بیان کریں۔

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س ٧/ غلو کے تعلق سے مسلمانوں پر کیا واجب ہے؟

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

# اسلام میں ولی اور ولایت

ولایت کی تعریف: ولایت محبت ونصرت کو کہتے ہیں، اس کا اطلاق رقابت (نگہبانی) پر بھی ہوتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾ (۱) ترجمہ "اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتی، آپ برائی کو بطریق احسن ٹال دیجیے، تو (آپ دیکھیں گے کہ) آپ اور جس آدمی کے درمیان عداوت ہے، وہ آپ کا گہرا دوست بن جائے گا"

وَلایت: واو کے فتحہ کے ساتھ حمایت ومدد کے لیے استعمال ہوتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (۲) ترجمہ "اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں"

کبھی اس سے مراد ایمان ہوتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا﴾ (۳) ترجمہ "یہاں یہ بات ثابت ہوگئی کہ مدد کرنا اللہ برحق کا کام ہے، وہ بدلہ اور انجام کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے"

چنانچہ سارے کے سارے مومنین اللہ کے اولیاء ہیں جبکہ کفار شیاطین کے اولیاء ہیں اور شیطان ان کا ولی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (۴)

---

(۱) فصلت : ۳۴

(۲) التوبة : ۷۱

(۳) الکہف : ۴۴

(۴) البقرة : ۲۵۷

ترجمہ ''اللہ ایمان والوں کا دوست ہے، وہ انہیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر نورِ ایمان تک پہنچاتا ہے، اور کفر کرنے والوں کا دوست طاغوت ہے، جو انہیں نورِ ایمان سے محروم کر کے ظلمتِ کفر تک پہنچا دیتا ہے، وہی لوگ جہنم والے ہیں، اس میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے''

ولایت کسی انسان کے ساتھ خاص نہیں: ولایت کسی انسان کے ساتھ خاص نہیں جیسا کہ کچھ لوگوں کا گمان ہے، اور نہ ولی ہی صرف خوارقِ عادت امور سے نوازا جاتا ہے بلکہ ولایت ایمان کے مرادف ہے جیسا کہ ہم نے واضح کیا، چنانچہ ولی وہی ہے جو مومن ہے اور ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے جیسا کہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور ایسے ہی ولایت کا بھی معاملہ ہے۔

اولیاء کے اوصاف: اللہ تعالی نے اولیاء کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿أَلا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ، الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُونَ، لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ ﴾(۱) ترجمہ ''آگاہ رہو! بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف لاحق ہوگا نہ کوئی غم، جو لوگ ایمان لائے تھے اور اللہ سے ڈرتے تھے، ان کے لئے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی''

اور یوسف علیہ السلام کی حکایت نقل کرتے ہوئے کہا ﴿ أَنتَ وَلِيِّيْ فِيْ الدُّنُيَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِماً وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ ﴾(۲) ترجمہ ''دنیا و آخرت میں تو ہی میرا یار و مددگار رہے، تو مجھے بحیثیت مسلمان دنیا سے اٹھا، اور نیک لوگوں سے ملا دے'' اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿إِنَّ وَلِيِّـيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ ﴾(۳) ترجمہ ''بے شک میرا یار و مددگار وہ اللہ ہے جس نے قرآن نازل کیا ہے، اور وہ نیک لوگوں کا ہمیشہ ہی یار و مددگار رہتا ہے۔''

---

(۱) یونس : ۶۲-۶۴ (۲) یوسف : ۱۰۱

(۳) الأعراف : ۱۹۶

# مشقیں

س۱/ولایت کی تعریف کریں اور ولی کسے کہتے ہیں؟

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

س۲/ولایت اور ایمان میں کیا فرق ہے؟

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

س۳/کیا ولایت کسی انسان کے ساتھ خاص ہے؟

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

س۴/اولیاء کے اوصاف و علامات کیا کیا ہیں؟

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

س۵/کیا اولیاء انبیاء سے افضل ہیں؟

-------------------------------------------------

-------------------------------------------------

س۶/مومنوں کا ولی کون ہے اور کافروں کے اولیاء کون ہیں؟

-------------------------------------------------

# (۴) شفاعت

شفاعت کی تعریف: شفاعت شفع سے ماخوذ ہے جس کا اطلاق جوڑا پر ہوتا ہے اور یہ ایک کی ضد ہے۔
شفاعت کا معنی ہے ''دوسروں کے لیے خیر و بھلائی طلب کرنا''
شفاعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) مثبت شفاعت (۲) منفی شفاعت

منفی شفاعت: جو غیر اللہ سے طلب کی جاتی ہے ان چیزوں میں جس کی طاقت اللہ کے علاوہ کوئی نہیں رکھتا ہے جیسے وہ شفاعتیں جو قبروں میں پڑے مردوں سے طلب کی جاتی ہیں اور یہ اعتقاد رکھا جاتا ہے کہ وہ ہماری پکاریں سنتے ہیں جیسا کہ کفار و مشرکین، بتوں، مورتیوں کے پرستار اور قبروں کے پجاریوں کا حال ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا﴾ (۱) ترجمہ ''آپ کہہ دیجئے کہ ہر سفارش صرف اللہ کے لئے ہے'' اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (۲) ترجمہ ''اور اللہ کے سوا جن جھوٹے معبودوں کو یہ مشرکین پکارتے ہیں، ان کو شفاعت کا کوئی اختیار نہ ہوگا، ہاں! جن لوگوں نے حق (یعنی توحید) کو جان کر اس کی گواہی دی (ان کو شفاعت کی اجازت ملے گی)

مثبت شفاعت اور اس کی شرطیں: مثبت شفاعت وہ ہے جو صرف اللہ تعالی سے طلب کی جاتی ہے، اور یہ دو شرطوں کے ساتھ صحیح ہے۔
(۱) اللہ کا شفاعت کرنے والوں کو شفاعت کی اجازت دینا (۲) جس کے لئے شفاعت کی جائے اللہ کا اس سے راضی ہونا۔

---

(۱) الزمر:۴۴

(۲) الزخرف:۸۶

اس پر دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿یَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلاً﴾ (۱) ترجمہ "اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمٰن حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے" اور اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئاً إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَى﴾ (۲) ترجمہ "اور آسمانوں میں بہت سارے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ کام نہیں آئے گی، مگر اللہ کی اجازت کے بعد، جس کے لئے وہ چاہے گا اور سفارش کو پسند کرے گا"

ان آیتوں سے واضح ہو گیا کہ شفاعت اسی وقت ممکن ہے جب اللہ شفاعت کرنے والے کو شفاعت کی اجازت دے، اور جس کی شفاعت کی جائے اس سے راضی ہو جائے۔ جس نے مذکورہ تفصیل کی بجائے اللہ کے سوا کسی اور سے شفاعت طلب کی تو وہ شرک کا شکار ہو گیا خواہ جس سے شفاعت طلب کی جا رہی ہو وہ پتھر ہو یا درخت، سورج ہو یا چاند، مردہ انسان ہو یا زندہ خواہ وہ کتنا ہی بلند و بالا مقام کا حامل کیوں نہ ہو؟

## غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے کی حرمت

قبر والوں سے شفاعت طلب کرنے کا فتنہ عظیم ہو چکا ہے یہ دعوی کرتے ہوئے کہ یہ اللہ سے قریب کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالی نے اس سے ڈرایا ہے اور اسی کا مشرکین اپنے بتوں سے دعوی کیا کرتے تھے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ (۳) ترجمہ "اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا کو دوست بنایا (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں"

---

(۱) طه : ۱۰۹

(۲) النجم : ۲۶

(۳) الزمر : ۳

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ﴾(۱) ترجمہ ''اے میرے نبی! آپ مشرکوں سے کہئے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا معبود بنا بیٹھے ہوانہیں پکارو تو سہی، وہ تو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں، اور نہ ان دونوں کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے، اور نہ ان لوگوں میں سے کوئی اس کا مددگار ہے''

مثبت شفاعت کی اقسام: ہم نے یہ جان لیا کہ مثبت شفاعت وہ ہے جو اللہ سے طلب کی جاتی ہے جس کی کئی ایک قسمیں ہیں، جن میں سے کچھ تو اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہیں جبکہ کچھ آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کے علاوہ انبیاء ورسل، فرشتے، اور نیکوکار لوگوں کے لیے ہیں لیکن ان کی شفاعتیں بھی مذکورہ شروط کے مطابق ہی ہوں گی۔

(۱) شفاعتِ کبریٰ: جب اولوالعزم انبیاء رسل شفاعت کرنے سے اعتذار کریں گے یہاں تک کہ آپ ﷺ سے شفاعت کی درخواست کی جائے گی تو آپ ﷺ فرمائیں گے ''میں اس کے لیے ہوں'' اور یہ اس وقت ہوگا جب مخلوقات انبیاء ورسل کا رخ کریں گے تاکہ وہ ان کے لیے اپنے رب سے شفاعت کریں تاکہ اللہ تعالیٰ موقف میں (میدانِ محشر میں) ان کو راحت پہنچائے۔ اور یہ وہی مقام محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا ہے، اس کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے ''أَنّ النَّاسَ يَذْهَبُونَ إِلٰى آدم فَيَعْتَذِرُ ثُمَّ إِلٰى نُوحٍ ثُمَّ إِلٰى ابْرَاهِيمَ ثُمَّ إِلٰى مُوسٰى ثُمَّ إِلٰى عِيسٰى وَكُلُّهُمْ يَعْتَذِرُونَ وَيَقُولُونَ نَفْسِي نَفْسِي، ثُمَّ يَأْتُونَ الرَّسُولَ ﷺ

---

(۱) سبأ: ۲۲

فَيَشْفَعُ لَهُمْ ...'(۱)'الخ الحدیث

''لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے چنانچہ وہ اعتذار کریں گے پھر نوح علیہ السلام پھر ابراھیم علیہ السلام پھر موسی علیہ السلام پھر عیسی علیہ السلام کے پاس جائیں گے جبکہ سارے کے سارے اعتذار کریں گے اور نفسی نفسی کہیں گے پھر آپ ﷺ کے پاس آئیں گے چنانچہ آپ ﷺ ان کے لیے شفاعت کریں گے۔۔۔'' حدیث۔

(۲) آپ ﷺ کا جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور ان کے لیے دروازہ کھلوانے کی شفاعت، اس کی دلیل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' أنَاأوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ ''(۲)''میں پہلا شخص ہوں گا جو جنت کے لیے شفاعت کروں گا''

(۳) بعض کفار کے لئے آپ ﷺ کی شفاعت: اور یہ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کے ساتھ خاص ہے، جس کی وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف کردی جائے گی، چنانچہ انہیں آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی یا انہیں جہنم کے بالائی حصہ میں رکھا جائے گا جس سے ان کا دماغ کھولنے لگے گا۔

اس پر دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ کے پاس آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا'لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِنْ نَّارٍ يَغْلِيْ مِنْهُ دِمَـاغُـهُ ''(۳)''امید ہے کہ میری شفاعت بروز قیامت ان کو فائدہ پہنچائے، چنانچہ ان کو جہنم کے بالائی حصہ میں رکھا جائے گا جس سے ان کا دماغ جوش مارے گا''

---

(۱) صحیح بخاری:۲۶۴/۶ـ۲۶۵، ۳۰۰/۸، صحیح مسلم : (۱۹۴) ، (۲) صحیح مسلم ۱۸۸/۱ حدیث رقم:۱۹۶

(۳) صحیح بخاری: حدیث رقم:۲۱۰ص:۱۹۵

شفاعت کی مذکورہ بالا تینوں قسمیں آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں چنانچہ کسی اور کو اس کی اجازت نہ ہوگی۔

**۴/ کبیرہ گناہ کرنے والے موحد (توحید پرست) مومنوں کے بارے میں آپ ﷺ کی شفاعت:** جو جہنم میں جاچکے ہوں گے چنانچہ ان کو آپ ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکالا جائے گا، اس پر دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے "شَفَاعَتِیْ لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِیْ" (۱) "میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔"

**۵/ جنتیوں کے درجات میں بلندی کے لیے آپ ﷺ کی شفاعت۔**

**۶/ آپ ﷺ کی شفاعت کچھ ایسے لوگوں کے لیے ہوگی جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے**، اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، جسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے، جس میں ہے "إِذْ رُفِعَ لِیْ سَوَادٌ عَظِیْمٌ فَقِیْلَ لِیْ : هٰذِهٖ أُمَّتُکَ ، وَمَعَهُمْ سَبْعُوْنَ أَلْفاً یَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَلَاعَذَابٍ" قَالَ : مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : "هُمُ الَّذِیْنَ لَایَسْتَرْقُوْنَ ، وَلَایَتَطَیَّرُوْنَ ، وَلَایَکْتَوُوْ نَ ، وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ" فَقَامَ عُکَّاشَةُ ابْنِ مِحْصَنٍ فَقَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ .فَقَالَ : "أَنْتَ مِنْهُمْ" فَقَامَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ :أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ ، فَقَالَ : "سَبَقَکَ بِهَا عُکَّاشَةُ" (۲) "پھر میرے سامنے ایک بڑی جماعت ظاہر ہوئی (لائی گئی) تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار لوگ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے" صحابی رسول نے کہا: اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے، بدشگونی نہیں لیتے، داغ نہیں لگواتے اور اپنے رب

---

(۱) مسند احمد ۲۱/۳، سنن ابوداود ۲۳۶/۴، علامہ البانی نے سنن ابوداود میں اسے صحیح کہا ہے۔

(۲) صحیح بخاری ۱۹۹/۴، صحیح مسلم ۱۹۹/۱

پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں'' تو عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا اللہ کے رسول ! اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان میں سے بنا دے، تو آپ ﷺ نے فرمایا'' تم ان میں سے ہو، پھر ایک دوسرے صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی یہی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ'' عکاشہ تم پر سبقت لے گیا''

آخری یہ تینوں قسمیں آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ آپ ﷺ کے لیے بھی ہوں گی اور آپ ﷺ کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی ہوں گی، جن کو اللہ تعالی فرشتوں، انبیاء ورسل اور نیکوکار لوگوں میں سے شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔

# مشقیں

س ۱/ شفاعت کی تعریف کریں۔

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

س ۲/ شفاعت صرف اللہ تعالی کی ملکیت ہے، دلیل کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

س ۳/ شفاعت کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف کریں۔

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

س ۴/ مثبت شفاعت کی شرطیں دلیل کی روشنی میں واضح کریں۔

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

س ۵/ قبروں میں موجود مردوں سے شفاعت طلبی کی خطرناکیاں دلیل کی روشنی میں وضاحت کرتے ہوئے بتائیں؟

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

س۶/مثبت شفاعت کی کتنی قسمیں ہیں؟

-------------------------------------------

-------------------------------------------

س۷/مقام محمود کیا ہے؟ دلیل کے ساتھ ذکر کریں۔

-------------------------------------------

-------------------------------------------

س۸/کبیرہ گناہ کرنے والے کیا شفاعت کے مستحق ہوں گے؟

-------------------------------------------

-------------------------------------------

س۸/جنت کا دروازہ سب سے پہلے کن کے لیے کھولا جائے گا؟

-------------------------------------------

-------------------------------------------

# (۵) ولاء اور براء

(۱) ولاء کی تعریف: وَلاء "وَلِیَ الشَّیْءَ" کا مصدر ہے جس کا معنی ہوتا ہے قریب ہونا۔

یہاں اس سے مراد مسلمانوں کی مدد وحمایت اور دشمنوں پر ان کی نصرت واعانت کر کے ان سے قریب ہونا اور ان کے ساتھ رہنا ہے۔

براء کی تعریف: بَرَاء بَرَی کا مصدر ہے کاٹنے کے معنی میں، اسی سے ہے "بَرَی الْقَلَمَ یعنی اس نے قلم کو تراشا، جبکہ اس سے یہاں مراد کفار سے دینی رشتہ منقطع کرنا ہے چنانچہ نہ تو ان سے محبت کی جائے، نہ ان کی نصرت وحمایت اور نہ ان کے ملکوں میں اقامت کی جائے الا یہ کہ ضرورت پڑ جائے۔

اُردینِ اسلام میں وَلاء اور براء کا مقام ومرتبہ: دین اسلام میں ولاء اور براء عظیم مقام ہے چنانچہ یہ دونوں ایمان کی مضبوط گرفت ہیں جن کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان الفت ومحبت کی جڑیں مضبوط کی جائیں اور اعداءِ اسلام سے دوری اختیار کی جائے۔

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "أَوْثَقُ عُرَی الْإِیْمَانِ : اَلْمُوَالَاةُ فِی اللّٰہِ وَالْمُعَادَاةُ فِی اللّٰہِ ، وَالْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ "(۱) "ایمان کا مضبوط کڑا اللہ کے لیے نصرت وحمایت کرنا، اللہ کے لیے عداوت ودشمنی کرنا، اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ ہی کے لیے بغض وعداوت رکھنا ہے"

(۲) ولاء اور براء توحید کے تقاضوں میں سے ہیں: مسلمانوں پر واجب ہے کہ اللہ کے لیے کسی کی نصرت وحمایت کریں اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کریں، اللہ کے لیے محبت کریں اور اللہ ہی کے لیے بغض

---

(۱) طبرانی کبیر ۲۱۵/۱۱، شرح السنۃ للبغوی ۴۲۹/۳ صحیح سند کے ساتھ۔

رکھیں، کافروں سے دشمنی کریں، ان سے بغض رکھیں اور ان سے براءت کا اظہار کریں، اللہ تعالی نے مومنوں کی نصرت وحمایت کے وجوب کے بارے میں کہا ہے ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ،وَمَن يَتَوَلَّ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ فَإِنَّ حِزْبَ اللّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ (۱) ترجمہ ”بے شک تم لوگوں کے دوست اللہ اور اس کے رسول اور مومنین ہیں، جو نمازوں کو ان کے صحیح اوقات میں ادا کرنے کی پابندی کرتے ہیں، اور زکاۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ کے لئے خشوع وخضوع اختیار کرنے والے ہوتے ہیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی رکھے گا، تو بے شک اللہ والے ہی غالب ہوں گے“

جبکہ کافروں کی نصرت وحمایت کی حرمت کے بارے میں فرمایا ﴿لا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءهُمْ أَوْ أَبْنَاءهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ﴾ (۲) ترجمہ ”جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، انہیں آپ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوئے نہیں پائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، چاہے وہ ان کے باپ ہوں، یا بیٹے ہوں، یا ان کے بھائی ہوں، یا ان کے خاندان والے ہوں“

(۴) **مداہنت اور موالات سے اس کا تعلق**: مداہنت: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑنے، دنیاوی مفاد کے لیے کفار ومشرکین اور گنہگاروں کے ساتھ رواداری کرنے اور دین پر غیرت نہ رکھنے کو کہتے ہیں جبکہ ہر مسلم پر واجب ہے کہ اپنے دین کے بارے میں غیرت مند ہو۔

اس کی مثال: کفار ومشرکین اور گنہگاروں سے انسیت ومحبت رکھنا اور ان کے ساتھ رہنا سہنا جبکہ وہ گناہ

---

(۱) المائدۃ:۵۵۔۵٦

(۲) المجادلۃ:۲۲

ومعاصی میں لت پت ہوں اور قدرت کے باوجود انہیں منع نہ کرنا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُوْنَ، كَانُوا لاَ يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ، تَرَى كَثِيراً مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا ﴾(۱)

ترجمہ ''بنی اسرائیل کے جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر داود اور عیسی بن مریم کی زبانی لعنت بھیج دی گئی، ایسا ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہوا، اور وہ لوگ اللہ کے حدود سے تجاوز کرتے تھے، وہ لوگ جس گناہ کا ارتکاب کرتے تھے، اس سے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے، یقیناً وہ جو کچھ کرتے تھے برا تھا، آپ ان میں سے بہتوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اہلِ کفر کو اپنا دوست بناتے ہیں''

## (۵) مدارات، اس کا حکم اور ولاء و براء پر اس کی تاثیر

مدارات: نرم رویہ اپناتے ہوئے برائی اور فتنہ وفساد کو دور کرنا، سختی کو چھوڑ دینا یا صاحبِ شر سے اعراض کرنا جبکہ اس کے شر سے ڈرا جائے یا اس سے اور زیادہ شر پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے ''أَنَّ رَجُلاً اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا رَآهُ قَالَ :"بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ ، أَوِ ابْنُ الْعَشِيرَةِ " فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ فِي وَجْهِهِ وَانبَسَطَ إِلَيْهِ،فَلَمَّا انطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، حِيْنَ رَأَيْتَ الرَّجُلَ قُلْتَ كَذَا كَذَا ، ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِي وَجْهِهِ وَانبَسَطْتَ إِلَيْهِ؟ فَقَالَ ﷺ : "يَا عَائِشَةُ مَتَى عَهِدْتِنِيْ فَاحِشاً؟ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَاللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ ''

(۲) ''ایک آدمی نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپ نے جب اس کو دیکھا تو کہا ''کتنا برا شخص ہے یا کتنے برے شخص کا صاحبزادہ ہے'' اور جب بیٹھا تو نبی ﷺ نے شرحِ صدر کے ساتھ اس سے بات کی چنانچہ جب آدمی چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے رسول جب آپ نے آدمی کو دیکھا

---

(۱) المائدۃ : ۷۸۔۸۰ (۲) صحیح بخاری ۸۱/۷ کتاب الآداب حدیث رقم:۶۰۳۲

تو ایسا ویسا کہا پھر آپ نے شرح صدر (کھلے دل سے) کے ساتھ اس سے بات کی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "عائشہ کب تو نے مجھے فحش گو پایا؟ بروزِ قیامت اللہ کے نزدیک سب سے برا شخص وہ ہوگا جس کو لوگوں نے اس کے شر سے بچنے کے لیے چھوڑ دیا ہو۔"

آپ ﷺ نے اس شخص سے جب آپ کے پاس آیا تو دینی مصلحت کے پیشِ نظر مدارت کی باوجودیکہ اس میں برائیاں تھیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ مدارات موالات کے منافی نہیں ہے جبکہ اس میں دینی مصلحت ہو جو شر سے روکے رکھے اور تالیفِ قلبی کا سبب بنے یا شرک کے کم کرنے کا باعث ہو جو کہ اللہ تعالی کی طرف دعوت دینے کے اسالیب میں سے ہے۔

اسی قبیل سے نبی ﷺ کا مدینہ منورہ میں موجود منافقین کے شر سے بچنے کے لیے ان کی اور غیروں کی مدارات کرنی تھی۔

ولاء اور براء کے نمونے: اللہ تعالی نے ابراھیم علیہ السلام کی حکایت نقل کرتے ہوئے کہا ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰاؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَداً حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ﴾(۱) ترجمہ "مسلمانو! یقیناً تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم لوگ تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے بری ہیں جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو، ہم تمہارے دین کا انکار کرتے ہیں، اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی اور بغض کی ابتداء ہو چکی ہے، یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ"

جبکہ انصار کا اپنے مہاجر بھائیوں کی نصرت وحمایت کا ذکر جمیل کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ

---

(۱) الممتحنہ :۴

وَالْإِيْمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾(۱) ترجمہ'' اور (وہ مال) ان لوگوں کے لئے ہے، جو مہاجرین مکہ کی آمد سے پہلے ہی مدینہ میں مقیم تھے اور ایمان لا چکے تھے، وہ لوگ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں، اور ان مہاجرین کو مالِ غنیمت دیا گیا ہے، اس کے لئے وہ اپنے دلوں میں تنگی اور حسد نہیں محسوس کرتے ہیں، اور انہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، اگر چہ وہ خود تنگی میں ہوں، اور جو لوگ اپنے نفس کی تنگی اور بخل سے بچا لئے جائیں وہی کامیاب ہونے والے ہیں''

**گنہگاروں اور بدعتیوں سے موالات کا حکم:** جب کسی انسان میں خیر وشر، اطاعت ونافرمانی، گناہ ومعصیت اور سنت وبدعت جیسی ساری چیزیں جمع ہو جائیں تو بقدرِ خیر ثواب وموالات کا مستحق ہوگا اور بقدرِ شر عقاب وعداوت اور دشمنی کا حقدار ہوگا کیونکہ ایک شخص میں عزت واکرام اور تذلیل وتوہین کے موجبات کبھی کبھار اکٹھے ہو جاتے ہیں اور یہ کوئی ناممکن امر نہیں ہے، اس کی مثال فقیر وغریب چور جس کا ہاتھ چوری کرنے کی وجہ سے کاٹا جاتا ہے جبکہ اس کی ضرورت کی تکمیل کے لیے بیت المال سے اس کو مال دیا جاتا ہے اور اس پر صدقہ وخیرات کیا جاتا ہے اور یہی بنیاد ہے جس پر اہلِ سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

## کفار کے ساتھ دنیوی امور میں معاملات کرنا کیا موالات کے ضمن میں آتا ہے؟

صحیح نصوص کی روشنی میں دنیوی امور میں کفار کے ساتھ معاملات کرنا جائز ہے جیسے خرید وفروخت کے مسائل، کرایہ لینے دینے کا مسئلہ اور بوقتِ ضرورت ان سے مدد طلبی بشرطیکہ یہ محدود دائرے تک ہوں، اور اسلام اور مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچاتے ہوں'' فَقَدِ اسْتَأْجَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ أُرَيْقِطْ

---

(۱) الحشر :۹

هَادِياً خِرِّيتاً"(۱)

"نبی ﷺ نے عبداللہ بن اریقط کو دلیلِ راہ کے لیے اجرت پر لیا تھا۔"

خریت: راہ کی خبر رکھنے والا۔

اسی طرح ایک صاع جو کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی زرہ یہودی کے پاس گروی رکھی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عورت کی مزدوری کی، کنویں سے اس کے لیے پانی نکالا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپنے اس کے لیے ۱۶ ڈول پانی ہر ڈول ایک کھجوڑ کے بدلے نکالا تھا۔

نبی ﷺ نے مشرکین سے قتل وقتال کے وقت مدینہ منورہ میں موجود یہودیوں سے مدد طلب کی تھی۔

ایسے ہی آپ ﷺ نے کفار قریش کے خلاف خزاعہ سے مدد طلب کی تھی۔

یہ تمام امور اللہ کے لیے ولاء اور براء پر اثرانداز نہیں ہوتے، بشرطیکہ کفار مسلمانوں کے درمیان عام آداب کی رعایت کرتے ہوئے رہیں اور اپنے دین کی طرف دعوت نہ دیں۔

---

(۱) صحیح بخاری کتاب استئجار المشرکین عند الضرورۃ ۴۸/۳

# مشقیں

س۱/ولاء اور براء کے کیا معنی ہیں؟

----------------------------------------------

----------------------------------------------

س۲/مومنوں سے موالات کے وجوب پر کوئی دلیل پیش کریں۔

----------------------------------------------

----------------------------------------------

س۳/کفار سے موالات کا کیا حکم ہے؟ اپنی بات دلیل کی روشنی میں پیش کریں۔

----------------------------------------------

----------------------------------------------

س۴/مداہنت کا کیا معنی ہے؟ اور ولاء سے اس کا کیا تعلق ہے؟

----------------------------------------------

----------------------------------------------

س۵/ولاء اور براء کے بارے میں قرآنِ کریم میں مذکور مثالوں میں سے کسی دو کا ذکر کریں۔

----------------------------------------------

----------------------------------------------

س۶/ دنیوی امور میں کفار و گنہگار لوگوں سے معاملہ کرنے کا کیا حکم ہے؟
اور اس کا ولاء اور براء سے کیا تعلق ہے؟

--------------------------------------------------------

--------------------------------------------------------

س۷/ کفر کی حد تک نہ پہنچے بدعتیوں اور گنہگاروں سے معاملہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

--------------------------------------------------------

--------------------------------------------------------

# (٦) تکفیر کے شروط وضوابط

تکفیر کی خطرناکیاں: کتاب وسنت سے ثابت دلیل کے بغیر کسی بھی مسلمان کی تکفیر کے بارے میں کتاب وسنت میں سختی سے منع کیا گیا ہے کیونکہ تکفیر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے، اس لیے اسی کو کافر قرار دیا جاسکتا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کافر قرار دیا ہو، اللہ عز وجل نے فرمایا ﴿وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلاَمَ لَسْتَ مُؤْمِناً﴾(۱) ترجمہ ''اور اگر کوئی تمہیں سلام کرے، تو اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے''

اور اللہ تعالی نے فرمایا﴿ وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولـئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً﴾(۲) ترجمہ '' اور جس بات کا آپ کو علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ لگئے، بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک کے بارے میں پوچھا جائے گا''

چنانچہ مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ حکمت ودانائی کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دے، کیونکہ کسی کو لوگوں کے سرائر (باطنی امور) کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، چنانچہ جس نے شہادتین کا اقرار کیا اور اس کے مطابق عمل کیا تو ظاہر میں اس کے اسلام کا فیصلہ کیا جائے گا اور اس کے باطن سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہوگا جب تک وہ کوئی ایسی بات نہ کہہ ڈالے یا کر نہ ڈالے جو اس کو دائرۂ اسلام سے خارج کرتی ہو، جس پر کتاب وسنت سے واضح دلیل موجود ہو اور سلفِ صالحین کا اس پر اجماع ہو چکا ہو، مندرجہ ذیل سطور میں کچھ دلائل وبراہین دیئے جارہے ہیں جو بغیر کسی صریح دلیل کے مسلمانوں کی تکفیر سے روکتے ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا '' إذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ

---

(۱) النساء : ۹۴ (۲) الإسراء : ۳۶

يَـا كَافِرُ فَلَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، فَإِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ "(۱) "جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو یہ دونوں میں سے کسی ایک کی طرف لوٹتا ہے، اگر اس کا بھائی ویسا ہے تو ٹھیک ورنہ اسی کی طرف یہ کلمہ لوٹ آتا ہے۔"

۲/ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "مَا دَعَا رَجُلٌ بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ "(۲) "کسی نے کسی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہا جبکہ وہ ویسا نہیں ہے تو یہ کلمہ اسی کی طرف لوٹتا ہے"

حار کا معنی: لوٹنا۔

چنانچہ مذکورہ بالا آیات واحادیث میں ان کے لیے شدید وعید ہے جو بغیر کسی دلیل کے کفر کا اطلاق کسی اپنے مسلمان بھائی پر کرتے ہیں اور ایسے ہی جو بغیر علم کے اللہ پر بہتان تراشی کرتے ہیں۔

تکفیر سے ڈرانے کے متعلق سلف کے اقوال: امام احمد رحمہ اللہ نے کہا "إِنَّ الْإِيْجَابَ وَالتَّحْرِيْمَ وَالثَّوَابَ وَالْعِقَابَ وَالتَّكْفِيْرَ وَالتَّفْسِيْقَ هُوَ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، لَيْسَ لِأَحَدٍ فِيْ هٰذَا حُكْمٌ، وَإِنَّمَا عَلَى النَّاسِ إِيْجَابُ مَا أَوْجَبَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، وَتَحْرِيْمُ مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، وَتَصْدِيْقُ مَا أَخْبَرَ اللّٰهُ بِهِ وَرَسُوْلُهُ"(۳) "کسی چیز کو واجب کرنا یا حرام کرنا یا اس پر ثواب وعقاب دینا یا کسی کو کافر وفاسق گرداننا یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا معاملہ ہے، ان کے علاوہ کسی اور کو اس سلسلے میں فیصلہ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں بلکہ لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کو واجب مانیں جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے واجب گردانا ہے اور اس کو حرام ٹھہرائیں جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام ٹھہرایا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول

---

(۱) صحیح مسلم رقم (۷۱) کتاب الایمان، باب حال ایمان من قال لأخیہ المسلم یا کافر

(۲) متفق علیہ، صحیح مسلم رقم (۷۱) کتاب الایمان

(۳) مجموع الفتاوی ابن تیمیہ ۵/۵۵۴

ﷺ کی تصدیق کریں“

گزشتہ آیات واحادیث اور سلفِ صالحین کے کلام سے واضح ہوگیا کہ تکفیر شرعی امر ہے جس میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے گا کسی کو اجتہاد، یا ظن غالب یا مجرد عقل کی بناء پر حکم لگانے کا کوئی اختیار نہیں کیونکہ اس سلسلے میں افکار و خیالات راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں اور لوگ کئی ایک مرتبہ لغزش کھا چکے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ مسلمان اس مسئلہ میں بغیر دلیل و برہان کے بات ہی نہ کریں کیونکہ کسی کو اسلام سے خارج کرنا یا اس میں داخل کرنا دین کا عظیم ترین امر ہے جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس مسئلہ میں ہمارا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور یہ دیگر مسائل کی طرح نہیں ہے، بلکہ اس کا حکم دین کے دیگر احکام سے زیادہ واضح ہے، اس لیے ہم پر واجب ہے کہ اتباع کریں اور بدعات ایجاد کرنے سے گریز کریں۔

تکفیر کے ضوابط: ان دلائل کی وضاحت کے بعد جو بغیر کسی صریح دلیل کے مسلمان کی تکفیر کو حرام کرتی ہیں: یہ جاننا واجب ہے کہ کسی پر کفر کا حکم لگانے کے لیے کچھ اصول وضوابط ہیں اور اس کے لیے اس باب میں دو بنیادی قاعدوں کو سمجھنا ضروری ہے۔

پہلا قاعدہ: کبھی کبھار قول یا فعل کفریہ ہوتا ہے لیکن مانع موجود ہونے کی وجہ سے اور شروط کے ناپید ہونے کی بناء پر اس کو کافر نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اسی لیے کسی مسلم شخص سے صرف کفریہ اقوال وافعال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا جو اس کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دے، یہاں تک کہ اس پر حجت قائم نہ ہو جائے اور اس سے شبہ دور نہ کر دیا جائے۔

بدعتیوں میں سے خوارج، روافض، قدریہ اور جہمیہ اس قاعدہ کے خلاف ورزی کے شکار ہو چکے ہیں جو اپنے مخالفین کو حجت قائم کئے اور ان کے شکوک وشبہات دور کئے بغیر بلکہ کفریہ اسباب کے بغیر کافر قرار دیتے ہیں

**دوسرا قاعدہ:** ہر گناہ جس کو کفر کا نام دیا جاتا ہے ایسا کفر نہیں جو انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دے کیونکہ کفر کی دو قسمیں ہیں کفرِ اصغر اور کفرِ اکبر، اسی لیے کچھ گناہوں کو کفر کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کے فرمان میں ہے "اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ، الطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ" (۱) "لوگوں میں دو چیزیں کفر کی ہیں، نسب میں طعنہ دینا اور مردہ پر نوحہ و ماتم کرنا"

اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ دونوں اسلام سے خارج نہیں کرتے بلکہ کبیرہ گناہوں میں سے ہیں اور اس طرح کے کفر کا نام کفر دون کفر یا کفرِ اصغر رکھا جاتا ہے۔

گزشتہ نصوص اور مذکورہ دونوں قاعدوں کے بعد ان شروط کو جاننا ضروری ہے جن کو اہلِ علم نے تکفیر پر حکم لگانے کے لیے ذکر کیا ہے۔

## تکفیر کی شرطیں اور اس کے موانع

**تکفیر کی شرطیں:** نصوص کا بنظر غائر دراسہ کرنے اور سلف صالحین کے اقوال کا جائزہ لینے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تکفیر کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

۱۔ قولی یا فعلی طور پر انسان کفر کا اظہار کرے گرچہ وہ اسلام کا دعویدار ہی کیوں نہ ہو۔

۲/ حق کے بیان کے لیے حجت اس کو پہنچ جائے اور شبہہ ختم ہو جائے اور اگر صاحبِ علم و فکر ہو تو وہ حجت اس کے نزدیک معتبر ہو۔

۳/ عاقل و بالغ ہو جو سمجھتا ہو۔

۴/ اسلام میں نیا داخل ہونے کی وجہ سے معذور نہ ہو۔

---

(۱) متفق علیہ، صحیح مسلم رقم (۷۱) کتاب الایمان

۵/اس پر کسی طرح کی زور زبردستی نہ کی گئی ہو۔

٦/جاہل نہ ہو کہ علم سے دور دراز بستی میں اس کی پرورش و پرداخت ہوئی ہو۔

<u>تکفیر سے روکنے والے امور</u>: جب ہم نے تکفیر کی شروط کو جان لیا تو اب ان شروط کے مخالف امور کا شمار تکفیر سے روکنے والے اسباب کے ضمن میں آئے گا جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔انسان سے قولی یا فعلی طور پر کفر کو واجب کرنی والی کوئی چیز ظاہر نہ ہو۔

۲۔اس پر حجت قائم نہ ہو یا تو اس کو دلیل نہ پہنچنے کی وجہ سے یا اس کے پاس شبہہ پائے جانے کی وجہ سے یا دیارِ اسلام سے دوری کے سبب جہالت کی بناء پر۔

۳/صغرِ سنی یا دیوانگی یا سخت بڑھاپے کی وجہ سے جو اس کو کہا جائے اسے سمجھتا نہ ہو۔

۴/اس چیز سے جہالت جس کی وجہ سے حجت قائم ہو بطور مثال کوئی ایسا عالم نہ پایا جائے جو اس پر دلیل قائم کرے یا اپنے کفر میں معذور ہو جیسے دیہات میں اس کی پرورش و پرداخت ہوئی ہو، یا نیا مسلمان ہونے کی وجہ سے اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہو۔

۵/قولی یا عملی طور پر کفر کے لیے زور زبردستی جیسے اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ﴾ (۱) ترجمہ ''سوائے اس آدمی کے جسے مجبور کیا گیا ہو، درانحالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو''

یہ چند اصول و قواعد، شروط اور موانع ہیں جن کو اہلِ علم نے ذکر کیا ہے چنانچہ ہر مسلمان پر ان کی رعایت کرنا اور ان کے دائرے میں رہنا واجب ہے، جبکہ بہت سارے لوگ بغیر علم کے مسلمانوں پر حکم لگانے میں جلد بازی کرتے ہیں اور اس کی چنداں رعایت نہیں کرتے کہ ان سے اس کا صدور جہالت کی بناء پر ہوا ہے یا اہلِ علم سے دوری کی بناء پر یا ان کے دل و دماغ میں شکوک و شبہات پائے جانے کی وجہ سے۔

---

(۱) النحل:۱۰٦

ان تمام چیزوں سے نجات کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور ربانی علماءِ کرام، مصلحینِ عظام اور سلفِ صالحین رحمہم اللہ کی صحیح پیروی کرنے میں ہے۔ حضرتِ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا ہے ''سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَوُلَاةُ الْأَمْرِ مِنْ بَعْدِهِ سُنَناً : اَلْأَخْذُ بِهَا تَصْدِيْقٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتِكْمَالٌ لِطَاعَةِ اللّٰهِ ، وَقُوَّةٌ عَلٰى دِيْنِ اللّٰهِ ، لَيْسَ لِأَحَدٍ تَغْيِيْرُهَا وَلَا النَّظَرُ فِيْ شَيْءٍ خَالَفَهَا ، مَنِ اهْتَدٰى بِهَا فَهُوَ مُهْتَدٍ ، وَمَنِ اسْتَنْصَرَ بِهَا فَهُوَ مَنْصُوْرٌ ، وَمَنْ خَالَفَهَا وَاتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى وَأَصْلَاهُ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْراً'' (۱) ''رسول اللہ ﷺ اور ان کے بعد حکمراں نے طریقہ اپنایا ،جن کو لینا دراصل اللہ کی کتاب کی تصدیق، اللہ کی اطاعت کا استکمال، اور اللہ کے دین کی قوت ہے، کسی کے لیے اس میں تبدیلی اور نہ اس کے مخالف امور میں غور و فکر کی گنجائش ہے، جس نے ان کو اپنایا وہ ہدایت یاب ہوا، اور جس نے ان کے ذریعہ مدد طلب کی وہ فتحیاب ہوا، اور جس نے ان کی مخالفت کی اور مومنوں کے علاوہ کسی اور کا طریقہ اپنایا تو اللہ نے اس کو اسی طرف لوٹا دیا اور اسے جہنم میں داخل کرے گا جو بہت بری جگہ ہے۔''

---

(۱) الشریعۃ للآجری ص:۴۸ تحقیق محمد حامد الفقی ط/دار الکتب العلمیۃ

# مشقیں

س ۱ر کتاب وسنت کی روشنی میں تکفیر کی خطرناکیاں بیان کریں۔

س ۲ر مسلمانوں کی تکفیر سے روکنے والے دلائل ذکر کریں۔

س ۳ر بغیر علم کے تکفیر کی حرمت کے بارے میں سلف میں سے کسی دو کا قول ذکر کریں۔

س ۴ر کسی معین شخص کی تکفیر کے لیے اہلِ علم نے جن شروط اور موانع کا ذکر کیا ہے وہ کیا کیا ہیں؟

س ۵ر مسلمانوں کی تکفیر سے دور رہنے کے لیے راہ نجات کیا ہے جس کو اپنانا ضروری ہے؟

## (۷) کبیرہ گناہ کی شناخت، اور اس کے مرتکبین کا حکم، اور اہلِ قبلہ کے جنتی یا جہنمی ہونے کا قطعی حکم لگانے کی ممانعت

گناہ کی دو قسمیں ہیں کبیرہ گناہ اور صغیرہ گناہ

ا) کبیرہ گناہ کی تعریف: کبائر کبیرہ کی جمع ہے، ہر وہ گناہ جس کے ارتکاب کرنے پر دنیا میں سزا لازم لائے، یا آخرت میں اس پر وعید سنائی گئی ہو یا اس کے کرنے پر اللہ تعالی نے لعنت یا جہنم یا اپنی ناراضگی کی وعید سنائی ہو۔

کبیرہ گناہ بہت سارے ہیں، ان میں سے چند کا ذکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، انہوں نے آپ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ. قَالُوا: وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: ”الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ“ (۱) ”سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابہ کرام نے کہا وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی معصوم کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے دن پشت پھیرنا اور مومنہ پاکیزہ خواتین پر تہمت باندھنا“

ب) صغیرہ گناہ کی تعریف: ہر وہ گناہ جس پر دنیا میں نہ سزا لازم لائے اور نہ آخرت میں اس پر کوئی خاص وعید سنائی گئی ہو۔

کبائر وصغائر کی تقسیم کے دلائل: گناہ چھوٹے اور بڑے ہوتے ہیں اس پر دلیل اللہ تعالی کے مندرجہ ذیل فرامین ہیں: ﴿إِن تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلاً كَرِيماً﴾ (۲) ترجمہ

---

(۱) صحیح بخاری: کتاب الوصایا، صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث رقم (۸۹، ص:۹۲)
(۲) النساء : ۳۱

''اگر تم لوگ ان کبیرہ گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں روکا گیا ہے، تو تمہارے چھوٹے گناہوں کو ہم مٹا دیں گے اور تمہیں عزت و تکریم والا مقام عطا کریں گے''

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾ (۱) ترجمہ ''جو لوگ بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، سوائے کچھ چھوٹے گناہوں کے، بے شک آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا ہے''

مرتکبِ کبیرہ کا حکم: مرتکب کبیرہ کے بارے میں اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ وہ مومن ہے جس کے ایمان میں نقص (کمی) ہے یا اپنے ایمان کی وجہ سے مومن اور اپنے گناہ کی وجہ سے فاسق ہے جس کا نام فاسق وعاصی رکھا جاتا ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ ایسا آدمی اللہ کی مشیت کے تحت ہے اگر چاہے تو اس کو اپنے فضل سے معاف کر دے اور اگر چاہے تو اس کو بقدر گناہ عذاب دے چنانچہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں نہیں رہے گا، اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً بَعِيدًا﴾ (۲) ترجمہ ''بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو معاف نہیں کرتا، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے، اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے، وہ گمراہی میں بہت دور تک چلا جاتا ہے''

اہلِ سنت والجماعت اس کے کفر کا فیصلہ نہیں کرتے اور نہ اس کو ملتِ اسلامیہ سے خارج گردانتے ہیں، جیسا کہ خوارج و معتزلہ جیسے کچھ گمراہ فرقوں کا نظریہ ہے، چنانچہ خوارج کا کہنا ہے کہ مرتکبِ کبیرہ کافر ہے جو ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہے گا جبکہ معتزلہ کا کہنا ہے کہ مرتکبِ کبیرہ نہ تو مومن ہے اور نہ کافر ہے بلکہ دنیا میں دو منزلوں۔ایمان اور کفر۔کے درمیان ہوتا ہے اور اگر بغیر توبہ کے دنیا سے چلا جائے تو وہ دائمی طور پر

---

(۱) النجم : ۳۲ (۲) النساء : ۱۱۶

جہنمی ہوگا۔

ان دونوں فرقوں کے برخلاف مرجئہ فرقہ کے غالی حضرات کا کہنا ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ نقصان دہ نہیں ہوتا جیسا کہ کفر کے ساتھ طاعت وبندگی فائدہ مند نہیں ہوتی چنانچہ ان کے نزدیک کبائر کے مرتکبین اور کامل ومکمل مومن کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

مذکورہ تفصیل سے اہلِ سنت کی وسطیت واعتدال واضح ہوگئی کہ وہ مرتکبِ کبیرہ کو نہ تو ایمانِ کامل سے موصوف کرتے ہیں اور نہ ہی اس سے مطلق ایمان کی نفی کرتے ہیں۔

مرتکبِ کبیرہ کے کافر نہ ہونے کے متعلق اہلِ سنت کے دلائل: قرآن وسنت میں بہت سے ایسے دلائل ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ☆ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾(۱) ترجمہ ''اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں برسرپیکار ہوجائیں، تو تم ان کے درمیان صلح کرو، پس اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر چڑھ دوڑے، تو تم سب مل کر باغی گروہ سے جنگ کرو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف رجوع کرلے، پس اگر رجوع کرلے، تو تم لوگ دونوں گروہوں کے درمیان عدل وانصاف کے مطابق صلح کرادو، اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے☆ بے شک مومنین آپس میں بھائی ہیں، پس تم لوگ اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے''

---

(۱) الحجرات: ۹۔۱۰

اس آیت میں وجہ دلالت: مومنوں میں سے قتل وقتال کرنے والے گنہگاروں کو اللہ تعالی نے ایمان کی صفت سے موصوف کیا ہے، اور ایسے ہی ایک فریق کے دوسرے فریق پر بغاوت کرنے والوں کو بھی۔ جو کہ کبائر میں سے ہے۔ بھائی قرار دیا ہے اور مومنوں کو ایمان کی وجہ سے بھائی ہونے والوں کے درمیان اصلاح کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔

سنت سے دلیل: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "يُدْخِلُ اللهُ أهلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ ، يُدْخِلُ مَنْ يَّشَاءُ بِرَحْمَتِهِ، و يُدْخِلُ أهْلَ النَّارِ النَّارَ ، ثُمَّ يَقُوْلُ :(انْظُرُوْا مَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إيْمَانٍ فَأخْرِجُوْهُ) فَيُخْرِجُوْنَ مِنْهَا حُمَماً قَدِامْتَحَشُوْا ، فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيَاةِ أوْ الْحَيَا، فَيَنْبُتُوْنَ فِيْهِ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ إلٰى جَانِبِ السَّيْلِ ،ألَمْ تَرَوْهَا كَيْفَ تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً" (۱) "اللہ تعالی جنت والوں کو جنت میں داخل کرے گا اور اپنی مشیت اور فضل وکرم سے جسے چاہے گا جنت میں داخل کرے گا اور جہنمیوں کو جہنم میں داخل کرے گا، پھر فرمائے گا "دیکھو جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکالو، چنانچہ ان کو نکالا جائے گا جبکہ وہ جل کر سیاہ ہو گئے ہوں گے، پھر ان کو نہر حیات میں ڈالا جائے گا چنانچہ وہ ویسے ہی اگنے لگیں گے جیسے پانی کے کنارے دانے اگتے ہیں، کیا تم سبھوں نے نہیں دیکھا کہ دانے کیسے زرد رنگ ہو کر ایکدوسرے سے ہم آہنگ ہو کر نکلتے ہیں"

امتحشوا: جل گئے ہوں گے۔ الحیا: بارش، اس کا نام اس لیے رکھا گیا کہ اس کی وجہ سے زمین کو سیرابی ہوتی ہے۔

حدیث سے وجہِ دلالت: کبائر کے مرتکبین کا جہنم میں ہمیشہ ہمیش نہ رکھنا ہے اس حیثیت سے کہ جہنم سے ہر

---

(۱) صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث رقم: (۱۸۴ ص: ۱۷۲) باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار۔

اس شخص کو نکالا جائے گا جس کے دل میں ایمان کا کچھ حصہ ہوگا جیسا کہ اعمال کے حساب سے ایمان کے متفاوت ہونے پر حدیث دلالت کرتی ہے کہ مومن کے واجبات ترک کرنے اور محظورات کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔

اہل قبلہ کے جنتی یا جہنمی ہونے کا حتمی فیصلہ نہ کرنے کا بیان: اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ سوائے ان لوگوں کے جن کے جنتی ہونے کی آپ ﷺ نے بشارت دی ہے کسی اور کے جنتی یا جہنمی ہونے کا قطعی فیصلہ نہیں کرتے جیسے عشرہٗ مبشرہ، عکاشہ بن محصن اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ جن کے بارے میں آپ ﷺ سے صریح حدیث وارد ہے۔

اگرچہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اہلِ کبائر میں سے اللہ جس کو چاہے اس کو جہنم میں داخل کرے گا پھر شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کی وجہ سے ان کو جہنم سے نکالے گا جیسا کہ ہم نے شفاعت کے باب میں ذکر کیا ہے۔

جہاں تک کسی معین شخص کی بات ہے تو ہم اس بارے میں توقف اختیار کرتے ہیں اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ کرتے ہیں، ہم اس کے لیے نہ تو جنت کی شہادت دیتے ہیں اور نہ ہی جہنم کی کیونکہ اندرونی معاملات کو اللہ تعالی ہی جانتا ہے کہ کس چیز پر بندے کا خاتمہ ہوا ہے، وہی اندرونی حالات سے بخوبی واقف ہے، ہم تو احسان و بھلائی کرنے والوں کے لیے ثواب کی امید رکھتے ہیں اور برائی کرنے والوں کے لیے عقاب سے ڈرتے ہیں، ان کے کفر وشرک کی شہادت اس وقت تک نہیں دیتے جب تک ان سے اسی طرح کی کوئی چیز ظاہر نہ ہوجائے جبکہ ان کے باطنی امور کو اللہ کے حوالہ کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے ہمیں ظاہر کے مطابق حکم لگانے، سوئے ظن سے بچنے اور کسی ایسی چیز کے پیچھے پڑنے سے منع کیا ہے جس کا ہمیں علم نہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَـٰئِكَ

كَانَ عَنهُ مَسؤُولاً ﴾(١) ترجمہ ''اور جس بات کا آپ کو علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ لگئے، بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک کے بارے میں پوچھا جائے گا''

اور اللہ تعالی نے فرمایا﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّن إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ﴾(٢) ترجمہ ''اے ایمان والو! تم لوگ بہت ساری بدگمانی کی باتوں سے پرہیز کرو، بے شک بعض بدگمانی گناہ ہے''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ ''(٣)''تم بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے''

مذکورہ بالا دونوں آیتیں اور حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کو جن چیزوں کا علم نہیں ان کو ان کے جاننے والے کے سپرد کریں جو کہ اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات ہے اور بدگمانی سے بچیں کیونکہ یہ انسان کو اللہ پر تہمت و بہتان باندھنے تک پہنچادیتی ہے۔

---

(١) الإسراء : ٣٦

(٢) الحجرات: ١٢

(٣) صحیح مسلم ١٩٨٥/٤، حدیث رقم: ٢٥٦٣

# مشقیں

س۱/کبیرہ گناہ کی تعریف کریں، اور کبیرہ وصغیرہ گناہ کے درمیان فرق بتائیں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۲/کیا کبیرہ گناہ کا دائرہ محدود ہے؟ کوئی ایک دلیل پیش کریں جو کئی ایک کبیرہ گناہ کو شامل ہو۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۳/اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک مرتکبِ کبیرہ کا کیا حکم ہے؟ دلیل کے ساتھ ذکر کریں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۴/خوارج ومعتزلہ کے نزدیک مرتکبِ کبیرہ کا کیا حکم ہے؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۵/کیا ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کے جنتی یا جہنمی ہونے کا حتمی فیصلہ کر سکتے ہیں؟ اس سلسلے میں سلفِ صالحین کا منہج بیان کریں جیسا کہ آپ نے پڑھا ہے، ساتھ ہی اپنے جواب کو دلائل کی روشنی میں پیش کریں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

# (۸) بدعت اور دین کے لیے اس کی خطرناکیاں

بدعت کی تعریف: لغت میں بدعت کا معنی ہوتا ہے بغیر کسی نمونہ کے کسی چیز کو ایجاد کرنا اور اسی سے اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے ﴿بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (۱) ترجمہ ”اللہ تعالی آسمانوں اور زمین کا (بغیر نمونہ دیکھے) پیدا کرنے والا ہے“ یعنی اس کا ایجاد کرنے والا۔

بدعت شرعی اصطلاح میں: ہر وہ چیز جو بغیر کسی دلیل کے (دین میں) ایجاد کر لی جائے خواہ اس کا تعلق اعتقادات سے ہو یا عبادات سے۔

بدعت کی خطرناکیاں: سماج و معاشرہ اور انسانی زندگی پر بلکہ دین کے جملہ اصول وفروع میں بدعت اور دین میں نئی نئی ایجاد کردہ چیزوں کے عظیم خطرات اور برے اثرات ہیں جو اجمالی طور پر بطور خلاصہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ بدعت کفر تک پہنچانے والی ہے۔

۲۔ بدعت اللہ پر تہمت و بہتان تراشی ہے۔

۳۔ بدعت دین میں ایسی شریعت سازی ہے جس کی اجازت اللہ تعالی نے نہیں دی ہے۔

۴۔ بدعتیوں کا سنت اور اہلِ سنت اور اس پر عمل کرنے والوں سے کراہیت۔

۵۔ بدعتیوں کے اعمال کا مردود ہونا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“ (۲) ”جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کا ہم نے حکم نہیں دیا ہے تو وہ مردود ہے“

---

(۱) البقرۃ:۱۱۷ (۲) صحیح البخاری مع الفتح ۳۰۱/۵، صحیح مسلم ۱۳۴۳/۳

۶۔ انجام بد

۷۔ بدعتیوں کوعموماً بدعت سے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''إنّ اللّٰـــــه احتَجَرَ (۱) التَّوبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ حَتّٰى يَدَعَ بِدْعَتَهُ '' (۲) ''اللہ تعالی نے ہر صاحب بدعت سے توبہ کو روک رکھا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت چھوڑ دے۔''

۸۔ بدعتیوں کے نزدیک معانی ومفاہیم کا حقیقت کے برخلاف ہونا ،اس حیثیت سے کہ ان پر شکوک وشبہات کی بناء پر امور مشتبہ ہوجاتے ہیں چنانچہ وہ بدعت کو سنت اور سنت کو بدعت تصور کرنے لگتے ہیں۔

۹۔ بدعتی کا سنت کی مخالفت کی وجہ سے فتنہ میں پڑجانا، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيم ﴾ (۳) ترجمہ ''پس جولوگ رسول اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی بلا نازل نہ ہوجائے، یا کوئی دردناک عذاب نہ انہیں آگھیرے''

۱۰۔ بدعتی اپنے آپ کو شریعت پر استدراک کرنے والا تسلیم کرتا ہے جبکہ اللہ تعالی نے اپنے دین کو مکمل کردیا ہے اور اپنے بندوں پر اس نے اپنی نعمتیں پوری کردی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِيناً ﴾ (۴) ترجمہ ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا، اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی، اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لئے پسند کرلیا''

۱۱۔ بدعتی اپنا اور اپنے پیروکاروں کا گناہ اٹھاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مَنْ دَعَـا إِلٰى ضَلَالَةٍ فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ تَبِعَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ '' (۵) ''جس نے گمراہی کی دعوت دی تو اس پر اس کا گناہ اور اس کے پیروکاروں کا گناہ ہوگا جبکہ ان کے گناہوں میں کسی طرح کی کمی نہیں کی جائے گی''

---

(۱) احتجر : روکا (۲) سنن ابن ماجہ فی المقدمۃ رقم ۷ وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

(۳) النور:۶۳ (۴) المائدۃ :۳ (۵) صحیح بخاری ۱/۲۶۱، صحیح مسلم ۲۶/۷

۱۲۔بدعت اہل بدعت کے حوضِ کوثر سے محروم ہونے کا سبب ہے،اس عظیم ترین حوض کوثر سے جس سے جب کوئی ایک گھونٹ پئے گا تو اس کے بعد ہرگز پیاسا نہ ہوگا، چنانچہ بخاری وغیرہ نے حضرت سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ ، مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ ، وَمَنْ شَرِبَ لَايَظْمَأُ أَبَداً، لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونَنِيْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ وَأَقُوْلُ : إِنَّهُمْ مِنْ أُمَّتِيْ ، فَيُقَالُ : إِنَّكَ لَاتَدْرِيْ مَاأَحْدَثُوْا مِنْ بَعْدُ : فَأَقُوْلُ : سُحْقاً سُحْقاً لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ "(۱)''میں حوض کوثر پر تمہارا انتظار کروں گا، جو وہاں سے گزرے گا (میرے پاس آئے گا) وہ اس سے پئے گا اور جس نے پیا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا مجھ پر کچھ ایسے لوگ پیش ہوں گے۔جن کو میں جانتا ہوں گا اور وہ مجھے جانتے ہوں گے پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ حائل ہوجائے گا (دوری کردی جائے گی) تو میں کہوں گا کہ وہ میرے امتی ہیں تو کہا جائے گا تم نہیں جانتے ہو کہ ان لوگوں نے تمہارے بعد کیا کیا ایجاد کرڈالا تو میں کہوں گا، دوری دوری ہو جس نے میرے بعد میری شریعت کو بدل ڈالا۔''

الفرط: جو پانی پر پہلے سے ہوتا ہے، سبقت لیجاتا ہے۔ سحقا: دوری

۱۳۔بدعت امت کے کلمہ میں تفریق اور ان کی جماعت وصف بندی میں دوری پیدا کرتی ہے، اور یہ ایسی حالت ہے جس کی اللہ تعالی نے مذمت کی ہے۔﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُواْ دِيْنَهُمْ وَكَانُواْ شِيَعاً لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ﴾(۲) ترجمہ''بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کیا، اور جماعتوں میں بٹ گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے''

خلاصۂ کلام یہ کہ بدعت امت کے دینی و دنیوی امور میں انتہائی خطرناک ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم ۶۶/۷ (۲) الأنعام: ۱۵۹

## بدعت کے اسباب

(۱) کتاب وسنت، عربی زبان کے اسالیب اور سلفِ صالحین کے منہج سے دوری۔

(۲) خواہشات کی پیروی

(۳) شکوک وشبہات کا شکار ہونا

(۴) صرف انسانی عقل پر اعتماد وبھروسہ

(۵) گمراہ مشائخ کی تقلید جو کہ مقلد کو اپنے شیخ اور اس کی بدعت کے لئے متعصب بنادیتی ہے چنانچہ وہ کتاب وسنت کے شرعی دلائل رد کرنے لگتا ہے۔

## بدعت کا حکم اور اس کی اقسام

کتاب وسنت میں غور وفکر کرنے والا اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ بدعت دین میں حرام اور بغیر کسی تفریق کے ہر طرح کی بدعت بدعتی پر مردود ہے، یہ الگ بات ہے کہ بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے حرمت کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔

واضح رہے کہ بدعت سے ممانعت نبی ﷺ سے ایک ہی طرز پر وارد ہے ''إِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ''(۱) ''دین میں نئی چیزوں سے بچو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے'' اور آپ ﷺ نے فرمایا ''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ''(۲) ''جس نے ہمارے اس دین میں کسی ایسی چیز کو ایجاد کیا جو اس سے نہیں تھا تو وہ مردود ہے۔''

---

(۱) صحیح البخاری مع الفتح ۲۴۹/۱۳، صحیح مسلم ۵۹۲/۲۔۵۹۳

(۲) صحیح البخاری مع الفتح ۳۰۱/۵، ۳۱۷/۱۳ ، صحیح مسلم ۱۳۴۳/۳۔

دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ دین میں تمام طرح کی نئی چیزیں بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔اس کا معنی یہ ہوا کہ عبادات واعتقادات میں بدعت حرام ہے لیکن بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے حرمت مختلف ہوتی ہے۔

جس میں سے کچھ تو صریح کفر ہیں جیسے قبر والوں کی نزدیکی حاصل کرتے ہوئے ان کی قبروں کا طواف کرنا، ان کے لئے قربانیاں پیش کرنا (جانور ذبح کرنا) نذر و نیاز ماننا، ان کو پکارنا،اور ان سے فریاد کرنا اور جیسے غالی جہمیہ کے اقوال۔

جبکہ کچھ دیگر شرک کے وسائل میں سے ہیں جیسے قبروں پر عمارتیں بنانا، وہاں نمازیں پڑھنا اور دعائیں کرنا جبکہ کچھ دیگر اعتقادی فسق کے درجہ کی ہیں جیسے خوارج وقدریہ اور مرجئہ کا شرعی دلائل کے مخالف اقوال واعتقادات اپنانا جبکہ کچھ دیگر گناہ ونافرمانی ہیں جیسے تبتل (دنیا سے الگ تھلگ یا بے رغبت ہونے) کی بدعت، زمانے بھر کا روزہ رکھنے کی بدعت اور دھوپ میں کھڑے رہنے کی بدعت۔

# مشقیں

س۱/ بدعت کی تعریف کریں۔

-----------------------------------------------

-----------------------------------------------

س۲/ بدعت کی تباہ کاریاں پانچ نمونے ذکر کرنے کے ساتھ بتائیں۔

-----------------------------------------------

-----------------------------------------------

س۳/ بدعت کے کئی ایک اسباب ہیں، ان میں سے پانچ اسباب اختصار کے ساتھ ذکر کریں اور ان کے اسباب بدعت ہونے کی وجہ بتائیں۔

-----------------------------------------------

س۴/ بدعت کا حکم کتاب وسنت سے دلیل کی روشنی میں ذکر کریں؟

-----------------------------------------------

-----------------------------------------------

س۵/ بدعت کئی ایک قسم کی ہوتی ہے، اس سلسلے میں مختصر روشنی ڈالیں۔

-----------------------------------------------

-----------------------------------------------

# (۹) اہلِ سنت والجماعت کی خصوصیات وامتیازات

تمہید: اہلِ سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو قولی وفعلی اور اعتقادی طور پر آپ ﷺ کے اقوال وافعال کی اقتداء کرتے ہیں، اور یہی لوگ فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا گروہ) طائفہ منصورہ (کامیاب گروہ) اور یہی لوگ جماعت ہیں اور یہی لوگ متقی ومغفرت یافتہ ہیں، حق کے داعی اور اس کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالی زمین اور اہل زمین کا وارث ہوجائے، یہی وہ لوگ ہیں جن کی بقاء اور حق پر ثابت قدمی کی خبر نبی ﷺ نے دی ہے، آپ ﷺ نے ان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے "لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى "(۱) "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، ان کو چھوڑنے والا ان کو نقصان نہیں پہنچائے گا تا آنکہ اللہ تعالی کا حکم نہ آجائے۔"

## اہلِ سنت کے نمایاں امتیازات وخصوصیات

پہلا: اختلاف کے وقت کتاب وسنت دونوں وحیوں پر اعتماد کرنا اور نقل کو عقل پر مقدم کرنا، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ (۲) ترجمہ "پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہوجائے، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹادو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اسی میں بھلائی ہے اور انجام کے اعتبار سے یہی اچھا ہے"

---

(۱) صحیح مسلم ۲۲۱۵/۴_۲۲۱۶، مسند احمد ۲۷۸/۵_۲۸۴

(۲) النساء : ۵۹

دوسرا: کتاب وسنت کے فقہ وفہم میں سلف صالحین کے منہج کو اپنانا کیونکہ ان کا منہج ہی زیادہ محفوظ، اور صحیح علم وحکمت پر مبنی ہے۔

تیسرا: علمِ اسناد کی رعایت کرتے ہوئے احادیث کے قبول کرنے میں احتیاط کرنا، عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا ہے "الإِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَاشَاءَ"(1) اسناد دین کا حصہ ہے اور اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہتا" اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالی کے فرمان کے عین مطابق ہے ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (2) ترجمہ "بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"

چوتھا: دلیل پر اعتماد کرنا اور جدل وجدال سے دوری اختیار کرنا، امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا "أَوَكُلَّمَا جَاءَ نَا رَجُلٌ أَجْدَلُ مِنْ رَجُلٍ تَرَكْنَا مَاجَاءَ بِهِ جِبْرِيْلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ لِجَدَلِ هٰؤُلَاءِ؟"(3) "کیا جب بھی ہمارے پاس ایک سے بڑھ کر جدل وجدال کرنے والا آئے تو ان کے بحث ومباحثہ کرنے کی وجہ سے حضرت جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس جو لے کر آئے اس کو چھوڑ دیں؟"

پانچواں: جماعتوں کے درمیان اہل سنت وجماعت کی وسطیت ومیانہ روی۔

اہل سنت والجماعت کی وسطیت تمام امور میں واضح وروشن ہے مثال کے طور پر:

۱۔ ربوبیت والوہیت میں وہ الحاد وشیوعیت (کمیونزم جو کہ مادہ ہی کو الہ مانتے) اور وحدتِ وجود کے قائلین جنہوں نے خالق کو عین مخلوق اور رب کو عین مربوب (جس کی پرورش کی جاتی ہے) اور معبود کو عین بندہ بناڈالا۔ کے درمیان معتدل ہیں۔

---

(2) الحجر : ۹

(1) مقدمہ صحیح مسلم ۱/۱۵، باب بیان أن الإسناد من الدين

(3) حلیۃ الأولیاء ۶/۳۲۴

۲۔اللہ تعالی کی صفات کے بارے میں اہلِ سنت ''معطلة'' جیسے جہمیہ اوراس کے ضمن میں آنے والے سارے باطل فرقوں اور''مشبہہ'' جیسے کرامیہ اوراس کے ضمن میں آنے والے سارے باطل فرقوں کے درمیان معتدل ہیں۔

۳۔ وہ ایمان کے باب میں ''خوارج''(جوکہ مرتکبِ کبیرہ کوکافر گردانتے ہیں گرچہ مرتکبِ کبیرہ توحید پرست لوگوں میں سے ہی کیوں نہ ہو)اور''مرجئہ'' (جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ گناہ نقصان دہ نہیں ہوتا جیسا کہ کفر کے ساتھ اطاعت وبندگی سود مند نہیں ہوتی) کے درمیان معتدل ہیں۔

۴۔تقدیر کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت ''قدریہ''(جواس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالی نے بندوں کے افعال کو پیدانہیں کیااور نہ ہی ان کی تقدیریں لکھی ہیں)اور''جبریہ''(جواس بات کے قائل ہیں کہ انسان کسی کام کے کرنے پر مجبور ہے،اس کو اطاعت ومعصیت کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں بلکہ وہ ہوا میں ہلنے والی ڈالیوں کی طرح ہے) کے درمیان معتدل ہیں۔

اہلِ سنت کی وسطیت دین اسلام کی وسطیت سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ دین میں کمی وکوتاہی کرنے والوں کی سختی اوراضافہ کرنے والوں کی مبالغہ آرائی وزیادتی کے درمیان معتدل ہے، یہی سیدھا راستہ ہے جو اللہ کی رحمت وخوشنودی تک پہنچاتا ہے۔نیز محمد ﷺ کی امت تمام چیزوں میں معتدل ہے، اللہ تعالی نے فرمایا﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً﴾(۱) ترجمہ''اوراس طرح ہم نے تمہیں اے مسلمانو!ایک معتدل اور بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں کے بارے میں گواہی دو،اور رسول تمہارے بارے میں گواہی دیں''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا ہے: 'يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى : إِنَّمَا حَوَّلْنَاكُمْ إِلَى قِبْلَةِ ابْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامِ

---

(۱) البقرۃ : ۱۴۳

وَاخْتَرْنَاهَا لَكُمْ لِنَجْعَلَكُمْ خِيَارَ الْأُمَمِ لِتَكُونُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُهَدَاءَ عَلَى الْأُمَمِ ، لِأَنَّ الْجَمِيعَ مُعْتَرِفُونَ لَكُمْ بِالْفَضْلِ ، وَالْوَسَطُ هٰهُنَا : الْخِيَارُ وَالْأَجْوَدُ كَمَا يُقَالُ : قُرَيْشٌ أَوْسَطُ الْعَرَبِ نَسَباً وَدَاراً ، خَيْرُهَا. وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَسَطاً فِي قَوْمِهِ أَيْ : أَشْرَفُهُمْ نَسَباً وَمِنْهُ : الصَّلَاةُ الْوُسْطٰى هِيَ : الْعَصرُ عَلَى الرَّاجِحِ ۔"(۱) اللہ تعالی فرماتا ہے "ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف تمہیں پھیر دیا، اور اس کو تمہارے لیے پسند کیا تا کہ تم کو بہترین امت بنادیں تا کہ تم قیامت کے دن امتوں پر گواہ رہو کیونکہ سارے کے سارے تمہارے فضل کے معترف ہیں، وسط یہاں بہترین وعمدہ کے معنی میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ قریش عرب میں نسب وقبیلہ کی وجہ سے اوسط ہیں یعنی بہتر ہیں، رسول اللہ ﷺ اپنی قوم میں وسط تھے یعنی نسب کے اعتبار سے اشرف تھے اور اسی سے ہے "صلاۃ وسطی" جو کہ راجح قول کے مطابق عصر کی نماز ہے۔"

اور جب اللہ تعالی نے اس امت کو وسط بنایا تو اس کو کامل ومکمل شریعت اور درست منہج سے بھی سرفراز فرمایا۔

سنت بھی دیگر امتوں کے درمیان اس امت کی وسطیت پر دلالت کرتی ہے، اللہ تعالی نے گزشتہ امتوں پر جو بوجھ اور بیڑیاں تھیں ان کو ختم کر کے امت مسلمہ پر شفقت کرتے ہوئے ان کو آسان امر، سب سے زیادہ معتدل ومتوسط طریقہ اور حق سے قریب تر راہ کی اتباع وپیروی کرنے کی دعوت دی بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو، چنانچہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ ، وَلَا يُشَادُّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا ، وَأَبْشِرُوْا ، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغُدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٌ مِنَ الدَّلْجَةِ "(۲) "بلا شبہ دین آسان ہے ، دین میں جو شخص سختی

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۱/۲۳۸ ط/دار الحدیث القاہرۃ

(۲) صحیح بخاری ۱/۹۴، صحیح مسلم ۴/۱۷۱ـ۲۸۱۸

کرے گا وہ مغلوب ہو کر رہ جائے گا، چنانچہ سیدھے ہو جاؤ، اور قریب کا عمل اختیار کرو، لوگوں کو بشارت سناؤ، صبح، دوپہر بعد اور کچھ رات کی تاریکی میں عبادت کے ذریعے مدد طلب کرو''

دلجہ: رات کی تاریکی کو کہتے ہیں۔

آیات واحادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہمارا دین معتدل دین اور ہماری امت اعتدال پسند امت ہے جو کہ یہود کی کوتاہی وسختی اور نصاری کے غلو وزیادتی سے پاک وصاف ہے۔

# مشقیں

س ۱/ اہلِ سنت والجماعت کون ہیں؟

------------------------------------------------------------

------------------------------------------------------------

س ۲/ اہلِ سنت والجماعت کے امتیازات وخصوصیات کیا کیا ہیں؟

------------------------------------------------------------

------------------------------------------------------------

س ۳/ اہلِ سنت کی وسطیت پر مثال پیش کریں:

أ/ ربوبیت والوہیت میں ------------------------------------

ب/ اسماء وصفات میں ------------------------------------

ج/ ایمان میں ------------------------------------

د/ تقدیر میں ------------------------------------

س ۴/ قرآن وسنت شریعت کے آسان ہونے اور امت سے سختی وزیادتی کو اٹھانے پر دلالت کرتے ہیں، اس کی وضاحت کریں؟

------------------------------------------------------------

------------------------------------------------------------

# (۱۰) اسلام میں عقل کا مقام ومرتبہ

عقل اللہ تعالی کی ایک عظیم نعمت ہے، اللہ تعالی نے عقل کی وجہ سے انسان کو سارے حیوانوں سے افضل بنایا ہے اور حضرت انسان کو عقل سے اس لیے سرفراز فرمایا ہے تاکہ وہ اس عالم کے بارے میں غور وفکر کریں اور عبرت پکڑیں، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَى﴾ (۱) ترجمہ ”بے شک اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں“ یعنی عمدہ یادداشت کے حامل عقل والوں کے لئے۔

اللہ تعالی نے فرمایا ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾ (۲) ترجمہ ”بے شک اس میں اس آدمی کے لئے عبرت ونصیحت ہے جس کے پاس دل ہے، یا کان لگا کر سنے درانحالیکہ اس کا دماغ حاضر ہو“

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاء اللَّيْلِ سَاجِداً وَقَائِماً يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ ﴾ (۳) ترجمہ ”(کیا ایسا شخص بہتر ہے) یا وہ جو رات میں سجدہ اور قیام کے ذریعہ اپنے رب کی عبادت میں لگا ہو، عذاب آخرت سے ڈرتا ہو، اور اپنے رب سے اس کی رحمت کی امید لگائے ہو، اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں، بے شک عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں“

اور فرمانِ الٰہی ہے ﴿ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴾ (۴) ترجمہ ”بے شک ان تمام باتوں میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں“

---

(۱) طٰہٰ : ۱۲۸ (۲) ق : ۳۷

(۳) الزمر : ۹ (۴) الرعد : ۴

ان کے علاوہ بھی دیگر بہت ساری آیات ہیں جن میں اللہ تعالی نے عقل کی فضیلت بیان کی ہے، اور عقل کو تکلیف کی بنیاد اور غور وفکر کرنے کا آلہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ عقل ایک ایسی نعمت ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالی نے انسانوں پر احسان کیا ہے تاکہ وہ خبیث کو پاکیزہ سے، نقصان دہ کو سودمند سے، اصل کو رطب ویابس سے اور حق کو باطل سے الگ تھلگ کر سکے۔

## عقل کے بارے میں لوگوں کے مختلف نظریات وخیالات

أ) جمود وتعطیل کا موقف: یہاں تک کہ عقل کو نہ تو کوئی مقام ومرتبہ دیا جاتا ہے اور نہ ہی اللہ کی بادشاہت اور اس کی آیتوں میں غور وفکر کرنے کے لیے اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ (۱) ترجمہ ''ہم انہیں اپنی نشانیاں اطراف عالم میں، اور ان کی اپنی ذات میں دکھائیں گے، تاکہ یہ بات ان کے لئے واضح ہو جائے کہ قرآن (اللہ کی) برحق کتاب ہے، کیا آپ کے رب کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز سے باخبر ہے''

ب) افراط وتفریط کرنے والوں کا عقل کے بارے میں موقف: ایسے لوگوں نے عقل پر اعتماد وبھروسہ کرنے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا یہاں تک کہ اس کو شریعت سازی اور عمدگی وخرابی کی معرفت کا مصدر بنا ڈالا، چنانچہ ہر وہ چیز جس کو ان کی عقل نے عمدہ جانا اس کو انہوں نے حق مانا گرچہ وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے برخلاف ہی کیوں نہ ہو، اسی وجہ سے بدعات وخرافات زیادہ ہو گئیں، گمراہیاں پھیل گئیں، فتنہ وفساد کا ظہور عام ہوا، سنتوں کو پس پشت ڈال دیا گیا، امت کا اتحاد پارہ پارہ

---

(۱) فصلت : ۵۳

ہو گیا اور کتاب وسنت کے نصوص میں تحریف کر دی گئی۔

عقل کے بارے میں سلف کا موقف: جب ہم سلف کے منہج کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ عقل کو اس کا صحیح مقام ومرتبہ دیتے ہیں جو کہ دنیا کی نشانیوں کے بارے میں غور وفکر کرنے اور چیزوں کے درمیان مقارنہ کرنے کے قبیل سے ہے لیکن وہ صرف عقل پر بھروسہ نہیں کرتے، نہ اس کو اس کے مقام ومرتبہ سے اونچا مقام دیتے ہیں اور نہ ہی اس کو کتاب وسنت کے نصوص پر مقدم کرتے ہیں بلکہ سلف کے نزدیک عظیم ترین قاعدوں میں سے ہے "نقل کو عقل پر مقدم کرنا" یعنی شرعی نصوص ہی اصل ہیں جبکہ عقل اس کے تابع ہے، ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ عقل صریح صحیح نقل کے معارض نہیں بلکہ ہر وہ چیز جو کتاب وسنت میں موجود ہے خواہ عقائد سے اس کا تعلق ہو یا دیگر شرعی احکام سے، اس صحیح عقل کے معارض نہیں جو اپنی فطرت پر باقی ہو۔

یہی مذہب حق ہے جس کو عقل کے مقام ومرتبہ کے تعلق سے اپنانا واجب ہے۔

جبکہ کچھ لوگوں نے شذوذ کی راہ اختیار کرتے ہوئے عقل کو اس کے معیار سے بلند وبالا مقام دیا، جس میں اللہ کی حدود سے آگے بڑھ گئے، اور اسی کو بندوں کے لیے اللہ کی حجت قرار دیا، ایسی چیزوں میں اس کو حاکم مانا جس کی اس کو طاقت نہیں، اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ دونوں وحیوں۔ کتاب وسنت۔ پر اس کو مقدم کیا، چنانچہ شریعت سازی میں اس کی طرف رجوع کیا پھر اس میں وسعت اپناتے ہوئے اسی کو اللہ کی شریعت سازی میں اصل قرار دیا اور اپنے عقلوں کے ذریعہ ایسی چیزوں کو حلال قرار دیا جس کی اللہ تعالی نے اجازت نہیں دی ہے۔

صرف عقل پر اعتماد غیبیات میں انکار کا باعث ہے: عاجز وقاصر عقل کے مطابق فیصلہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سارے دینی حقائق کا انکار کیا گیا جو کہ دین کے لازمی امور ہیں بالخصوص غیبی امور، گرچہ یہ

کتاب وسنت میں موجود صریح اور صحیح دلائل سے ثابت ہی کیوں نہ ہوں۔

چنانچہ بدعتیوں نے اس تعلق سے بہت سارے امور کا انکار کیا جیسے پل صراط، حوض کوثر، میزان، دوبارہ اٹھایا جانا، جسموں کو عذاب وعقاب اور انعام واکرام سے نوازنا، اللہ سبحانہ وتعالی کا دیدار اور ایسے ہی بدعتیوں نے اللہ عزوجل کی صفات کا انکار کیا۔

اس دور کے معتزلہ نے گرچہ وہ معتزلہ کے نام سے نہیں جانے جاتے۔جن کے چھونے، جادو، نظر لگنے، اور قیامت کی بعض نشانیوں کو جیسے حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول، دجال کا ظہور اور ایسے ہی شریعت کے بہت سے دیگر امور کو اپنی فاسد عقلوں اور بے کار رایوں کے تابع کر دیا، خواہ جان بوجھ کر ہو یا تجاہلِ عارفانہ کے طور پر، ان نصوص کو ٹھکراتے ہوئے جو ان امور کے اثبات کے طور پر وارد ہیں، وہ بھی ایسے نصوص جو کہ قطعی ہیں اور جن کا ثبوت مسلم ہے۔

<u>جب خبر صحیح ہو تو عقل کا کوئی دخل نہیں</u>: ہر صاحبِ عقلِ سلیم کو معلوم ہے کہ جب خبر اللہ تعالی سے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے صحیح طریق سے ثابت ہو جائے تو پھر شرعی احکام کو قبول کرنے یا رد کرنے کے سلسلے میں عقل کے لئے کوئی گنجائش نہیں بلکہ ہم پر فرمانبرداری واجب ہے گرچہ عقل کی رسائی ان امور کی کیفیت تک نہ ہو کیونکہ عقل ہر چیز کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے، اللہ رحم فرمائے ایسے انسان پر جس نے اپنے نفس کی قدر و قیمت کو جانا، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾(۱) ترجمہ ''مومنوں کو جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے، تو کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات سن لی

---

(۱) النور : ۵۱

اور اسے مان لیا، اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (۱) ترجمہ ''جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کردے، تو کسی مسلمان مرد اور عورت کے لئے اس بارے میں کوئی اور فیصلہ قبول کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا''

اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راضی ہو کیونکہ جب وہ حجرِ اسود کا بوسہ لے رہے تھے تو اپنی زبردست عقل اور درست رائے کے ذریعہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ شریعت سازی میں عقل کو دخل نہیں چنانچہ انہوں نے اپنا مشہور ومعروف مقولہ کہا، جو بخاری ومسلم وغیرہ میں موجود ہے ''إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَاقَبَّلْتُكَ'' (۲) ''میں جانتا ہوں کہ تم پتھر ہو، نفع ونقصان کا مالک نہیں اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھ کو بوسہ لیتے نہ دیکھتا تو پھر تجھ کو بوسہ نہ لیتا۔''

صحیح وسالم عقل شریعت کے مخالف نہیں بلکہ اس کے موافق ہوتی ہے چنانچہ ہر عقل جو شریعت کے معارض ہو وہ فاسد ہے، اسی لیے مندرجہ ذیل امور کی بنیاد پر عقل کو شریعت پر مقدم کرنا صحیح نہیں:

۱۔ لوگوں کی عقلیں مختلف اور ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں چنانچہ یہ صحیح نہیں ہے کہ ثابت شریعت کو عقل کی وجہ سے ٹھکرایا جائے جس میں کسی طرح کی ردوبدل اور اختلاف نہیں۔

۲۔ عقل غیبی امور کا ادراک نہیں کرسکتی اور نہ ہر چیز کا احاطہ ہی کرسکتی ہے۔

۳۔ عقل کو شریعت پر مقدم کرنے سے شریعت پر اعتماد کمزور ہوتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کو عام لوگوں کے کلام کا درجہ دینا لازم آتا ہے۔

---

(۱) الأحزاب : ۳۶

(۲) صحیح بخاری ۱۸۰/۲، صحیح مسلم ۶۷/۳

۴۔صحیح وسالم عقل شریعت کے مقدم کرنے اور اس پر عمل کرنے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ عقل کو شرع پر مقدم کرنے سے صحیح وسالم عقلوں کی دلالت پر ایک طرح سے طعن وتشنیع ہے۔

۵۔جس نے اپنی عقل اور رائے کو شریعت پر مقدم کیا اس کا نہ تو ایمان کامل ہوا اور نہ ہی اس نے شریعت کی فرمانبرداری کی بلکہ اللہ تعالی کے اس قول کا وہ مستحق ٹھہرا ﴿الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللَّهِ وَعِندَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴾(۱) ترجمہ ”یعنی ان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جو بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں، بہت ہی قابل نفرت ہے یہ بات اللہ کے نزدیک اور اہل ایمان کے نزدیک، اللہ اسی طرح تکبر کرنے والے سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے“

---

(۱) غافر : ۳۵

# مشقیں

س ۱/ اللہ تعالی نے انسان کو عقل کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے، کتاب وسنت سے دو دلیل کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔-----------------------------

--------------------------------------------------

س ۲/ عقل کے بارے میں لوگوں کے دو موقف ہیں، ایک افراط کا اور دوسرا تفریط کا، اس کی وضاحت کریں۔

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س ۳/ اہلِ سنت والجماعت کا عقل کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س ۴/ صرف عقل پر اعتماد و بھروسہ نے کچھ دینی ثابت شدہ امور کے انکار تک لا پہنچایا، مثالوں کے ساتھ اس کی وضاحت کریں؟

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س ۵/ عقل و نقل کا مقارنہ کرتے وقت مسلم کا کیا موقف ہونا چاہئے؟

--------------------------------------------------

## (۱۱) رسول اللہ ﷺ سے محبت کا وجوب، اس کا معنی اور اس کی کیفیت

اُ) رسول اللہ ﷺ سے محبت کا وجوب: جان لیں۔اللہ آپ پر رحم وکرم کرے۔کہ مسلمان پر ہر چیز سے بڑھ کر اللہ تعالی سے محبت کرنا واجب ہے، کیونکہ اسی نے ہم کو پیدا کیا، روزی سے نوازا، اور ہم پر اس نے اپنی بڑی بڑی نعمتیں کیں اور گرانقدر نوازشات سے ہم کو سرفراز فرمایا، اللہ تعالی سے محبت عبادت کی عظیم ترین قسموں میں سے ایک ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَاداً يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّهِ وَالَّذِينَ آمَنُواْ أَشَدُّ حُبّاً لِّلّهِ ﴾(۱) ترجمہ ''اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں، اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے ہونی چاہئے، اور ایمان والے اللہ سے بے حد محبت کرتے ہیں''

پھر اس کے بعد انسان پر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنی واجب ہے کیونکہ آپ ﷺ ہی ھادی رحمت اور عظیم ترین نعمت ہیں جن کو اللہ تعالی نے لوگوں کو ظلمت وتاریکی سے روشنی کی طرف نکالنے کے لیے بھیج کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا، کیونکہ بغیر ان کی اطاعت وفرمانبرداری کیئے، ان کے راستے کو اپنائے، ان کے نقشِ قدم پر گامزن ہوئے اور ان کی محبت کو ساری مخلوقات کی محبت پر مقدم رکھے کوئی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جیسا کہ صحیح حدیث میں حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلاوَةَ الْإِيْمَانِ :أَنْ يَكُوْنَ اللّهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَايُحِبُّهُ إِلَّا لِلّهِ ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ ''(۲) ''تین چیزیں جس کے اندر ہوں گی، وہ ان کی وجہ سے ایمان کی مٹھاس

---

(۱) البقرۃ : ۱۶۵

(۲) صحیح بخاری کتاب الایمان ۹/۱، مسلم کتاب الایمان (حدیث رقم:۴۳، ص:۶۶)

پائے گا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سب سے بڑھ کر اس کو محبوب ہوں، کسی سے محبت صرف اللہ کے لیے کرے اور کفر میں لوٹنا اس کے لیے اتنا ہی ناپسند ہو۔ جبکہ اللہ نے اس کو اس سے نجات دی ہے۔ جتنا جہنم میں ڈالا جانا ناپسند ہو" آپ ﷺ کا فرمان ہے" لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ "(۱) "تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"

رسول اللہ ﷺ سے محبت کی حقیقت: جب ہم نے یہ جان لیا کہ ہم پر رسول اللہ ﷺ سے محبت اپنے نفس، آل وعیال، والدین اور اولاد سب سے بڑھ کر کرنا واجب ہے تو یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اس محبت کا معنی کیا ہے، یہ کیسے ممکن ہے اور کونسا راستہ ہے جو ہماری اس طرف رہنمائی کرتا ہے؟

آپ ﷺ سے محبت آپ کی پیروی، آپ کے راستے سے ہدایت یابی، آپ کی سنت کو اپنانے اور آپ کے اوامر کو غیروں کے اوامر پر مقدم رکھنے سے جا کر پوری ہوتی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (۲) ترجمہ "آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے"

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (۳) ترجمہ "آپ کہئے کہ اگر

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الایمان ۹/۱، صحیح مسلم (حدیث رقم: ۴۴، ص: ۶۸)

(۲) آلِ عمران: ۳۱ (۳) التوبۃ : ۲۴

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان، اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو، اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرلو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے کر آجائے، اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا''

چنانچہ اللہ تعالی نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے لیے کسوٹی (ترازو) رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور آپ کی تابعداری کو بنایا ہے اور اسی طرف دونوں آیتوں میں رہنمائی کی گئی ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا مقام ومرتبہ: رسول اللہ ﷺ مبالغہ آرائی سے بے نیاز ہیں، ان کے فخر کے لے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو ساری دنیا والوں کے لیے رحمت اور اپنی طرف دعوت دینے والا روشن چراغ بنایا، یہ مقام ومرتبہ مخلوق کو حاصل مقام ومرتبہ میں سب سے اعلی واشرف ہے لیکن یہ آپ ﷺ کو بشریت کے دائرہ سے خارج نہیں کرتا جیسے انسان کی پیدائش اور موت وزندگی وغیرہ جو دراصل انسان سے متعلق اللہ کے سنن کونیہ کے ضمن میں آتے ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً ﴾ (۱) ترجمہ'' آپ کہئے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے، تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کا یقین رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے''

ہم یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ ہم اس بے پایاں تعریف کے بعد کیا کہنا چاہتے ہیں جس سے اللہ تعالی نے

---

(۱) الکہف : ۱۱۰

خود آپ کو سراہا ہے بطورِ مثال اللہ کا فرمان ﴿وَإِنَّکَ لَعَلَی خُلُقٍ عَظِیمٍ﴾ (۱) ترجمہ ''اور آپ یقیناً عظیم اخلاق والے ہیں'' اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِکُمْ عَزِیزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیصٌ عَلَیْکُم بِالْمُؤْمِنِینَ رَؤُوفٌ رَّحِیمٌ﴾ (۲) ترجمہ ''(مسلمانو!) تمارے لئے تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں جن پر ہر وہ بات شاق گذرتی ہے جس سے تمھیں تکلیف ہوتی ہے، تمہاری ہدایت کے بڑے خواہشمند، مومنوں کے لئے نہایت شفیق ومہربان ہیں''

اللہ تعالی نے آپ ﷺ کے نام اور آپ کی رسالت کی تعریف ہر روز پانچ مرتبہ اذان کے دوران کردی ہے تو پھر اس کے بعد ہم آپ ﷺ کی شان میں اور کیا کہہ سکتے ہیں؟ اور ایسے ہی اللہ تعالی کے اس فرمان کے بعد کیا کہیں گے ﴿وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾ (۳) ترجمہ ''اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا نام اونچا کردیا ہے''

اسی طرح بہت سی آیات واحادیث ہیں جو آپ ﷺ کے بلند وبالا مقام کو مزید روشن کرتی ہیں۔

<u>کیا مبالغہ آرائی وزیادتی آپ ﷺ کی محبت کے موافق ہے؟</u> رسول اللہ ﷺ سے محبت افراط وتفریط سے بچتے ہوئے صحیح منہج کے مطابق کرنا واجب ہے، جس کو رسول اللہ ﷺ نے بیان کردیا ہے، چنانچہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لَاتُطْرُونِی کَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَی ابْنَ مَرْیَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا: (عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُولَهُ)'' (۴) ''میری شان میں زیادتی نہ کرو جیسا کہ نصاری نے عیسی بن مریم علیہ السلام کی شان میں زیادتی کی تھی، میں تو اللہ کا بندہ ہوں اس لیے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو''

مسلمانو! یہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ سے حاجت طلب کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ غیر اللہ سے دادخواہی

---

(۱) القلم : ۴ (۲) التوبۃ : ۱۲۸
(۳) الشرح : ۴ (۴) صحیح البخاری مع الفتح : ۴۷۸/۶

ہی اور نہ ہی آپ ﷺ کی وفات کے بعد ڈائرکٹ آپ ﷺ سے شفاعت طلبی بلکہ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں آپ ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔

اس سے بڑھ کر اور کونسا غلو ہوسکتا ہے کہ انسان اپنی امیدیں اور تمنائیں کسی مخلوق سے وابستہ کیے رکھے، اس کو پکارتا رہے، اس سے فریاد طلب کرتا رہے اور اللہ کے بجائے اسی سے اپنی امیدیں جوڑے رکھے۔

# مشقیں

س۱/ رسول اللہ ﷺ سے محبت کے وجوب پر دلیل پیش کریں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۲/ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا کیا معنی ہے؟ اور یہ کیسے ممکن ہے؟ دلیل کی روشنی میں لکھیں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۳/ کیا غلو اور مبالغہ آپ ﷺ کی محبت کے موافق ہے؟

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۴/ رسول اللہ ﷺ انسان تھے جن کو اللہ تعالی نے اپنی رسالت کے لیے چنا تھا، دلیل کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س۵/ اللہ تعالی نے اپنے نبی کی تعریف آپ کی شایانِ شان کر رکھی ہے، آپ کی قدر و منزلت اور تعریف وثنا کتاب وسنت کی روشنی میں لکھیں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

# (۱۲) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حقوق

أ) صحابي کی تعریف: صحابی وہ ہے جس نے اسلام کی حالت میں آپ ﷺ سے ملاقات کی اور اسی پر اس کی موت ہوئی۔

ب) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل اور ان کے حقوق: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ساری صدیوں سے بہتر، اس امت کے چنیدہ، اور نبی ﷺ کے بعد سب سے اعلی وافضل ہیں، ہم پر واجب ہے کہ ہم ان سے محبت کریں، ان سے راضی ہوں، ان کو ان کا مقام ومرتبہ دیں، کیونکہ ان کی محبت ہر مسلمان پر واجب ہے، ان سے محبت کرنا دین، ایمان اور رحمٰن سے قربت کے اسباب میں سے ہے جبکہ ان سے بغض و عداوت رکھنا کفر وسرکشی ہے، کیونکہ وہ اس دین کے علمبردار ہیں۔ چنانچہ ان کی ذات پر طعن و تشنیع دراصل دینِ اسلام پر طعن و تشنیع ہے کیونکہ دین ہم تک ان کے واسطے سے ہی پہنچا ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست بلاکم وکاست اس کو حاصل کیا اور پوری امانت واخلاص کے ساتھ ہمارے لیے منتقل کیا اور ربع صدی سے کم مدت میں اس دین کو زمین کے سارے حصوں میں پھیلا دیا، اور اللہ تعالی نے ان کے ہاتھوں دنیا کے ممالک کو فتح کرایا چنانچہ لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوئے۔

قرآن وسنت میں وارد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل: اللہ تعالی نے صحابۂ کرام کی تعریف کی، ان سے راضی ہوا، اور ان سے خیر وخوبی کا وعدہ فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّهُ عَنْهُمْ وَرَضُواْ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (۱) ترجمہ ''اور مہاجرین وانصار میں سے وہ

---

(۱) التوبۃ : ۱۰۰

اولین لوگ جنہوں نے ہجرت کرنے اور ایمان لانے میں دوسروں پر سبقت کی، اور وہ دوسرے لوگ جنہوں نے اُن سابقین کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا، اور وہ سب اللہ سے راضی ہو گئے، اور اللہ نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے یہی عظیم کامیابی ہے۔"

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ (۲) ترجمہ "یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا، جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔"

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ☆ وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ☆ وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلّاً لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ (۳) ترجمہ "وہ مال اُن فقیر مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور مال و دولت سے نکال دیئے گئے، وہ لوگ اللہ کے فضل اور اس خوشنودی کے طلبگار تھے، اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے تھے، وہی لوگ سچے تھے ☆ اور (وہ مال) اُن لوگوں کے لئے ہے، جو مہاجرین مکہ کی آمد سے پہلے ہی مدینہ میں مقیم تھے اور ایمان لا چکے تھے، وہ لوگ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں، اور اُن مہاجرین کو جو مالِ غنیمت دیا گیا ہے، اس کے لئے وہ اپنے دلوں میں تنگی اور حسد محسوس نہیں کرتے ہیں، اور اُنہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ وہ خود تنگی میں ہوں، اور جو لوگ اپنے نفس کی تنگی اور بخل سے بچا لئے جائیں وہی کامیاب

---

(۱) الفتح : ۱۸ (۲) الحشر: ۸۔۱۰

ہونے والے ہیں☆اور (وہ مال) ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو مہاجرین وانصار کے بعد دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے، وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں معاف کردے، اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی معاف کردے جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ پیدا کر۔اے ہمارے رب! تو بے شک بڑی شفقت والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔“

مذکورہ بالا آیتیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اوران کی تعریف وستائش پر دلالت کرتی ہیں خواہ مہاجر صحابی ہوں یا انصاری، بدر والے ہوں یا بیعتِ رضوان والے، جنہوں نے درخت تلے آپ ﷺ سے بیعت کی۔اور ایسے ہی ہر وہ شخص جس کو صحبت کا شرف حاصل ہے، اللہ تعالی نے ان کے بعد آنے والوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ لوگ اپنے سے پہلے والوں (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں اور اللہ سے دعا گو ہوتے ہیں کہ ان کے دلوں میں مومنوں کے خلاف کینہ وکپٹ اور بغض وحسد پیدا نہ کردے۔

اسی طرح مذکورہ بالا آیات اوران کے علاوہ دیگر آیتیں اللہ کا ان سے راضی ہونے، ان کو جنت کی بشارت سنانے، ان کے عظیم کامیابی وکامرانی حاصل کرنے، اللہ تعالی کا ان کی تعریف کرنے، ان کے بعض صفات کا ذکر کرنے جیسے محبت، ایثار وقربانی، جودوکرم (سخاوت)، ان کے اپنے مسلمان بھائیوں سے محبت والفت کرنے اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ان کی نصرت وحمایت کرنے اور ایسے ہی دیگر عظیم ترین اوصاف اور ذکر جمیل جس کے وہ اہل ہیں پر دلالت کرتی ہیں۔

ایسے ہی رسول اللہ ﷺ نے بہت ساری حدیثوں میں صحابۂ کرام کی تعریف کی ہے جن میں سے آپ ﷺ کا یہ قول ”خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ“(۱) ”سب سے بہترین لوگ

---

(۱) صحیح البخاری مع الفتح: ۷/۳، حدیث رقم: ۳۶۴۹

میرے زمانہ کے ہیں پھر جوان کے بعد آئیں گے پھر جوان کے بعد آئیں گے"

ایسے ہی کچھ ایسی احادیث ہیں جو تمام صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں عام ہیں جبکہ کچھ اہل بدر کی فضیلت کے بارے میں اور کچھ دیگر خصوصیات کے ساتھ ان کی بعض ہستیوں کے بارے میں ہیں، اس لیے مسلمانوں پر ان نصوص کو اپناتے ہوئے سارے صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا، ان سے راضی ہونا اور خیر وخوبی کے ساتھ ان کا ذکرِ جمیل کرنا، ان کی پیروی کرنا اوران کے منہج پر چلنا واجب ہے۔

صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کا حکم: ہم نے یہ جانا کہ صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے بعد اس امت کے چنیدہ و برگزیدہ لوگ ہیں، چنانچہ وہ اسلام کے لیے سبقت لے جانے والے، ہدایت کے عظیم علمبردار اور تاریکیوں کے چراغ ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں کما حقہ جہاد کیا اور اسلام کے دفاع میں ان کی ابتلاء وآزمائش ہوئی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کے ہاتھوں زمین میں اس دین کو سرخروی وبلندی عطا فرمائی۔ چنانچہ جس نے ان کی شان میں گستاخی کی، یا ان کو گالی دی یا ان کی عزت کے درپے ہوا تو وہ بدترین مخلوق ہے کیونکہ اس کا یہ عمل پورے دین پر ظلم وزیادتی ہے۔ اور جس نے ان کی تکفیر کی یا ان کے ارتداد کا اعتقاد رکھا تو وہ خود بدرجہٗ اولی کفر وارتداد کا مستحق ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ ان کے بعد آنے والے جس کسی نے جتنا بھی عمل کیا وہ ان کے عشرِ عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں مرفوعاً مروی ہے "لَا تَسُبُّوا أَحَداً مِنْ أَصْحَابِي ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحدٍ ذَهَباً مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ "(۱) "میرے صحابہ میں سے کسی کو گالی نہ دو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کردے تو ان کے اس خرچ کے برابر نہیں ہوسکتا جو کچھ انہوں نے ایک مد یا اس کا آدھا حصہ خرچ کیا"

---

(۱) صحیح بخاری ۱۹۱/۴، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ (حدیث رقم: ۲۵۴۰، ۲۵۴۱)

حدیث رسول ﷺ کے اصحاب کو گالی دینے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ کوئی ان کے درجہ کو پہنچ نہیں سکتا خواہ وہ جتنا بھی عمل کیوں نہ کر لے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہل سنت کا موقف: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت غلو وزیادتی کرنے والوں اور کمی وکوتاہی کرنے والوں کے درمیان معتدل ہیں چنانچہ یہ نہ تو ان کے بارے میں غلو کرتے ہیں اور نہ ان میں تفریق کرتے ہیں اور نہ ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں جیسا کہ خوارج وروافض نے ان کی شان میں افراط وتفریط سے کام لیا۔

اہلِ سنت والجماعت کے مذہب میں سے ہے کہ ان کے درمیان جو کچھ ہوا اور جو اختلافات ہوئے ان کے بارے میں اپنے آپ کو روکے رکھنا اور اس کی گہرائی وگیرائی تک نہ جانا اور ان کے باطنی امور کو اللہ تعالی کے حوالہ کرنا۔ حضرتِ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا: " اُولٰئِکَ قَوْمٌ طَهَّرَ اللّٰهُ أَیْدِیَنَا مِنْ دِمَائِهِمْ فَنُطَهِّرُ أَلْسِنَتَنَا مِنْ أَعْرَاضِهِمْ " (۱) "یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے خون سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک کر رکھا ہے چنانچہ ہم اپنی زبانوں کو ان کی عزت وآبرو کے بارے میں پاک وصاف رکھیں۔"

خلاصہ کلام: اہلِ سنت تمام صحابہ کرام سے محبت کرتے اور ان کو ان کا وہ مقام ومرتبہ دیتے ہیں جس کے وہ مستحق ہیں، عدل وانصاف کرتے ہوئے، نہ کہ تعصب وتنگ نظری اور خواہشات کے شکار ہو کر ایسا کرتے ہیں کیونکہ یہ ایسی زیادتی ہے جو حد سے تجاوز کرنے والی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ (۲) ترجمہ "پس انہوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد، محض آپس کی ضد اور عناد کی وجہ سے اختلاف کیا"

---

(۱) ابن ابی نعیم نے حلیۃ الأولیاء ۹/۱۱۴ میں، ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۹۳ میں اور سخاوی نے فتح المغیث ۴/۱۰۰ میں ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ (۲) الجاثیۃ : ۱۷

# مشقیں

س ا/صحابی کی تعریف کریں۔

---

---

س ۲/ہر مسلم پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے واجبی حقوق بیان کریں۔

---

---

س ۳/صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کتاب وسنت سے دلیل کی روشنی میں بیان کریں۔

---

---

س ۴/صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کا کیا حکم ہے؟ اور گمراہ فرقوں میں سے ان کے بارے میں ارتداد کا عقیدہ رکھنے والوں کے بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے؟

---

---

س ۵/صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہلِ سنت والجماعت کا موقف بیان کریں اور یہ بھی بتائیں کہ اہلِ سنت والجماعت افراط وتفریط کرنے والوں کے درمیان معتدل کیسے ہیں؟ نیز ان کی شان کے بارے میں حضرتِ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا قول بھی ذکر کریں۔

---

## (۱۳) خلفاءِ راشدین کے بارے میں واجبی امور

خلفاءِ راشدین کون ہیں ؟: خلفاءِ راشدین حضرتِ ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب فاروق، حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین اور حضرتِ علی بن ابی طالب ابوسبطین رضی اللہ عنہم ہیں۔

خلفاءِ راشدین کا مقام ومرتبہ اوران کی اتباع کا وجوب: خلفاءِ راشدین صحابہؓ کرام میں سب سے افضل صحابہ اور ہدایت یافتہ خلفاء ہیں، جن کی پیروی کرنے اوران کی راہ کو مضبوطی سے پکڑنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے، جیسا کہ حضرتِ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے، ان کا کہنا ہے "وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ مِنهَا الْعُيُوْنُ ، وَوَجِلَتْ مِنهَا الْقُلُوْبُ ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَأَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ "أُوْصِيْكُمْ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ ، فَإِنَّ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَى اخْتِلَافاً كَثِيْراً فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ تَمَسَّكُوْا بِهَا، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"(۱)

"رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک مرتبہ ایسی نصیحت کی، جس سے سامعین کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اور دلوں میں ڈر پیدا ہوگیا، چنانچہ کسی کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! گویا یہ ایک رخصت ہونے والے شخص کی نصیحت ہے، اس لیے آپ ہم سے کیا عہد لیتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا" میں تمہیں (سمع وطاعت) سنتے رہنے اور اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا، بہت سارے اختلافات دیکھے گا چنانچہ تم میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سنتوں کو لازم پکڑو اوران کو مضبوطی سے تھامو اور نئی نئی چیزیں دین میں ایجاد کرنے

---

(۱) مسند احمد ۴/۱۲۶۔۱۲۷، سنن ترمذی: ۷/۴۳۷ صحیح سند کے ساتھ۔

سے بچو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔"

خلافتِ راشدہ کی مدت: خلافتِ راشدہ کی مدت ۳۰ سال ہے جیسا کہ ہدایت کے پیامبر رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے، حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "خَلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ، ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ مُلْكَهُ مَنْ يَّشَاءُ" (۱) "خلافتِ نبوت ۳۰ سال ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت جس کو چاہے گا دے گا"

صحابۂ کرام (خلفائے راشدین) رضی اللہ عنہم کے درمیان تفضیل: عام اہلِ سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ ان کے درمیان تفضیل خلافت میں ان کی ترتیب کے اعتبار سے ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان میں سے ہر ایک کی فضیلت کے بارے میں بہت ساری حدیثیں وارد ہیں جن میں سے ہر ایک کے بارے میں ایک ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔

۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں: صحیحین میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے منبر پر کہا "لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِيْلاً مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ لَا اتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ خَلِيْلاً ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا سُدَّتْ إِلَّا خَوْخَةَ أَبِيْ بَكْرٍ" (۲) "اگر میں زمین والوں میں سے کسی کو اپنا دوست بناتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا، حضرت ابوبکر کی کھڑکی کے سوا مسجد کی ساری کھڑکیاں بند کردی جائیں"

۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں: بخاری و مسلم میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا" قَدْ كَانَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُوْنَ ، فَإِنْ يَّكُنْ فِيْ أُمَّتِيْ أَحَدٌ فَإِنَّ عُمَرَبْنَ

---

(۱) سنن ابوداود (۴۶۳۴، ۴۶۳۵، ۴۶۴۶)، وغیرہ صحیح سند کے ساتھ۔

(۲) صحیح بخاری ۷/۱۹۔۲۰ باب قول النبی ﷺ "لو کنت متخذا خلیلا"

الْخَطَّابِ مِنْهُمْ''(١) ''گزشتہ امتیوں میں محدث ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہیں''

محدث کا معنی: جسکو الہام ہو

٣) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لمبی حدیث جس میں ہے کہ حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم داخل ہوئے، چنانچہ جب آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست کرلیا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق آپ ﷺ سے سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا'' أَلاأَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلائِكَةُ ''(٢) ''کیا میں ایسے آدمی سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں؟''

٤) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا''لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَداً رَجُلاً يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَيَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ'' قَالَ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا، فَقَالَ: ''ادْعُوا لِي عَلِيّاً'' فَأُتِيَ بِهِ أَرْمَدَ، فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ، وَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ، فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ''(٣) ''کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں، جس کے ہاتھوں اللہ فتحیابی سے ہمکنار کرے گا، راوی کا کہنا ہے کہ ہم نے اس کے لیے قیاس آرائیاں کیں تو آپ ﷺ نے فرمایا''علی کو بلاؤ، چنانچہ ان کو لایا گیا، ان کی آنکھ میں درد تھا، آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب مبارک لگایا اور ان کو جھنڈا دیا پھر اللہ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔''

---

(١) صحیح بخاری ٧/٤٢، صحیح مسلم ٤/١٨٦٤، حدیث رقم: ٢٣٩٨

(٢) صحیح مسلم ٤/١٨٦٦، حدیث رقم: ٢٤٠١

(٣) صحیح البخاری مع الفتح ٧/٧٠ فی فضائل الصحابۃ، صحیح مسلم ٤/١٨٧٤۔

# مشقیں

س۱/خلفاء راشدین کون ہیں؟

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

س۲/خلفاء راشدین کی قدر ومنزلت ، ان کی فضیلت اور ان کی پیروی کے وجوب کے بارے میں روشنی ڈالیں۔

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

س۳/خلافتِ راشدہ کی مدت کتنی تھی؟ دلیل کی روشنی میں لکھیں۔

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

س۴/افضیلت کے اعتبار سے خلفاء راشدین کو ترتیب دیں۔

---------------------------------------------------

---------------------------------------------------

## (۱۴) عشرہ مبشرہ

گذشتہ بیان سے ہم نے صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت جانا، وہ سارے کے سارے انصاف پرور اور صحبت میں ایک دوسرے سے افضل ومفضول تھے۔

صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم میں افضل: مہاجرین وانصار میں سے اسلام کے لیے سبقت کرنے والے، اہلِ بدر، غزوۂ احزاب میں ثابت قدم رہنے والے اور بیعتِ رضوان میں شریک ہونے والے صحابہؓ کرام ہیں، پھر جنہوں نے فتحِ مکہ سے پہلے ہجرت کی اور جہاد کیا ان لوگوں سے افضل ہیں جنہوں نے فتحِ مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا، جبکہ اللہ نے ان میں سے ہر کسی کے لئے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔

حسنی : جنت

سب سے افضل صحابہؓ کرام عشرہ مبشرہ ہیں: (یعنی صحابہؓ کرام میں سے دس ایسی عظیم ہستیاں جن کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی ہے)

خلفاءِ راشدین (ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین اور ابوالسبطین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم) عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام (رسول اللہ ﷺ کے حواری) طلحہ بن عبیداللہ، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن جراح (اس امت کے امین) اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

ان میں سے بعض کی فضیلت کے بارے میں عام احادیث مروی ہیں جبکہ کچھ دیگر کے بارے میں کچھ خاص احادیث مروی ہیں۔

عشرہ مبشرہ کی فضیلت کے بارے میں عام احادیث میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے امام احمد اور اصحاب سنن نے حضرت عبدالرحمٰن بن اخنس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مسجد میں تھے تو ایک صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا، تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر گواہی دینے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''عَشْرَةٌ فِي الْجَنَّةِ : النَّبِيُّ ﷺ فِي الْجَنَّةِ ، وَأَبُوبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنُ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ ، '' وَلَوْشِئْتَ لَسَمَّيْتُ الْعَاشِرَ ، قَالَ : فَقَالُوْا: مَنْ هُوَ؟ فَسَكَتَ ، قَالَ : فَقَالُوْا: مَنْ هُوَ؟ فَقَالَ : هُوَ سَعِيْدُبْنُ زَيْدٍ(١) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ ''دس جنت میں ہوں گے، نبی ﷺ جنت میں ہوں گے، حضرت ابوبکر جنتی ہوں گے، حضرت عمر جنتی ہوں گے، حضرت عثمان جنتی ہوں گے، حضرت علی جنتی ہوں گے، حضرت طلحہ جنتی ہوں گے، زبیر بن عوام جنتی ہوں گے، سعد بن مالک جنتی ہوں گے، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہوں گے، اور اگر میں چاہوں تو دسوے شخص کا بھی نام بتادوں ، راوی کہتے ہیں کہ صحابہؓ کرام نے پوچھا کہ وہ کونسا خوش نصیب ہوگا؟ تو آپ خاموش رہے، راوی کا کہنا ہے کہ پھر صحابہؓ کرام نے پوچھا کہ وہ کونسا خوش نصیب ہوگا؟ تو آپنے فرمایا کہ وہ سعید بن زید ہوں گے رضی اللہ عنہم اجمعین'' نبی ﷺ نے ان دس ہستیوں کے علاوہ دیگر کئی ایک صحابہؓ کرام کو بھی جنت کی بشارت سنائی ہے جیسے حضرتِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، بلال بن رباح رضی اللہ عنہ، عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغیرہم۔

جن کے لیے جنت کی بشارت رسول اللہ ﷺ نے دی ہے ہم ان کے لیے جنت کی گواہی دیتے ہیں اور جو انکے علاوہ ہیں تو ہم ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں اور انکے معاملہ کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

---

(١) مسند احمد (١٨٨١) اور اصحاب سنن صحیح سند کے ساتھ۔

# مشقیں

س ۱ر عشرہ مبشرہ کون ہیں؟ دلیل کی روشنی میں لکھیں۔

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س ۲ر کیا نبی ﷺ نے عشرہ مبشرہ کے علاوہ کسی اور صحابی کے بارے میں جنت کی بشارت دی ہے؟

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

س ۳ر کیا ہم کسی ایسے آدمی کے بارے میں جنت کی گواہی دے سکتے ہیں جس کی بشارت نبی ﷺ نے نہیں دی ہے؟

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

# (۱۵) اہلِ بیتِ نبی ﷺ

أ/اہلِ بیت کون ہیں؟ اہل بیت نبی ﷺ کے خاندان کے وہ لوگ ہیں جن پر زکوۃ لینا حرام ہے اور وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال، جعفر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال، عقیل رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال، عباس رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال، حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن ہیں۔

اہلِ بیت کی فضیلت کے دلائل: اللہ تعالی نے فرمایا ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً ﴾(۱) ترجمہ ''اللہ تو چاہتا ہے کہ تم سے یعنی نبی کے گھرانے والوں سے گندگی کو دور کردے، اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے''

آپ ﷺ نے فرمایا ''أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ ''(۲) ''اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں''

ازواجِ مطہرات کا اہلِ بیت میں داخل ہونا: اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفاً ☆وَقَرْنَ فِيْ بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِيْنَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً ،وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِيْ بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيراً﴾(۳) ترجمہ ''اے میرے نبی کی بیویو! تم کوئی عام عورتیں نہیں ہو، اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو نرم گفتگو نہ کرو، کہ جس کے دل میں (گناہ کی) بیماری ہو وہ لالچ کرنے

---

(۱) الأحزاب:۳۳ (۲) صحیح مسلم (حدیث رقم:۲۴۰۸،ص:۱۸۷۳) (۳) الأحزاب:۳۲ ۔۳۴

لگے، اور سیدھی سادی بات کرو☆ اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو، اور اگلے زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار کے ساتھ نہ نکلا کرو، اور نماز قائم کرو، اور زکاۃ ادا کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو، اللہ تو چاہتا ہے کہ تم سے یعنی نبی کے گھرانے والوں سے گندگی کو دور کردے، اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے۔ اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیتوں اور حکمت کی تلاوت کی جاتی ہے انہیں یاد رکھو، بے شک اللہ بڑا باریک بیں، بہت ہی باخبر ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا'' ثُمَّ الَّذِیْ لَایَشُکُّ فِیْهِ مَنْ تَدَبَّرَ الْقُرْآنَ: أَنَّ نِسَاءَ النَّبِیِّ ﷺ دَاخِلَاتٌ فِیْ قَوْلِهِ: ﴿إِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیراً﴾ وَإِنْ كَانَتْ تَحِلُّ لَهُنَّ الصَّدَقَةُ دُوْنَ سَائِرِ أَهْلِ الْبَیْتِ، فَإِنْ سِیَاقَ الْكَلَامِ مَعَهُنَّ، وَلِهٰذَا قَالَ بَعْدَ هٰذَا كُلِّهِ: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلَى فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ آیَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ أَیْ: وَاعْمَلْنَ بِمَا یُنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى رَسُوْلِهِ ﷺ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، قَالَ قَتَادَةُ وَغَیْرُوَاحِدٍ: ﴿وَاذْكُرْنَ﴾ هٰذِهِ الَّتِیْ خُصِّصْتُنَّ بِهَا مِنْ بَیْنِ النِّسَاءِ'' پھر جس کے بارے میں قرآن میں غور وفکر کرنے والا شک وشبہ کا شکار نہیں ہوسکتا وہ یہ کہ آپ ﷺ کی بیویاں (ازواجِ مطہرات) اللہ تعالی کے فرمان ﴿إِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیراً﴾ میں داخل ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ان کے لیے صدقہ حلال ہے، بہ نسبت دیگر اہل بیت والوں کے، کیونکہ کلام کا سیاق وسباق ان کی شمولیت پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے اس کے بعد فرمایا ﴿وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلَى فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ آیَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ یعنی عمل کریں جو اللہ تعالی اپنے رسول پر کتاب وسنت سے تمہارے گھروں میں نازل فرماتا ہے۔ قتادہ وغیرہ نے کہا ﴿وَاذْكُرْنَ﴾ اسی کی وجہ سے آپ کی بیویاں دیگر خواتین کے مابین خاص کردی گئی ہیں۔''

اہلِ بیت کے بارے میں وصیت: حدیث "أذَكِّرُكُمُ اللهَ فِيْ أهْلِ بَيْتِي "گزر چکی ہے، چنانچہ اہلِ سنت ان سے محبت کرتے، ان کی تعظیم کرتے اور ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت یاد رکھتے کیونکہ یہ نبی ﷺ کی محبت واکرام کے قبیل سے ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ سنت کے پیروکار ہوں اور دینِ اسلام پر ویسے ہی گامزن ہوں جیسے ان سے پہلے والے تھے، جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد، لیکن جنہوں نے سنت کی مخالفت کی اور دین پر سیدھے گامزن نہ رہے تو پھر ان سے قربت ونزدیکی رکھنا جائز نہیں گرچہ وہ اہلِ بیت ہی میں سے کیوں نہ ہوں۔

چنانچہ اہلِ سنت والجماعت کا موقف اہلِ بیت کے بارے میں اعتدال وانصاف کا ہے، ان میں سے اہلِ دین اور استقامت والوں سے محبت کرتے ہیں، جبکہ سنت کی مخالفت کرنے والے اور دین سے پھرنے والوں سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں گرچہ وہ اہلِ بیت ہی میں سے کیوں نہ ہوں، کیونکہ ان کا اہلِ بیت سے ہونا اور آپ ﷺ سے قربت اس وقت فائدہ نہیں دے سکتی ہے جب تک وہ اللہ کے دین پر سیدھا گامزن نہ ہوجائیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں 'قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ أُنْزِلَ عَلَيْهِ ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ (۱) فَقَالَ: "يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ. أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. اشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ لَاأُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً، يَابَنِيْ عَبْدِمَنَافٍ لَاأُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً، يَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ لَاأُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً، يَا صَفِيَّةَ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَاأُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً، وَيَافَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مِنْ مَالِيْ مَاشِئْتِ لَاأُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً"(۲)

---

(۱) الشعراء:۲۱۴

(۲) صحیح بخاری ۱۹۰/۳ ، صحیح مسلم (حدیث رقم:۲۰۶،ص:۱۹۲)

"رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے جب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ ترجمہ" اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے" اور فرمایا "اے قریش کی جماعت! یا اس جیسا اور کوئی کلمہ کہا اپنی جانوں کو بچاؤ کیونکہ میں اللہ کے یہاں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا، اے بنی عبد مناف! میں اللہ کے عذاب سے تم کو بچا نہیں سکتا، اے عباس بن عبد المطلب! میں اللہ کے یہاں آپ کے کچھ کام نہ آسکوں گا، اے صفیہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی! میں اللہ کے یہاں آپ کا کچھ کام نہ آسکوں گا اور اے میری لخت جگر فاطمہ! جو کچھ مال مانگنا ہے مانگ لے کیونکہ میں اللہ کے یہاں تمہارا کچھ کام نہ آسکوں گا"

اور دوسری حدیث میں ہے "مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ "(۱) "جس کو اس کا عمل پیچھے رکھے اس کا حسب ونسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا"

"بطأ" کا معنی تأخر پیچھے رہ جانا۔

ایسے ہی اہل سنت والجماعت ان لوگوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جو اہلِ بیت کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں اور ان کے بارے میں عصمت کا دعوی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے بھی جو اہلِ بیت میں راہِ مستقیم پر گامزن لوگوں سے عداوت ودشمنی رکھتے اور ان کو طعن وتشنیع کرتے، اور ایسے ہی بدعتیوں اور خرافات کے دلدادگان سے بھی جو اہلِ بیت کے ذریعہ وسیلہ طلب کرتے اور ان کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنا بیٹھے ہیں، چنانچہ اہلِ سنت اس باب میں اور اس کے علاوہ دیگر امور میں معتدل منہج اور صراط مستقیم پر گامزن ہیں جس میں کسی طرح کی افراط وتفریط نہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم (حدیث رقم:۲۶۹۹، ص:۲۰۷۴)

# مشقیں

س ۱/ اہل بیت کون ہیں؟

------------------------------------------------

------------------------------------------------

س ۲/ اہل بیت کے حقوق اور ان کے فضائل دلیل کی روشنی میں لکھیں۔

------------------------------------------------

------------------------------------------------

س ۳/ کیا آپ ﷺ کی بیویاں (ازواجِ مطہرات) اہلِ بیت میں داخل ہیں؟ دلیل کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔------------------------------------

------------------------------------------------

س ۴/ اہل بیت کے بارے میں وصیت کا کیا معنی ہے؟

------------------------------------------------

------------------------------------------------

س ۵/ اہل بیت کے بارے میں اہل سنت کا موقف بیان کریں اور وہ کیسے افراط وتفریط کرنے والوں کے درمیان معتدل ہیں؟

------------------------------------------------

------------------------------------------------

## (۱۶) مسلمانوں کے حکمراں اور عام لوگوں کے بارے میں ہر مسلمان کی واجبی ذمہ داری

تمہید: امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابو رقیہ تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ، الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ، الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ "قُلْنَا لِمَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : "لِلّٰهِ ، وَلِرَسُوْلِهِ ، وَلِكِتَابِهِ ، وِلأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ "(۱) "دین نصیحت ہے، دین نصیحت ہے، دین نصیحت ہے" ہم نے کہا اللہ کے رسول! کس کے لیے؟ آپ نے فرمایا "اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، اس کی کتاب کے لیے اور مسلمانوں کے حکمراں اور عام لوگوں کے لیے"

اللہ تعالی کے لیے نصیحت: اللہ تعالی کو ہر طرح کی عبادت و بندگی میں اکیلا جاننا و ماننا، اس سے محبت کرنا، اس کی تعظیم کرنا، اس سے ڈرتے رہنا، اسی سے امیدیں وابستہ رکھنا، اس کے حکم کو بجالانا اور منع کردہ چیزوں سے بچتے رہنا۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے نصیحت: جن چیزوں کی انہوں نے خبر دی ہے ان میں آپ ﷺ کی تصدیق کرنا، اور جس کا حکم دیا ہے اس میں ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا، آپ ﷺ کی سنتوں کو اپنانا، آپ ﷺ کی ہدایت سے روشنی حاصل کرنا، آپ ﷺ سے محبت کرنا اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق اللہ تعالی کی عبادت و بندگی کرنا۔

اللہ کی کتاب کے لیے نصیحت: اس پر ایمان لانا، اس کے احکام کے مطابق عمل کرنا اور دن ورات کے

---

(۱) صحیح مسلم (۷۴/۱، حدیث: ۵۵)، سنن أبوداود: (۴۹۴۴)

حصوں میں اس کی ایسی تلاوت کرتے رہنا جو اللہ کو خوش کردے۔

اسلامی حکمراں کے لیے نصیحت: ان کے لیے دعاءِ خیر کرنا، ان سے محبت کرنا، اور اللہ تعالی کی اطاعت و فرمانبرداری کے دائرہ میں رہ کران کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہنا۔

عام مسلمانوں کے لیے نصیحت: ان کو اچھائی کرنے اور برائی سے رکنے کا حکم دینا، ان کے لیے ویسے ہی خیر پسند کرنا جیسے ہم اپنی جانوں کے لیے پسند کرتے ہیں، اپنی استطاعت کے مطابق ان کی مدد کرنا اور ان پر خرچ کرنا۔

حکمراں کی اطاعت کا حکم: کتاب وسنت اور سلف کا اجماع اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے دائرے میں رہتے ہوئے امام کی اطاعت کرنا واجب ہے، گرچہ وہ ظلم وجور ہی کیوں نہ کرے، جب تک گناہ ومعاصی کا حکم نہ دے، لیکن اگر گناہ کا حکم دے تو پھر خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں کی جائے گی جیسے نماز، حج اور جہاد اس کی سرپرستی میں واجب ہے، اجتہاد کے اماکن میں اس کی اطاعت کی جائے گی، لیکن ایسی صورت میں اس کے پیروکاروں پر واجب نہیں ہے کہ اس کی پیروی کریں بلکہ اس بارے میں اس کی اطاعت کرنا اور اس کی رائے کے سامنے اپنی رائے کو چھوڑنا ضروری ہے کیونکہ جماعت ویکجہتی کی مصلحت فرقہ بازی وگروہ بندی کی تباہ کاریوں اور ذاتی مصالح سے بڑھ کر ہیں، ایسے ہی مشروع طریقوں کو اپناتے ہوئے ان کو نصیحت کرنا، ان سے جدل وجدال نہ کرنا اور ان پر خروج نہ کرنا واجب ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا ''وَلَانَرَی الْخُرُوْجَ عَلٰی أَئِمَّتِنَا وَوُلَاةِ أُمُوْرِنَا وَإِنْ جَارُوْا، وَلَانَدْعُوْعَلَیْهِمْ، وَلَانَنْزِعُ یَداً مِنْ طَاعَتِهِمْ ،وَنَرَی طَاعَتَهُمْ مِنْ طَاعَةِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَرِیْضَةً مَالَمْ یَأمُرُوْا بِمَعْصِیَةٍ ، وَنَدْعُو

لَهُمْ بِالصَّلَاحِ وَالْمُعَافَاةِ ''(۱) ''ہم اپنے حکمراں وائمہ پرخروج کو جائز نہیں سمجھتے گرچہ وہ ظلم کیوں نہ کریں، ہم ان کے لیے بددعا نہیں کریں گے اور نہ ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچیں گے، ہم ان کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی حدود میں رہ کر فرض جانتے ہیں جب تک وہ گناہ کا حکم نہ دیں اور ہم ان کے لیے بھلائی اور عفوودرگذر کی دعا کرتے ہیں''

اس کے دلائل: قرآنِ کریم سے دلیل کے طور پر اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ ﴾(۲) ترجمہ'' اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے اقتدار والوں کی''

حدیث سے دلیل: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا''مَنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ ، وَمَنْ يُّطِعِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ أَطَاعَنِيْ، وَمَنْ يَّعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ ''(۳) جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيْمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ إِلَّا أَنْ يُّؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَاسَمْعَ وَلَاطَاعَةَ ''(۴)'' ہر مسلمان پر سمع وطاعت واجب ہے خواہ اس کو اچھا لگے یا ناپسند سوائے یہ کہ اس کو گناہ و معصیت کا

---

(۱) العقيدة الطحاوية مع الشرح ص:۳۷۱ تحقیق احمد محمد شاکر ط/وزارة الشئون الاسلامية والأوقاف والدعوة والارشاد بالمملكة العربية السعودية۔ (۲) النساء : ۵۹

(۳) صحیح بخاری (۱۳/۱۱۱) ، صحیح مسلم (۳/۱۴۶۶) (۴) صحیح البخاری مع الفتح (۱۳/۱۳۰)

حکم دیا جائے ، چنانچہ جب اس کو گناہ و معصیت کا حکم دیا جائے تو اس میں اس کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" مَنْ رَأى مِنْ أمِيرِهِ شَيْئاً يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ، فَإنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَماعَةَ شِبْراً فَمَاتَ فَمِيتَتُهُ جَاهِلِيَّةً "(۱)" جو شخص اپنے امیر (حاکم) سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو وہ صبر وشکیبائی سے کام لے، کیونکہ جس نے ایک بالشت بھی جماعت سے علیحدگی اختیار کی تو وہ جاہلیت کی موت مرا"

مذکورہ بالا احادیث جماعت کو لازم پکڑنے ، حکمراں (جب تک اسلامی شریعت کی خلاف ورزی نہ کریں) کی حکم عدولی سے بچنے اور مخالفین کے لئے سخت وعید پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" ثَلاثُ خِصَالٍ لَايَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ : إخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلهِ ، وَالنَّصِيحَةُ لِوُلَاةِ الْأمُوْرِ، وَلُزُوْمُ جَماعَتِهِمْ ، فَإنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مَنْ وَرَائَهُمْ "(۲) تین ایسی خصلتیں ہیں جن پر عمل پیرا مسلم کا دل خیانت نہیں کرسکتا: اللہ کے لیے عمل کو خالص کرنا ، حکمراں کو نصیحت کرنا اور جماعت کو پکڑے رہنا کیونکہ ان کی دعا اپنے بعد والوں کو بھی شامل ہوتی ہے۔"

سنت کا طریقہ یہ ہے کہ آپ حاکم کو خفیہ طور پر شور وشرابا برپا کیے بغیر نصیحت کرتے رہیں جیسا کہ ابن ابی عاصم وغیرہ نے عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" مَنْ أرَادَ أنْ يَنْصَحَ لِذِي سُلْطَانٍ فَلايُبْدِهَا عَلانِيَّةً ، وَلْيَأخُذ بِيَدِهِ ، فَإنْ سَمِعَ مِنْهُ فَذَاكَ ، وَإلَّا كَانَ أدَّى الَّذِي

---

(۱) صحیح البخاری مع الفتح (۵/۱۳) صحیح مسلم (۳/۱۴۷۷) (۲) مسند أحمد (۴/۸۰-۸۲) اصحاب سنن نے اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

عَلَيْهِ"(۱) ''جو کسی بادشاہ کو نصیحت کرنا چاہے تو بر سر عام نہ کرے، اس کا ہاتھ پکڑے، اگر اس نے سن لیا تو سونے پہ سوہاگا ورنہ اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر ڈالی''

قرآن وسنت کے مذکورہ بالا نصوص حکمراں اور ائمہ کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں جب تک اس میں اللہ کی معصیت نہ ہو جن کو خلاصۂ کلام کے طور پر یوں سمجھنا چاہئے۔

۱/اطاعت وفرمانبرداری ہر حالت میں واجب ہے جب تک اللہ تعالی کی اس میں معصیت نہ ہو۔

۲/حکمراں پر خروج نہ کرنا جب وہ نصیحت قبول نہ کریں۔

۳/جس نے حکمراں کو نصیحت کی اور شریعت کے دائرے میں رہ کر اس پر نکیر کی تو وہ گناہ سے پاک وصاف ہو گیا۔

۴/فتنہ وفساد برپا کرنے سے منع کرنا اور اس کے اسباب سے دوری اختیار کرنا جیسے: عام لوگوں کو خروج پر ورغلانا، علماء کا توجیہ وارشاد کو چھوڑ دینا، علماء کے علاوہ دیگر لوگوں کا نصیحت ورہنمائی کرنا، معاملات کو مزید ہوا دینا، مخالفات پائے جانے کی صورت میں ان کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا، عوام کا غیر متعلقہ معاملات میں دخل انداز ہونا، نااہل لوگوں کو ذمہ داریاں سونپنا اور جاہلوں کا دعوت کے میدان میں بغیر علم کے داخل ہونا وغیرہ جو اسلامی سماج ومعاشرہ میں انتشار کا سبب ہوا کرتے ہیں۔

۵/جب تک حکمرانوں سے صریح کفر کا ظہور نہ ہو اس وقت تک ان پر خروج نہ کرنا۔

---

(۱) ابن ابی عاصم نے ''السنۃ'' (۲/۵۰۷) میں اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

## مشقیں

س ۱/ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' دین نصیحت ہے۔۔۔ نصیحت ہے اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، حکمراں کے لیے اور عام لوگوں کے لیے'' اس کی تشریح کریں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س ۲/ اہل سنت کا منہج ہے کہ اللہ کی معصیت کے علاوہ کام میں حاکم کی اطاعت کرنا واجب ہے، کتاب وسنت سے دلیل کی روشنی اس کی وضاحت کریں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س ۳/ حاکم کو نصیحت کیسے کی جائے گی؟ دلیل سے اس کی وضاحت کریں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

س ۴/ حاکم کی اطاعت کے وجوب میں وارد نصوص بہت سارے فوائد پر دلالت کرتے ہیں، ان میں سے پانچ کا ذکر کریں۔

---------------------------------------------

---------------------------------------------

# (۱۷) دین میں اختلاف اور تفرقہ بازی کی مذمت

# اور اس کی خطرناکیاں

تمہید: اللہ تعالی نے امت کو ایک ہونے، کلمہ کو متحد کرنے اور اپنے صفوں کو جمع کرنے کا حکم دیا ہے، بہ ایں طور کہ اس یکجہتی کی بنیاد کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنا، تفرقہ بازی سے منع کرنا اور دنیا وآخرت میں امت کے لیے اس کی خطرناکیاں بیان کرنا ہو، اسی مقصد کی تکمیل کے لیے ہمیں اصول وفروع میں کتاب اللہ سے فیصلہ کرانے کا حکم دیا گیا ہے اور ہر اس سبب سے روکا گیا ہے جو تفرقہ بازی تک ہم کو پہنچائے۔

جب یہ واضح ہو گیا تو نجات کے لیے صحیح راستہ اللہ تعالی کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنا ہے کیونکہ یہ مضبوط قلعہ اور پناہ کی آماجگاہ ہیں، اس کے لیے جس کو اللہ تعالی اس کی توفیق دے، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ وَاذْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً وَكُنتُمْ عَلَىَ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾(۱) ترجمہ "اور تم سب اللہ کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو، اور اختلاف نہ کرو، اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، کہ تم لوگ آپس میں دشمن تھے، تو اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑا، اور اس کے فضل وکرم سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم لوگ جہنم کی کھائی کے کنارے پہنچ چکے تھے، تو اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا، اللہ اپنی آیتوں کو اسی طرح تمہارے لئے بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت حاصل کرو۔"

---

(۱) آل عمران : ۱۰۳

تفرقہ بازی کی خطرناکیاں: اللہ تعالی نے ان راستوں کی مذمت کی اوران سے منع کیا جوفرقہ بندی تک انسان کو پہنچائیں، یہی وہ راستے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو جماعت وگروپ میں بانٹا، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اوران کو دشمنوں کے لیے خوشگوار لقمہ تک بناڈالا، ان کی تعداد کم ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ ان کی جماعت میں انتشار پیدا ہونے اوران کے متحد نہ ہونے کی بناء پر جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تُوشِکُ أنْ تَتَداعىٰ عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ كَمَا تَتَدَاعَى الْأَكَلَةُ عَلٰى قَصْعَتِهَا" قَالُوا: أَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ كَثِيْرُوْنَ ، وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّبِيْلِ "(۱) "قریب ہے کہ دیگر اقوام وملل والے تم پر ویسے ہی دھاوا بول دیں جیسے کھانے والے کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں، صحابہؓ کرام نے پوچھا! اللہ کے رسول کیا ہماری قلت کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں، بلکہ تم بہت زیادہ ہوگے، لیکن تمہاری حیثیت سمندر میں جھاگ کے مانند ہوگی"

تفرقہ بازی کی ممانعت کے بارے میں کتاب وسنت سے ثابت شرعی دلائل : کتاب وسنت میں بہت سے ایسے نصوص ہیں جو تفرقہ بازی اور اختلاف سے ڈراتے ہیں اور دنیا وآخرت میں اس کے برے نتائج سے ہم کو آگاہ کرتے ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَلاَ تَكُونُواْ كَالَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَاخْتَلَفُواْ مِن بَعْدِ مَا جَاءهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُوْلَـئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ☆ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكْفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُواْ الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ☆ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾(۲) ترجمہ "اوران لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جوفرقوں میں بٹ گئے، اوراُن کے پاس نشانیاں آجانے کے بعد آپس میں اختلاف کیا، اورانہی کے لئے بڑا عذاب ہے ☆ جس دن کچھ چہرے چمکتے ہوں گے ، اور کچھ چہرے کالے ہوں گے، جن کے چہرے کالے ہوں گے (ان

---

(۱) مسند احمد (۲۷۸/۵)، سنن ابوداود: (۴۸۳/۴) صحیح سند کے ساتھ۔ (۲) آل عمران: ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷

سے کہا جائے گا کہ) تم لوگوں نے ایمان کے بعد کفر کو قبول کرلیا تھا، تو اپنے کفر کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو☆ اور جن کے چہرے چمکتے ہوں گے، وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا "تَبْيَضُّ وُجُوْهُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَتَسْوَدُّ وُجُوْهُ أَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالْفِرْقَةِ"(1) اہلِ سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے جبکہ بدعتیوں اور تفرقہ بازی کرنے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے"

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعاً لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْن﴾ (۲) ترجمہ "بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کیا، اور جماعتوں میں بٹ گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، پھر وہی انہیں ان کے کئے کی خبر دے گا"

چنانچہ دونوں آیتیں گروہ بندی کی مذمت اور دنیا و آخرت میں امت کے لئے اس کے خطرناک اثرات پر دلالت کرتی ہیں، اختلاف ہی اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاری کی بربادی اور لوگوں میں ہر طرح کے انحراف کے وقوع پذیر ہونے کا سبب بنا۔

گروہ بازی اور فرقہ بندی کی مذمت کے بارے میں سنت میں بہت ساری احایث ہیں جو کہ دوسری طرف جماعت و یکجہتی کی دعوت دیتی ہیں ان میں سے:

امام احمد اور امام ابوداود نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کھڑے ہوئے اور کہا، آگاہ ہو جاؤ کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا "أَلا إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوْا عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً اثْنَتَانِ

---

(۲) الأنعام: ۱۵۹

(۱) تفسیر القرآن العظیم ابن کثیر ۱/ ۳۹۰

وَسَبۡعُوۡنَ مِنۡهَا فِی النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِی الۡجَنَّةِ وَهِیَ الۡجَمَاعَةُ ''(۱) ''خبردار کہ تم سے پہلے جو اہل کتاب تھے وہ ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے، اور یہ امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی، جس میں سے ۷۲ فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور یہ جماعت ہوگی''

آپ ﷺ نے امت کے ۷۳ فرقوں میں بٹنے کی خبر دی ہے، جن میں سے ۷۲ جہنم میں جائیں گے، اس میں شک نہیں کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے پہلے والوں کے غلط نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ان ہی کی طرح فضول چیزوں میں جا پڑیں گے۔

یہ واضح رہے کہ جس اختلاف کی نبی ﷺ نے خبر دی ہے وہ صرف دینی امور میں ہے، یا دینی اور دنیوی دونوں امور میں ہے، پھر دین کی طرف لوٹ جاتا ہے، اور کبھی اختلاف صرف دنیوی امور میں ہوتا ہے۔

بہر حال تفرقہ وگروہ بندی امت میں ہو کر رہے گی جبکہ آپ ﷺ نے امت کو اس سے ڈرا رکھا ہے تا کہ اللہ کی مشیت کے تحت اس میں پڑنے سے بچ جائیں۔

گزشتہ امتوں کی ہلاکت کا سبب اختلاف وتفرقہ بازی: جب ہم قرآن وحدیث میں غور وفکر کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ گزشتہ امتوں کی ہلاکت کا بنیادی سبب باہمی اختلاف اور تفرقہ بازی بالخصوص کتاب کے بارے میں اختلاف کرنا تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا ''أَدۡرِکۡ هٰذِهِ الۡأُمَّةَ لَا تَخۡتَلِفُ فِی الۡکِتَابِ کَمَا اخۡتَلَفَتۡ فِیهِ الۡأُمَمُ قَبۡلَهُمۡ (۲) ''اس امت کا بندوبست کر لو تا کہ یہ بھی کتاب اللہ کے بارے میں اختلاف کا شکار نہ ہو جائے جیسا کہ پہلی امتیں ہو گئی تھیں'' جب انہوں نے دیکھا کہ شام وعراق والے قرآن کے حروف کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں، ایسا اختلاف جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع کر رکھا ہے،

---

(۱) مسند احمد (۱۵۲/۴)، سنن ابوداود (۵/۵) صحیح سند کے ساتھ۔ (۲) صحیح البخاری مع الفتح ۱۱/۸ رقم (۴۹۸۷) نحوہ۔

اس سے دو چیزوں کا فائدہ ہوا:

۱/اس طرح کے اختلاف کی حرمت

۲/اپنے سے پہلے والوں سے عبرت پکڑنا اوران کی مشابہت اختیار کرنے سے بچتے رہنا، اللہ تعالی نے فرمایا﴿ذٰلِکَ بِأَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُواْ فِي الْكِتَابِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ﴾(۱) ترجمہ ''یہ(عذاب انہیں)اس لئے دیا جائے گا کہ اللہ نے سچی کتاب اتاری ہے (اورانہوں نے اسے چھپادیا)، اور جولوگ اس کتاب میں اختلاف کرتے ہیں، وہ بڑی مخالفت وعداوت میں پڑ گئے ہیں۔''

اوراللہ تعالی کا فرمان ہے﴿وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُواْ الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْياً بَيْنَهُمْ﴾(۲) ترجمہ ''اوراہلِ کتاب نے اُن کے پاس علم آجانے کے بعد حسد وعناد کی وجہ سے مخالفت کی''

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا'' ذَرُوْنِيْ مَاتَرَكْتُكُمْ ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ ، فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَااسْتَطَعْتُمْ ''(۳) ''مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں کیونکہ تم سے پہلے والے زیادہ سوال کرنے اور اپنے انبیاء ورسل کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے، جب میں تم کو کسی چیز سے روکوں تو اس سے بچو اور جب کسی چیز کا حکم دوں تو بقدر استطاعت اس کو بجالاؤ''

کیا اختلاف رحمت ہے؟ کچھ لوگوں نے موضوع حدیث'' اخْتِلَافُ أُمَّتِيْ رَحْمَةٌ ''میری امت کے درمیان اختلاف رحمت ہے'' پر اعتماد کرتے ہوئے دعوی کیا ہے کہ اختلاف رحمت ہے جبکہ انکا یہ قول کتاب

---

(۱) البقرة : ۱۷۶ (۲) آل عمران:۱۹

(۳) صحیح البخاری مع الفتح (۱۳/۲۵۱) صحیح مسلم(۲/۹۷۵)

وسنت اور عقل کی روشنی میں درست نہیں ہے۔ گزشتہ آیات واحادیث جو ہم ذکر کر آئے ہیں اختلاف وگروہ بندی کی مذمت کے بارے ہیں جو غور وفکر کرنے والوں کے لیے کافی ہیں۔

قرآن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اختلاف رحمت سے موافق نہیں بلکہ اس کے مخالف ہے، اللہ تعالی نے فرمایا﴿وَلاَ يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ☆إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ﴾(۱) ترجمہ ''اور لوگ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے☆ سوائے ان کے جن پر آپ کا رب رحم کرے گا''

جس حدیث سے اختلاف کے رحمت ہونے کے دعویداروں نے استدلال کیا ہے وہ سراسر باطل ہے، ساتھ ہی حدیث کی کتابوں میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

اس دعوی کے باطل ہونے کے لیے اتنا کافی ہے، مزید یہ کہ عقل کے بھی مخالف ہے کیونکہ اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے بغض وحسد، کینہ وکپٹ اور دوری وتفرقہ بازی جیسے فتنہ پرور فساد وبربادی کے بعد کوئی دانشمند انسان اختلاف کو رحمت نہیں تصور کرسکتا ہے، بلکہ فرعی مسائل (جن میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور ایسا شخص قابل مذمت نہیں ہوتا جب تک مخصوص افراد واشخاص کے لیے تعصب وتنگ نظری کا شکار نہ ہو) میں اختلاف ہی کی وجہ سے بسا اوقات قتل وقتال اور جنگ وجدال تک نوبت جا پہنچتی ہے،، جس کے بہت زیادہ شواہد ہیں، ہمیں یہاں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔

ہم اختلاف کو رحمت جاننے والوں کو شاعر کے اس شعر کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔

كَفَى بِكَ دَاءً أَنْ تَرَى الْمَوْتَ شَافِيًا وَحَسْبُ الْمَنَايَا أَنْ يَّكُنَّ أَمَانِيًا

تمہاری بیماری کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تو موت کو شفا دینے والی سمجھتا رہے اور موت کے لئے کافی ہے کہ آرزوئیں ہی بنی رہی۔

---

(۱) هود : ۱۱۸۔۱۱۹

**اختلاف وتفرقہ بازی سے چھٹکارا کیسے؟** حدیث گزر چکی ہے کہ فرقہ ناجیہ سے مراد ''جماعت'' ہے، جس کے مصداق اس حدیث میں ''وہی لوگ ہیں جو نبی ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کرام کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں ، نہ اس سے بے رخی کرتے ہیں اور نہ ہی اس کو چھوڑ کر دائیں بائیں کا رخ کرتے ہیں''

امام شاطبی رحمہ اللہ نے ''اعتصام'' میں کہا ہے'' إِنَّ الْجَمَاعَةَ : مَا كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ وَالتَّابِعُوْنَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ (۱) ''جماعت سے مراد وہ راہ ہے جس پر نبی ﷺ، آپ ﷺ کے صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے پیروکار خیر وخوبی کے ساتھ گامزن رہے''

چنانچہ گروہ بندی وتفرقہ بازی سے چھٹکارا کا راستہ قولی وعملی اور اعتقادی ہر لحاظ سے اہلِ سنت و الجماعت کے منہج کی پیروی کرنا ہے نہ کہ ان کی مخالفت کرنا اور نہ ہی ان کی راہ کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کرنا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيراً﴾ (۲) ترجمہ ''اور جو شخص راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا، اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر کسی دوسری راہ کی اتباع کرے گا، تو وہ جدھر جانا چاہے گا ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے، اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے، اور وہ برا ٹھکانہ ہوگا۔''

اور اللہ تعالی نے فرمایا ﴿وَأَنَّ هَـذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (۳) ترجمہ ''اور بے شک یہی میری سیدھی راہ ہے، پس تم لوگ اسی کی پیروی کرو، اور دوسرے طریقوں پر نہ چلو جو تمہیں اس کی (سیدھی) راہ سے الگ کر دیں، اللہ نے تمہیں ان باتوں کا حکم دیا ہے، تا کہ تم تقوی کی راہ اختیار کرو۔''

---

(۱) الاعتصام ۲۸/۱ (۲) النساء : ۱۱۵ (۳) الأنعام: ۱۵۳

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے جس کو امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لاتَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَة .أوْ قَالَ : أمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلى ضَلَالَة .وَيَدُ اللّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ'' (۱) ''میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوسکتی'' یا آپ نے فرمایا ''محمد کی امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوسکتی اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔''

اس طرح ہم اپنی بات ختم کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اختلاف سے نجات کا راستہ، سلامتی اور سعادتمندی کا عنوان اور اللہ کے عذاب سے نجات کا سبب اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنا ہے، وہ کتاب جس میں باطل کا شائبہ تک نہیں اور جو قابل تعریف حکیم ودانا اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

ایسے ہی رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ سنتوں کو مضبوطی سے پکڑنا جو اپنی خواہشات سے نہیں بولتے ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ (۲) ترجمہ ''وہ تو وحی ہوتی ہے جو اُن پر اتاری جاتی ہے''

کیونکہ کتاب وسنت اسلامی عقیدہ اور شریعت کے دو بنیادی مصدر ہیں، اس لیے جو کوئی منہج بھی ان کے مخالف ہوگا تو وہ خائب وخاسر منہج ہوگا، چنانچہ سنت کو پکڑنا مومنوں کا طریقہ اور رب العالمین کی رضامندی تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور یہی مضبوط قلعہ ہے اور یہی منہج ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالی امت کو بدعتیوں کی بدعت، باطل پرستوں کی باطل پرستی، جاہلوں کی تاویل اور مبالغہ آرائی کرنے والوں کی تحریف سے حفاظت فرماتا ہے، اور یہی وہ راستہ ہے جس کی وجہ سے ابتداء اسلام میں امت کے احوال درست ہوئے، اور جس کی طرف رجوع کیے بغیر کسی طرح کی بھلائی وکامیابی نہیں، دار ہجرت کے امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے کہا ''لايَصْلُحُ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ إِلَا بِمَا صَلُحَ بِهِ أَوَّلُهَا (۳)'' ''اس امت کے بعد آنے والے کی اصلاح اسی چیز سے ہوسکتی ہے جس سے پہلے والوں کی ہوئی ہے۔''

---

(۱) سنن ترمذی (۴/۴٦٦) وغیرہ صحیح سند کے ساتھ۔ (۲) النجم :۴ (۳) اقتضاء الصراط المستقیم ۲/۲٦۲۔۲٦۳

# مشقیں

س ۱؍اللہ تعالی نے اتحاد و اتفاق کا حکم دیا ہے اور اختلاف سے منع کیا ہے، اس کو کتاب وسنت سے دلائل کی روشنی میں بیان کریں۔

-------------------------------------------

-------------------------------------------

س ۲؍تفرقہ بازی کی خطرناکیاں دلیل کی روشنی میں بیان کریں۔

-------------------------------------------

-------------------------------------------

س ۳؍قرآن وسنت تفرقہ سے روکنے پر دلالت کرتے ہیں، اس پر دلیل پیش کریں۔

-------------------------------------------

-------------------------------------------

س ۴؍گزشتہ امتوں کی ہلاکت کا سبب اختلاف ہے، اس کی دلیل پیش کریں۔

-------------------------------------------

-------------------------------------------

س ۵؍کچھ لوگوں کا دعوی ہے کہ اختلاف رحمت ہے، اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ دلیل کی روشنی میں واضح کریں۔

-------------------------------------------

-------------------------------------------

س٦/اختلاف سے سلامتی کا راستہ کیا ہے؟ دلیل کی روشنی میں بیان کریں۔

--------------------------------------------------

--------------------------------------------------

# فہرستِ موضوعات

تیسری سیکنڈری کلاس کے لیے


توسل ---------- ۳

توسل کا معنی ---------- ۳

قرآنِ کریم میں وسیلہ کا معنی ---------- ۳

توسل کی اقسام ---------- ۵

توسل شرعی کی اقسام ---------- ۵

توسل بدعی ---------- ۷

توسل کے بارے میں شبہات اور ان کا رد ---------- ۸

غلو اور اس کی خطرناکیاں ---------- ۱۷

غلو کی تعریف ---------- ۱۷

دنیا میں شرک کا سبب غلو ہے ---------- ۱۷

غلو کا حکم ---------- ۱۹

اسلام میں ولی اور ولایت ---------- ۲۲

ولایت کی تعریف ---------- ۲۲

ولایت کسی انسان کے ساتھ خاص نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳
اولیاء کے اوصاف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳
شفاعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۵
شفاعت کی تعریف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۵
شفاعت کی قسمیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۵
غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے کی حرمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۶
مثبت شفاعت کی اقسام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷
ولاء اور براء ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳
ولاء کی تعریف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳
براء کی تعریف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳
دینِ اسلام میں ولاء اور براء کا مقام ومرتبہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳
ولاء اور براء توحید کے تقاضوں میں سے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳
مداہنت اور موالات سے اس کا تعلق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴
مدارات، اس کا حکم اور ولاء وبراء پر اس کی تاثیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵
ولاء اور براء کے نمونے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۶
گنہگاروں اور بدعتیوں سے موالات کا حکم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۷
کفار کے ساتھ دنیوی امور میں معاملات کرنا کیا موالات کے ضمن میں آتا ہے؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۷
تکفیر کے شروط وضوابط ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۱

تکفیر کی خطرناکیاں ---------- ۴۱
تکفیر سے ڈرانے کے متعلق سلف کے اقوال ---------- ۴۲
تکفیر کے ضوابط ---------- ۴۳
تکفیر کی شرطیں اور اس کے موانع ---------- ۴۴
کبیرہ گناہ کی شناخت، اور اس کے مرتکبین کا حکم، اور اہلِ قبلہ کے جنتی یا جہنمی ہونے کا
قطعی حکم لگانے کی ممانعت ---------- ۴۸
کبیرہ گناہ کی تعریف ---------- ۴۸
صغیرہ گناہ کی تعریف ---------- ۴۸
کبائر کی تقسیم کے دلائل ---------- ۴۸
مرتکبِ کبیرہ کا حکم ---------- ۴۹
مرتکبِ کبیرہ کے کافر نہ ہونے کے متعلق اہلِ سنت کے دلائل ---------- ۵۰
اہلِ قبلہ کے جنتی یا جہنمی ہونے کا حتمی فیصلہ نہ کرنے کا بیان ---------- ۵۲
بدعت اور دین کے لیے اس کی خطرناکیاں ---------- ۵۵
بدعت کی تعریف ---------- ۵۵
بدعت کی خطرناکیاں ---------- ۵۵
بدعت کے اسباب ---------- ۵۸
بدعت کا حکم اور اس کی اقسام ---------- ۵۸
اہلِ سنت والجماعت کی خصوصیات وامتیازات ---------- ۶۱

تمہید ---------- ۶۱
اہلِ سنت کے نمایاں امتیازات وخصوصیات ---------- ۶۱
اسلام میں عقل کا مقام ومرتبہ ---------- ۶۷
عقل کے بارے میں لوگوں کے مختلف نظریات وخیالات ---------- ۶۸
عقل کے بارے میں سلف کا موقف ---------- ۶۹
صرف عقل پر اعتماد غیبیات میں انکار کا باعث ہے ---------- ۶۹
جب خبر صحیح ہو تو عقل کا کوئی دخل نہیں ---------- ۷۰
رسول اللہ ﷺ سے محبت کا وجوب، اس کا معنی اور اس کی کیفیت ---------- ۷۴
رسول اللہ ﷺ سے محبت کا وجوب ---------- ۷۴
رسول اللہ ﷺ سے محبت کی حقیقت ---------- ۷۵
مسلمانوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا مقام ومرتبہ ---------- ۷۶
کیا غلو اور مبالغہ آپ ﷺ کی محبت کے موافق ہے؟ ---------- ۷۷
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حقوق ---------- ۸۰
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل اور ان کے حقوق ---------- ۸۰
قرآن وسنت میں وارد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ---------- ۸۰
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کا حکم ---------- ۸۳
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہلِ سنت کا موقف ---------- ۸۴
خلفاء راشدین کے بارے میں واجبی امور ---------- ۸۶

| | |
|---|---|
| خلفاء راشدین کون ہیں؟ | ٨٦ |
| خلفاءراشدین کا مقام ومرتبہ اوران کی اتباع کا وجوب | ٨٦ |
| خلافت راشدہ کی مدت | ٨٧ |
| (خلفائے راشدین) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تفضیل | ٨٧ |
| عشرہ مبشرہ | ٩٠ |
| سب سے افضل صحابۂ کرام عشرۂ مبشرہ ہیں | ٩٠ |
| عشرہ مبشرہ کی فضیلت کے بارے میں عام احادیث میں سے | ٩٠ |
| اہلِ بیتِ نبی ﷺ | ٩٣ |
| اہلِ بیت کون ہیں؟ | ٩٣ |
| اہلِ بیت کی فضیلت کے دلائل | ٩٣ |
| ازواجِ مطہرات کا اہلِ بیت میں داخل ہونا | ٩٣ |
| اہلِ بیت کے بارے میں وصیت | ٩٥ |
| مسلمانوں کے حکمراں اور عام لوگوں کے بارے میں ہر مسلمان کی واجبی ذمہ داری | ٩٨ |
| تمہید | ٩٨ |
| حکمراں کی اطاعت کا حکم | ٩٩ |
| دین میں اختلاف اور تفرقہ بازی کی مذمت اوراس کی خطرناکیاں | ١٠٤ |
| تمہید | ١٠٤ |
| تفرقہ بازی کی خطرناکیاں | ١٠٥ |
| تفرقہ بازی کی ممانعت کے بارے میں کتاب وسنت سے ثابت شرعی دلائل | ١٠٥ |

گزشتہ امتوں کی ہلاکت کا سبب اختلاف وتفرقہ بازی ........ ۱۰۷
کیا اختلاف رحمت ہے؟ ........ ۱۰۸
اختلاف وتفرقہ بازی سے چھٹکارا کیسے؟ ........ ۱۱۰
فہرستِ موضوعات ........ ۱۱۴-۱۱۹

وللہ الحمد فی الأولی والآخرة والصلاة والسلام
علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیراً

مترجم
ابومحمد
کرم اللہ منصور بن عبدالرؤف مدنی
مدرس
المرکز الثقافی الاسلامی
ادارة الدراسات الاسلامیة
وزارة الأوقاف والشؤن الاسلامیہ
الکویت

# مترجم کی بعض تالیفات وتراجم

| | | |
|---|---|---|
| ☆الامام الزهري رحمہ اللہ وجهوده في تدوين السنة النبوية | (تالیف) | (عربی) غیر مطبوع |
| ☆دراسة وتحليل ترجمة محمد بن عمرو بن علقمة الليثي | (تالیف) | (عربی) غیر مطبوع |
| ☆عشرة احاديث من بلوغ المرام للحافظ ابن حجر رحمہ اللہ | (تخریج ودراسہ) | (عربی) غیر مطبوع |
| ☆ تفسیر احسن البیان | (مراجعہ وتقدیم) | (نیپالی) مطبوع |
| ☆ نماز اور طہارت کا بیان کتاب وسنت کی روشنی میں | (تالیف) | (نیپالی) مطبوع |
| ☆ قرآنِ کریم کی تلاوت کیسے کریں؟ | (تالیف) | (نیپالی) مطبوع |
| ☆اسلام کیا ہے؟ | (تالیف) | (نیپالی) مطبوع |
| ☆اسلامی اخلاق | (تالیف) | (نیپالی) مطبوع |
| ☆عیسی علیہ السلام کی حقیقت | (تالیف) | (نیپالی) مطبوع |
| ☆تحفۂ رمضان | (تالیف) | (نیپالی) مطبوع |
| ☆کویت میں آپ کا خیر مقدم ہے۔ | (تالیف ترجمہ) | (نیپالی، ہندی) مطبوع |
| ☆ اپنے رب کو پہچانیں، ایمان کے ارکان،،، | (اعداد) | (نشرات / نیپالی) مطبوع |

| | | |
|---|---|---|
| ☆ اربعین نووی (ترجمہ وتشریح) | (تالیف) | (نیپالی) غیر مطبوع |
| ☆ قصے کہانیاں اور ہماری ذمہ داریاں | (تالیف) | (اردو) مطبوع |
| ☆ قادیانیت اسلام کے خلاف ایک منظّم سازش | (تالیف) | (اردو) مطبوع |
| ☆ شفاعت کتاب وسنت کی روشنی میں | (تالیف) | (اردو) غیر مطبوع |
| ☆ صحیح اسلامی عقیدہ ۱۔۳ | (ترجمہ) | (اردو) مطبوع |
| ☆ علمائے کرام کے مابین اختلاف، اسباب اور ہمارا نقطۂ نظر | (ترجمہ) | (اردو) مطبوع |
| ☆ فتنوں میں مسلمانوں کا موقف اور اس کے شرعی اصول وضابطے | (ترجمہ) | (اردو) غیر مطبوع |
| ☆ صحیح اسلامی فکر ونظر | (ترجمہ) | (اردو) غیر مطبوع |
| ☆ علومِ حدیث کی اہمیت، تدوین کے مراحل اور اس فن کی چند اہم مصنفات | (ترجمہ) | (اردو) غیر مطبوع |
| ☆ تکرارِ جماعت کا شرعی حکم | (ترجمہ) | (اردو) غیر مطبوع |
| ☆ جہنمی عورتیں | (ترجمہ) | (اردو) غیر مطبوع |
| ☆ تقدیر پر ایمان | (ترجمہ) | (اردو) غیر مطبوع |

al-alfain الألفين
2479 7777